BNHS201DET

قدیم دنیا

مصری اور چینی تہذیبیں

Ancient World

Egyptian and Chinese Civilisations

بی۔اے۔(آنرس)

چار سالہ پروگرام

دوسرا سمسٹر (تاریخ)

مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدرآباد۔32، تلنگانہ، بھارت

Copyright © 2025, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad
All right reserved. No part of this publication may be reproduced or transmitted in any form or by any means, electronically or mechanically, including photocopying, recording or any information storage or retrieval system, without prior permission in writing form the publisher (registrar@manuu.edu.in)

ISBN : 978-81-993135-5-2
Course : Ancient World: Egyptian and Chinese Civilisations
First Edition : September 2025
Copies : 4100
Price : 65/- (The price of the book is included in admission fee of distance mode students)

Course Coordinator

Vidya Vachaspati Shaik Mahaboob Basha, Associate Professor (History), CDOE, MANUU

Editorial Board/Editors

Vidya Vachaspati **Shaik Mahaboob Basha**
Associate Professor (History), CDOE, MANUU

Dr Syed Meer Abul Hussain
Asst. Prof. (C) / Guest Faculty, CDOE, MANUU

Mr Mohd Aasim
Asst. Prof. (C) / Guest Faculty, CDOE, MANUU

Dr Ikramul Haque
Asst. Professor, Dept. of History, MANUU

Dr Zeyaul Haque
Asst. Professor, CAS, Dept. of History, AMU

Dr Daud Ibrahim
Guest Faculty, Dept. of History, MANUU

Dr Khursheed Ahmad Bhatt
Guest Faculty (History), Lucknow Campus, MANUU

Prof. S.M. Azizuddin Husain
Former Head, Dept. of History & Culture, JMI

Prof. Mushtaq Ahmad Kaw
Former Head, Dept. of History, MANUU

Prof. Perwez Nazir
Centre for Advanced Studies, Dept. of History, AMU

Prof. Danish Moin
Dept. of History, MANUU

Prof. Alauddin Khan
Head, Dept. of History, Shibli National College

Dr Samana Zafar
Asst. Professor, Dept. of History & Culture, JMI

Dr Mohd Akmal Khan
Assistant Professor (C)/Guest Faculty, Urdu CDOE, MANUU (Language Editor)

Production

Prof. Nikhath Jahan, Professor (Urdu), CDOE, MANUU

Mr P Habibulla, Assistant Registrar, Purchase & Stores Section, MANUU

Dr Mohd Akmal Khan, Assistant Professor (C)/Guest Faculty, CDOE, MANUU

Mohd Abdul Naseer, Section Officer, CDOE MANUU

Shaik Ismail, UDC, CDOE, MANUU

Syed Faheemuddin, LDC, Purchase & Stores Section, MANUU

On behalf of the Registrar, Published by:

Centre for Distance and Online Education

Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad-500032 (TG), India
*Director:*dir.dde@manuu.edu.in*Publication:*ddepublication@manuu.edu.in
Phone number: 040-23008314 Website: manuu.edu.in

CRC Prepared by Dr Syed Meer Abul Hussain, Faculty of History, CDOE, MANUU
Printed at Karshak Print Solutions Private Limited, Hyderabad

فہرست

پیغام		وائس چانسلر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی	5
پیغام		ڈائرکٹر، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم	6
کورس کا تعارف		کورس کوآرڈی نیٹر (تاریخ)	7
اکائی نمبر	**اکائی کا نام**	**مصنف**	**صفحہ نمبر**
بلاک I	**مصری تہذیب**		
1	مصری تہذیب کی ابتدا اور توسیع	ڈاکٹر داؤد ابراہیم	9
2	معاشرہ، معیشت اور مذہبی زندگی	ڈاکٹر داؤد ابراہیم	22
3	ثقافتی کامیابیاں: آرٹ، فن تعمیر، سائنس اور تکنیک	ڈاکٹر داؤد ابراہیم	40
بلاک II	**چینی تہذیب**		
4	چینی تہذیب کی ابتداء اور توسیع	ڈاکٹر شکیل احمد بھٹ	56
5	قدیم چین کے اہم حکمران خاندان	ڈاکٹر خورشید احمد بٹ	71
6	معاشرہ، معیشت، ثقافت اور مذہبی زندگی	ڈاکٹر داؤد ابراہیم	90
	تجویز کردہ اکتسابی مواد		109
	نمونہ امتحانی پرچہ		110

مصنفین کی تفصیلات

(Writers' Details)

Dr Daud Ibrahim Guest Faculty, Dept. of History, MANUU	ڈاکٹر داؤد ابراہیم، شعبہ تاریخ، مانو، حیدرآباد
Dr Shakeel Ahmad Bhat Faculty, Department of History, GITAM School of Humanities and Social Sciences	ڈاکٹر شکیل احمد بھٹ، شعبہ تاریخ، مانو، حیدرآباد
Dr Khursheed Ahmad Bhatt Guest Faculty (History), Lucknow Campus, MANUU	ڈاکٹر خورشید احمد بٹ، شعبہ تاریخ، مانو، حیدرآباد

پروف ریڈرس (Proof Readers)

اول : محمد عاصم

دوم : سید میر ابوالحسین

فائنل : شیخ محبوب باشا

ٹائٹل پیج(Title Page): ابراہیم اکرم صدیقی

پیغام

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (MANUU) 1998 میں پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعے قائم کی گئی۔ یہ ایک مرکزی جامعہ ہے جس نے این اے اے سی کی جانب سے گریڈ +A حاصل کیا ہے۔ اس جامعہ کے قیام کے مقاصد ہیں: (1) اردو زبان کا فروغ، (2) پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کو اردو میڈیم میں قابل رسائی اور دستیاب بنانا، (3) روایتی اور فاصلاتی طریقۂ تعلیم کے ذریعے تعلیم فراہم کرنا، اور (4) خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا۔ یہ وہ نکات ہیں جو اس مرکزی جامعہ کو دیگر تمام مرکزی جامعات سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے ایک انفرادیت بخشتے ہیں۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی مادری زبانوں اور علاقائی زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

اردو کے ذریعے علم کے فروغ کا مقصد یہی ہے کہ اردو جاننے والے طبقے کے لیے عصری علوم اور مضامین تک رسائی آسان بنائی جائے۔ ایک طویل عرصے تک اردو میں درسی مواد کی کمی رہی ہے۔ اردو یونیورسٹی کے پاس اب اردو میں 350 سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے اور ہر سمسٹر کے ساتھ اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اردو یونیورسٹی این ای پی 2020 کے وژن کے مطابق مادری/گھریلو زبان میں تعلیمی مواد فراہم کرنے کے قومی مشن کا حصہ بننے کو اپنے لیے ایک اعزاز سمجھتی ہے۔ مزید یہ کہ اردو بولنے والا طبقہ اردو میں مطالعہ کے مواد کی عدم دستیابی کے سبب نئے اُبھرتے شعبوں اور جدید تر معلومات کے موجودہ میدانوں میں تازہ ترین معلومات و اطلاعات کے حصول سے محروم نہیں رہے گا۔ مذکورہ بالا میدانوں میں مواد کی دستیابی کی بدولت حصولِ معلومات کا نیا شعور بیدار ہوا ہے جو یقیناً اردو داں طبقے کی دانشورانہ ترقی پر اثر انداز ہوگا۔
فاصلاتی اور آن لائن طلبہ کے لیے تعلیم و تدریس کے عمل کو سہل بنانے کے لیے یونیورسٹی کا سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) اردو اور متعلقہ مضامین میں خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری کو یقینی بناتا ہے۔

MANUU فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کے لیے SLM بلا معاوضہ فراہم کرتا ہے۔ یہ مواد اُردو کے ذریعے علم حاصل کرنے میں دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کے لیے برائے نام قیمت پر دستیاب ہے۔ تعلیم تک رسائی کے دائرے کو مزید پھیلانے کے مقصد سے، اردو/ہندی/انگریزی/عربی میں eSLM یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر مفت ڈاؤن لوڈ کے لیے دستیاب رکھا گیا ہے۔

مجھے بے حد خوشی ہے کہ متعلقہ فیکلٹی کی محنت اور مصنفین کے مکمل تعاون کی بدولت FYUG بی۔اے، بی۔ایس سی اور بی۔کام کی کتابوں کی اشاعت کا عمل بڑے پیمانے پر شروع ہو گیا ہے۔ فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کی سہولت کے لیے خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری اور اشاعت کا عمل یونیورسٹی کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اپنے خود تعلیمی مواد کے ذریعے اردو جاننے والے ایک بڑے طبقے کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہوں گے اور اس یونیورسٹی کے مقصدِ قیام کو پورا کریں گے اور اپنے ملک میں اپنی موجودگی کو جائز ٹھہرا سکیں گے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ!

پروفیسر سید عین الحسن
شیخ الجامعہ، مانو

پیغام

موجودہ دور میں فاصلاتی تعلیم کو دنیا بھر میں ایک نہایت مؤثر اور مفید طریقۂ تعلیم کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور بڑی تعداد میں لوگ اس طریقۂ تعلیم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے بھی اردو زبان بولنے والے عوام کی تعلیمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے قیام کے وقت سے ہی فاصلاتی تعلیم کا طریقہ متعارف کرایا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے 1998 میں ڈائریکٹوریٹ آف ڈسٹنس ایجوکیشن (نظامتِ فاصلاتی تعلیم) کے ساتھ کام کا آغاز کیا اور 2004 سے باقاعدہ پروگرام شروع ہوئے، اس کے بعد مختلف شعبہ جات قائم کیے گئے۔

یو جی سی نے ملک میں نظام تعلیم کو مؤثر طور پر منظم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ (ODL) موڈ کے تحت چلنے والے مختلف پروگرام، جو سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) میں چل رہے ہیں، یو جی سی-ڈی ای بی کے منظور شدہ ہیں۔ یو جی سی-ڈی ای بی نے فاصلاتی اور باقاعدہ تعلیم کے نصاب کو ہم آہنگ کرنے پر زور دیا ہے تاکہ فاصلاتی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے معیار کو بہتر بنایا جاسکے۔ چونکہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ایک دُہرے طرز (ڈوئل موڈ) کی یونیورسٹی ہے جو فاصلاتی اور روایتی دونوں طریقۂ تعلیم کی خدمات فراہم کرتی ہے، اس لیے اپنے مقاصد کو یو جی سی-ڈی ای بی کے رہنما خطوط کے مطابق حاصل کرنے کے لیے اس نے چوائس بیسڈ کریڈٹ سسٹم (CBCS) متعارف کرایا گیا جس کا خود اکتسابی مواد (Self Learning Materials) یو جی سی کے قوانین اور کریڈٹ فریم کے مطابق نئے سرے سے تیار کیے جا چکا ہے۔

سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) کل انیس (19) پروگرام پیش کرتا ہے جن میں یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلومہ اور سرٹیفکیٹ پروگرام شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تکنیکی مہارتوں پر مبنی پروگرام بھی شروع کیے جا رہے ہیں۔ سی ڈی او ای نے جولائی 2025 سے این ای پی-2020 کے مطابق چار سالہ یو جی پروگرام کا آغاز کیا ہے۔ بی اے، بی ایس سی اور بی کام کے آنرز پروگراموں کو این سی ایف کے مطابق ڈیزائن کیا گیا ہے جس سے طلبہ کو آنرز ڈگری حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ سال 2025-2026 سے ایم بی اے پروگرام او ڈی ایل موڈ میں متعارف کرایا گیا ہے۔

مانو نے طلبہ کی سہولت کے لیے نو ریجنل سنٹرز (بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر) اور چھ سب ریجنل سنٹرز (حیدرآباد، لکھنؤ، جموں، نوح، وارانسی اور امراؤتی) کا ایک وسیع نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ اس کے علاوہ وجے واڑا میں ایک ایکسٹینشن سنٹر بھی قائم کیا گیا ہے۔ ان ریجنل اور سب ریجنل سنٹروں کے تحت ایک سو پچاس سے زیادہ لرنر سپورٹ سنٹر (LSCs) اور بیس پروگرام سنٹر بیک وقت چلائے جا رہے ہیں تاکہ طلبہ کو تعلیمی اور انتظامی سہولیات فراہم کی جا سکیں۔ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا بھرپور استعمال کرتا ہے اور اپنے تمام پروگراموں میں صرف آن لائن موڈ کے ذریعے ہی داخلے فراہم کرتا ہے۔

طلبہ کے لیے سیلف لرننگ میٹیریل (SLM) کی سوفٹ کاپی سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن کی ویب سائٹ پر دستیاب کرائی جاتی ہیں اور آڈیو و ویڈیو ریکارڈنگ کے لنک بھی ویب سائٹ پر فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ طلبہ کو ای۔ میل اور واٹس ایپ گروپ کی سہولت بھی فراہم کی جا رہی ہے جن کے ذریعے انہیں پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس رجسٹریشن، اسائنمنٹ، کاؤنسلنگ، امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔ باقاعدہ کاؤنسلنگ کے علاوہ گزشتہ دو برسوں سے طلبہ کے تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے زائد تدارکی (Remedial) آن لائن کاؤنسلنگ بھی فراہم کی جا رہی ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن تعلیمی اور معاشی طور پر پسماندہ آبادی کو عصری تعلیم کے دھارے میں شامل کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔ تعلیمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے نئی تعلیمی پالیسی (NEP-2020) کے مطابق مختلف پروگرامز میں تبدیلیاں کی گئی ہیں اور توقع ہے کہ اس سے اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ کے نظام کو مزید مؤثر اور کارآمد بنانے میں مدد ملے گی۔

پروفیسر محمد رضا اللہ خان

ڈائرکٹر، سی ڈی او ای، مانو

کورس کا تعارف

عزیز طلبا! کورس ''قدیم دنیا: مصری اور چینی تہذیبیں'' میں خوش آمدید۔ اس کورس میں آپ سمجھیں گے کہ یہ دونوں تہذیبیں کیسے ارتقاپذیر ہوئیں اور کس طرح انہوں نے انسانی علم اور ثقافت کے لیے دیرپا خدمات انجام دیں۔ براہ کرم یاد رکھیں کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں تہذیبوں کا ارتقا اجتماعی انسانی کاوشوں اور فطرت کے ساتھ ان کے مسلسل تعامل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ہمیں اسے سمجھنا چاہیے اور مشترکہ انسانی ورثے کو آگے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حالیہ دور تک، تاریخ کو بادشاہوں اور شہنشاہوں کے عظیم کارناموں/ بداعمالیوں کے طور پر سمجھا جاتا تھا۔ ملکائیں بھی زیادہ تر اپنے عظیم مردوں کے تعلق کی وجہ سے ظاہر ہوئیں۔ دوسرے لفظوں میں، تاریخ کو بادشاہوں اور ریاستوں، شہنشاہوں اور سلطنتوں، کے ناموں کی ایک لمبی فہرست سمجھا جاتا تھا۔ اس میں ان کے ذریعے لڑی جانے والی جنگوں اور ان کی محبوباؤں وغیرہ کا تذکرہ بھی شامل تھا۔ مختصراً، تاریخ کا مطلب سیاسی تاریخ تھا اور بدقسمتی سے یہ سوچ عام لوگوں کے ذہنوں پر ابھی بھی حاوی ہے۔ عام لوگ، محنت کش عوام، جو اصل تاریخ ساز تھے، شاید ہی کبھی تاریخ کے ڈرامے میں نظر آئے۔ لیکن، اب تاریخ کے بارے میں نقطہ نظر بڑی حد تک تبدیل ہو چکا ہے اور اسی لیے تاریخ لکھنے کا طریقہ بھی بدل گیا ہے۔ عام لوگ بشمول مرد وخواتین، نے تاریخ میں اپنے حصے کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب تاریخ کی توجہ حکمرانوں سے رعایا کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔ جیسا کہ تیلگو شاعر سری سری (سری رنگم سری نواس راؤ) نے اپنی نظم میں مناسب طریقے سے بیان کیا ہے، اب مورخین اس کی کھوج کرنا چاہتے ہیں اور 'تاریخ کے اندھیرے میں دبی پڑی سب کہانیوں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ پوچھنے لگے کہ دریائے نیل کی تہذیب میں عام زندگی کیسی تھی اور تاج محل کی تعمیر میں پتھر ڈھونے والے قلی کون تھے اور سلطنتوں کے باہمی جنگوں میں عام لوگوں کی بہادری کیسی تھی۔ نا وہ ڈولی گنتی کی تھی چڑھ بیٹھا جس پر راجا، اس کے واہک کلی کون تھے؟' یہ بے حد ضروری ہے کہ تاریخ کا مطالعہ عام لوگوں کے نقطۂ نظر سے کیا جائے۔ مشہور ادیب جارج اورویل نے تاریخ کو مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ: 'جو ماضی کو قابو کرتے ہیں وہی مستقبل کو قابو کرتے ہیں: جو حال کو قابو کرتے ہیں وہی ماضی کو قابو کرتے ہیں۔' ممتاز مورخ پروفیسر کے ایس ایس شیشن نے زور دیا کہ 'تاریخ کا سماج سے وہی رشتہ ہے جو یادداشت کا فرد سے ہے۔' ودیا واچسپتی ایس ایم باشا کے مطابق جو ماضی کو اچھے سے سمجھتے ہیں، وہ حال کو بہترین طریقے سے سمجھ سکتے ہیں؛ اور اسی طرح ماضی کو اچھے ڈھنگ سے سمجھنے کے لیے حال کا گہرا علم ضروری ہے۔

UGC-DEB کی ہدایات کے مطابق، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے خود اکتسابی مواد لکھنے کے لیے بہترین مصنفین کو راغب کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ یہ نہ صرف آپ کی تعلیمی کارکردگی کے لیے کارآمد ثابت ہوگا بلکہ مختلف مسابقتی امتحانات کو اعتماد کے ساتھ دینے کے قابل بھی بنائے گا۔ ہم شعبہ تاریخ، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم میں، آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ کورس میں ایک بار پھر خوش آمدید۔ میں آپ کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہوں۔

ودیا واچسپتی شیخ محبوب باشا

کورس کوآرڈی نیٹر

قدیم دنیا

مصری اور چینی تہذیبیں

Ancient World

Egyptian and Chinese Civilisations

اکائی 1۔ مصری تہذیب کی ابتدااور توسیع

(Origin and Expansion of Egyptian Civilisation)

اکائی کے اجزا

1.0 تمہید
1.1 مقاصد
1.2 مصری تہذیب کو جاننے کے لئے اہم ماخذ
1.3 مصر کی جغرافیائی حالات
1.4 مصری تہذیب کی ابتدااور ابتدائی مراحل
1.5 سیاسی حالات
1.5.1 قدیم سلطنت
1.5.2 درمیانی سلطنت
1.5.3 نئ سلطنت
1.6 سامراج کی توسیع اور استحکام
1.7 قدیم مصر کی نظام حکومت
1.8 اکتسابی نتائج
1.9 کلیدی الفاظ
1.10 نمونہ امتحانی سوالات
1.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
1.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
1.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

1.0 تمہید (Introduction)

قدیم مصری تہذیب کو دنیا کی قدیم ترین اور عظیم ترین تہذیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ تہذیب دریائے نیل کے کنارے پروان چڑھی، جو موجودہ دور کے مصر میں واقع ہے۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ مصر کی یہ عظیم الشان تہذیب تقریباً پانچ ہزار سال قبل وجود میں آئی، اور اس نے تقریباً تین ہزار سال تک انسانی تمدن پر اپنی چھاپ چھوڑی۔ اس تہذیب نے نہ صرف اپنے دیوہیکل اہرامات (Pyramids)، عظیم الشان مندروں اور فنِ تعمیر کے ذریعے شہرت حاصل کی، بلکہ اس کے مذہبی عقائد، علمی و سائنسی ترقی، ادبی ورثے اور سماجی ڈھانچے نے بھی دنیا کے مختلف تہذیبی مراحل پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

مصری تمدن کی ترقی کا مرکز و محور دریائے نیل تھا، جو ہر سال طغیانی کے نتیجے میں اپنی زرخیز مٹی ارد گرد کے علاقوں میں پھیلا دیتا، جس سے زراعت کو فروغ ملتا اور معیشت مستحکم رہتی۔ نیل محض ایک دریا نہیں، بلکہ اہلِ مصر کی زندگی، ثقافت اور تہذیبی اساس کا بنیادی جزو تھا۔ اسی دریا کے کنارے مصریوں نے ایک منظم ریاست کی بنیاد رکھی، جس کا باقاعدہ آغاز مؤرخین کے مطابق 3100 قبل مسیح میں ہوا، جب مصر کے بالائی (Upper Egypt) اور زیریں (Lower Egypt) حصے متحد ہو کر ایک مرکزی حکومت میں ڈھل گئے۔ قدیم مصری تاریخ کو عمومی طور پر تین بڑے ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے:

- قدیم سلطنت (Old Kingdom)
- درمیانی سلطنت (Middle Kingdom)
- نئی سلطنت (New Kingdom)

قدیم سلطنت (2686BCE-2181BCE) کا زمانہ اہرامات کی تعمیر کے باعث سب سے نمایاں سمجھا جاتا ہے۔ اس دور میں مرکزی حکومت مستحکم تھی، اور فرعونوں نے اپنی طاقت، شان و شوکت اور ابدی زندگی کے تصور کو مجسم کرنے کے لیے جیزہ جیسے عظیم اہرام تعمیر کروائے۔ اسی لیے اس دور کو اہرامات کا عہد بھی کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد درمیانی سلطنت (2055BCE-1650BCE) کا آغاز ہوا، جسے استحکام، تنظیم نو، اور ثقافتی و زرعی ترقی کا دور قرار دیا جاتا ہے۔ اس عہد میں ریاستی نظم و نسق میں بہتری لائی گئی اور مقامی خود مختاریوں پر قابو پا کر مرکزی حکومت کو مضبوط کیا گیا۔ فنونِ لطیفہ، ادب اور مذہب کو نئی جہتیں عطا ہوئیں، اور مصری سماج نے اندرونی طور پر ایک نیا توازن حاصل کیا۔ آخر کار نئی سلطنت (1550BCE-1070BCE) کا دور آیا، جو قدیم مصر کی تاریخ کا سب سے طاقتور، وسیع اور ترقی یافتہ زمانہ تھا۔ اس دور میں مصر ایک بڑی سلطنت کے طور پر ابھرا، جس کی فتوحات نہ صرف افریقہ کے جنوب میں بلکہ ایشیائی علاقوں تک پھیل گئیں۔ اس عہد کے مشہور فرعونوں میں تحتمس سوم، اخناتون، توت عنخ آمون اور رامسس دوم کے نام نمایاں ہیں، جن کی حکمرانی مذہبی اصلاحات، تعمیراتی سرگرمیوں، بین الاقوامی روابط اور فوجی

فتوحات سے بھرپور رہی۔ قدیم مصری تہذیب کی ابتداء، ارتقاء اور وسعت کی یہ مختصر جھلک ہمیں اس بات کا ادراک دلاتی ہے کہ یہ تہذیب انسانی تاریخ کی ایک نہایت اہم اور مؤثر مثال ہے۔ اسی بنیاد پر آئندہ صفحات میں ہم مصری تمدن کے مختلف پہلوؤں جیسے سیاسی نظام، مذہبی عقائد، فنون، معاشرتی ڈھانچے، علم و سائنس اور بین الاقوامی تعلقات پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے، تاکہ اس عظیم تہذیب کا ایک جامع اور مکمل مطالعہ ممکن ہو سکے۔

1.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- مصری تہذیب کی ابتدا اور توسیع کو جان سکیں گے۔
- مصری تہذیب کی جغرافیائی حالات کو جان سکیں گے۔
- مصری تہذیب کے اہم ماخذ کے بارے میں جان سکیں گے۔
- مصری تہذیب کی سیاسی حالات کو جان پائیں گے۔
- مصر کے اہم حکمرانوں کے بارے میں علم حاصل کر سکیں گے۔

1.2 مصری تہذیب کو جاننے کے لئے اہم ماخذ

(Important Sources for Understanding Ancient Egyptian Civilisation)

قدیم مصری تہذیب کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے متعدد تاریخی، آثارِ قدیمہ اور ادبی ذرائع دستیاب ہیں، جو تحقیق و مطالعہ کے لحاظ سے نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ ان ذرائع کی مدد سے ہمیں نہ صرف اس تہذیب کے طرزِ حیات، مذہبی عقائد اور حکومتی نظام کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ اس کے فنون، زبان اور علمی ورثے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ان میں سب سے اہم آثارِ قدیمہ کے وہ مقامات ہیں جہاں سے عظیم اہرامات، مقبرے(Tombs) اور دیگر تاریخی یادگاریں (Monuments) دریافت ہوئی ہیں۔ مصر کے مشہور اہرامات، بالخصوص گیزہ کا عظیم اہرام اور فرعون توتنخمون کا مقبرہ(Tomb of Pharaoh Tutankhamun) اس تہذیب کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان مقامات سے برآمد ہونے والی اشیاء، جیسے ممیاں، دیواری نقاشیاں، مجسمے اور مختلف تحریری مواد، قدیم مصر کی مذہبی، سماجی اور سیاسی زندگی کی تفصیلات فراہم کرتے ہیں۔ اسی طرح مختلف مندروں اور یادگاروں (Temples and Monuments) جیسے لکسر(Luxor) اور ابو سمبل(Abu Simbel) کے مندروں میں موجود تحریریں اور تصویریں نہ صرف اس وقت کے فن اور مذہب کی عکاسی کرتی ہیں بلکہ اس دور کے عقائد، رسومات اور طرزِ حکمرانی کے بارے میں بھی معلومات فراہم کرتی ہیں۔

ان کے علاوہ ایک اور بنیادی ذریعہ قدیم مصر کا تحریری نظام ہے، جسے ہیروگلیفکس(Hieroglyphics) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس رسم الخط میں تصویری علامات (Pictorial symbols) کے ذریعے خیالات اور معلومات کو محفوظ کیا جاتا تھا، اور یہ مذہبی

متون، سرکاری احکامات اور تاریخی واقعات کو تحریر کرنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ ہیرو گلیفکس کی مدد سے ہمیں قدیم مصریوں کی مذہبی سوچ، سیاسی ڈھانچے اور سماجی رویّوں کا علم ہوتا ہے۔ اس تحریری نظام کو سمجھنے میں پتھر روزیٹا(Rosetta Stone) نے کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ ایک پتھر کی تختی تھی جس پر ایک ہی پیغام تین مختلف رسم الخطوں ہیرو گلیفکس، ڈیموٹک، اور یونانی میں تحریر ہوتی تھی۔ اس دریافت نے ماہرینِ لسانیات کو قدیم مصری زبان کو سمجھنے کا موقع فراہم کیا اور یوں ایک طویل عرصے تک پوشیدہ رہنے والی تہذیب کے دروازے تحقیق کے لیے کھل گئے۔

قدیم مصری تہذیب کے فکری و ثقافتی مطالعے کے لیے صرف آثارِ قدیمہ یا تحریری ذرائع ہی نہیں، بلکہ ان کے قدیم ادب، تاریخی بیانات، مجسمہ سازی، مصوری اور قانونی دستاویزات بھی ایک اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں، جو ہمیں اس تہذیب کے مذہبی، سماجی اور سیاسی نظام کی تفہیم میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ قدیم مصری ادب میں بعض اہم متون کو نمایاں حیثیت حاصل ہے، جن میں ہبس متن (Hibis Texts) بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ یہ متن الہبس یا الھیبس مندر میں کندہ ایک دعائیں حمد ہے جو ماٹ دیوی کو وقف ہے۔ یہ متون دراصل مذہبی اور فلسفیانہ نوعیت کے ہیں، جن سے اس دور کی فکری روش، معاشرتی اقدار اور حکومتی نظام کی جھلک ملتی ہے۔ اس کے علاوہ، بعض مصری تحریروں میں سامی ادب کے مظاہر بھی نظر آتے ہیں، جن سے مصریوں کی سماجی زندگی، رسوم و روایات اور مذہبی عقائد کا سراغ ملتا ہے۔ ان تحریروں کی مدد سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ مصری ادب صرف داستانی یا مذہبی ہی نہیں تھا، بلکہ وہ فکری، سماجی اور تہذیبی پہلوؤں کا بھی احاطہ کرتا تھا۔

قدیم مصر کے بارے میں ایک اہم ذریعہ وہ تاریخی بیانات بھی ہیں جو یونانی اور رومی مورخین نے تحریر کیے ہیں۔ یونانی مورخ ہیروڈوٹس(Herodotus) نے مصر کی سیر کے بعد اپنی تحریروں میں اس تہذیب کی کئی تفصیلات قلم بند کیں۔ ان کے بیانات سے ہمیں اس وقت کی ثقافت، رسوم و رواج اور طرزِ حکمرانی کے بعض پہلوؤں پر روشنی ملتی ہے۔ علاوہ ازیں، دیگر یونانی و رومی مصنفین جیسے پلوٹارک (Plutarch) اور دیودوروس(Diodorus) نے بھی مصر کے حکمرانوں اور تہذیب پر تبصرے کیے ہیں۔ اگرچہ ان بیانات میں مفید معلومات موجود ہیں، تاہم جدید محققین ان بیانات کو مکمل طور پر مستند نہیں سمجھتے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان مورخین کو نہ تو قدیم مصری زبان پر عبور حاصل تھا اور نہ ہی وہ مصری یادگاروں کو مکمل طور پر سمجھنے کے قابل تھے۔ ان کے بیانات میں حقیقت اور افسانہ اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ آثارِ قدیمہ کے شواہد کے بغیر انہیں الگ کرنا ممکن نہیں۔

مصری فنونِ لطیفہ، بالخصوص مجسمہ سازی اور دیواری مصوری، بھی اس تہذیب کو سمجھنے کا ایک مؤثر وسیلہ فراہم کرتے ہیں۔ مصری فنکاروں نے اپنے دیوتاؤں، فرعونوں اور اہم تاریخی واقعات کی تصویری شکل میں ترجمانی کی، جس سے نہ صرف مذہبی تصورات کی عکاسی ہوتی ہے بلکہ روزمرہ کی زندگی، لباس، پیشوں اور سماجی طبقوں کا بھی علم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، مصری تہذیب کے مطالعے میں اُن قانونی دستاویزات کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے جو مختلف فرعونوں کے ادوار میں مرتب کی گئیں۔ ان میں قوانین، عدالتی فیصلے اور انتظامی احکامات

شامل ہیں، جیسے ماٹ (Maat) کے اصولوں پر مبنی تحریریں، جو قدیم مصر کے عدالتی، اخلاقی اور حکومتی ڈھانچے کی بنیاد سمجھی جاتی ہیں۔ان قانونی متون سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری معاشرہ صرف مذہب پر ہی نہیں، بلکہ ایک منظم قانونی نظام پر بھی قائم تھا۔ان تمام ذرائع کی مدد سے ہم قدیم مصری تہذیب کو نہایت گہرائی اور جامعیت کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں۔ان شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تہذیب نہ صرف اپنے وقت میں ترقی یافتہ تھی بلکہ اس نے اپنے مذہبی، سماجی اور فکری ورثے کو محفوظ رکھ کر عالمی تاریخ میں ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جو آج بھی انسانی تمدن کی بنیادوں میں نظر آتے ہیں۔

1.3 مصر کی جغرافیائی حالات (Geographical Conditions of Egypt)

مصر کی تاریخ کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے اس کی جغرافیائی خصوصیات کا مطالعہ بے حد اہم ہے۔ یہ ملک افریقہ کے شمال مشرقی کونے میں واقع ہے اور اس کی تہذیب کی بنیاد دریائے نیل پر قائم ہے۔ مصر کے شمال میں بحیرہ روم، مشرق میں بحیرہ احمر، مغرب میں ایک وسیع و عریض صحرا واقع ہے جو عظیم صحارا سے ملحق ہے، جبکہ جنوب میں دریائے نیل کا منبع واقع ہے۔ مصر کا بیشتر رقبہ خشک اور بنجر زمین پر مشتمل ہے، جہاں بارش نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ مغربی حصہ جسے مغربی صحرا کہا جاتا ہے، ریت کے ٹیلوں، چٹانوں اور نخلستانوں پر مشتمل ہے، جب کہ مشرقی حصہ، جو بحیرہ احمر سے دریائے نیل تک پھیلا ہوا ہے، مشرقی صحرا کہلاتا ہے، جہاں کچھ پہاڑی سلسلے بھی موجود ہیں۔ مصر کی سب سے بڑی قدرتی نعمت دریائے نیل ہے، جو اس سرزمین کے قلب سے گزرتا ہے۔ نیل کا بہاؤ جنوب سے شمال کی طرف ہے اور یہ دریا اپنے دہانے پر ایک زرخیز دلدلی علاقہ تشکیل دیتا ہے، جسے ڈیلٹا کہا جاتا ہے۔اس خطے کو زیریں مصر(Lower Egypt) کہا جاتا ہے، جبکہ نیل کے بالائی اور پتھریلے علاقوں کو بالائی مصر(Upper Egypt) کہا جاتا ہے۔ نیل کی سالانہ طغیانی زرخیز مٹی لاتی، جو کاشتکاری کے لیے نہایت موزوں ہوتی، اور یہی مصر کی اقتصادی و تہذیبی زندگی کا بنیادی ذریعہ بن گئی۔

1.4 مصری تہذیب کی ابتدا اور ابتدائی مراحل

(Origin and Early Stages of Egyptian Civilisation)

تقریباً پانچ ہزار سال قبل مسیح، اسی زرخیز وادی میں قدیم مصری تہذیب کا آغاز ہوا۔ دریائے نیل کے کنارے واقع زمین کی زرخیزی نے یہاں زراعت کو فروغ دیا، جس کے نتیجے میں آبادی میں اضافہ ہوا اور لوگ خانہ بدوشی ترک کر کے مستقل آبادی کی طرف مائل ہوئے۔ ابتدائی دور میں یہاں کئی چھوٹے چھوٹے قبائل اور دیہات آباد تھے جن کی معیشت کا انحصار زراعت اور مویشی پروری پر تھا۔ نیل کے پانی نے انہیں خود کفیل بنایا اور تہذیبی ارتقاء کی راہ ہموار کی۔ان قبائل کو بعد میں "نومز"(Nomes) کے نام سے جانا گیا، جو یونانی مؤرخین کی اصطلاح تھی۔ نومز چھوٹی چھوٹی خود مختار اکائیاں تھیں جن میں ہر ایک کا علیحدہ حاکم ہوتا تھا۔ اگرچہ ان کی اصل شناخت کے بارے میں حتمی معلومات دستیاب نہیں، لیکن بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ سامی النسل اقوام کی کچھ شاخیں، ایک طرف سے حبشہ(Ethiopia) اور دوسری طرف سے مغربی ایشیا سے آکر یہاں کی مقامی آبادی میں ضم ہو گئیں اور ان کا امتزاج ہی قدیم مصری تہذیب کی ابتدائی بنیادوں کا سبب

بنا۔ شمالی مصر میں سامی اثرات نہ صرف زبان اور رسم الخط میں پائے جاتے ہیں بلکہ تاریخی بیانات میں بادشاہ نارمر (Narmer) جیسے شخصیات کو بھی سامی نسل سے جوڑا گیا ہے۔

ابتدائی دور میں مصر دو بڑی سیاسی اکائیوں میں منقسم تھا۔" بالائی مصر"، جو جنوبی حصہ تھا، اور "زیریں مصر"، جو شمالی علاقہ کہلاتا تھا۔ یہ دونوں خطے سماجی، ثقافتی اور سیاسی لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ بالآخر، تقریباً 3100 قبل مسیح میں بادشاہ نارمر (جسے بعض یونانی مؤرخین "مینیس" (Menes) کہتے ہیں نے ان دونوں اکائیوں کو متحد کر کے مصر میں ایک مرکزی حکومت قائم کی۔ یہی اتحاد مصری تاریخ کا نقطۂ آغاز اور قدیم مصری تہذیب کی باقاعدہ شروعات تصور کیا جاتا ہے۔ اس اتحاد کے بعد مصر ایک منظم ریاست کی صورت اختیار کر گیا، جہاں حکومت، مذہب، قانون اور فنون کی بنیادیں قائم ہوئیں۔ یہی وہ مرحلہ تھا جہاں سے مصری تہذیب نے ارتقاء کی جانب قدم بڑھایا اور دنیا کی قدیم ترین اور بااثر تہذیبوں میں شامل ہو گئی۔

1.5 سیاسی حالات (Political Conditions)

1.5.1 قدیم سلطنت (Old Kingdom)

قدیم مصری تہذیب کا باقاعدہ آغاز تقریباً 3000 قبل مسیح کے آس پاس ہوا، جب مصر کی مختلف چھوٹی ریاستیں متحد ہو کر ایک مرکزی حکومت کے تحت آ گئیں۔ یہ مرحلہ تاریخ میں ایک نہایت اہم تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوا، جس نے مصر کو ایک منظم ریاست کی حیثیت عطا کی۔ اس ابتدائی دور کو تاریخ میں ابتدائی خاندانی دور (Early Dynastic Period) کہا جاتا ہے، جو تقریباً 3100 قبل مسیح سے 2686 قبل مسیح تک محیط ہے۔ اس زمانے میں دو اہم سلطنتیں برسرِ اقتدار رہیں: پہلی سلطنت اور دوسری سلطنت۔

پہلی سلطنت کے قیام کے ساتھ ہی مرکزی حکومت کی بنیاد رکھی گئی اور ملک کو سیاسی طور پر مستحکم کیا گیا۔ اس دور کی سب سے نمایاں شخصیت بادشاہ مینیس ہیں، جنہیں نارمر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ انہی کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ انہوں نے بالائی (جنوبی) اور زیریں (شمالی) مصر کو یکجا کر کے ایک متحد ریاست قائم کی۔ انہوں نے دریائے نیل کے کنارے واقع میمفس (Memphis) کو اپنا دارالحکومت بنایا، جو بعد ازاں انتظامی، تجارتی اور مذہبی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔ مینیس کو تاریخ میں "ریاست کا بانی" تصور کیا جاتا ہے۔ ان کے بعد بادشاہ اہارو (Hor-Aha) برسرِ اقتدار آئے، جنہوں نے انتظامی ڈھانچے کو مزید منظم کیا اور ایک منظم فوجی نظام قائم کیا۔ ان اقدامات سے مصر کی داخلی استحکام اور بیرونی تحفظ کو فروغ ملا۔ اسی دور میں فرعون کو دیوتا کا درجہ دینا شروع ہوا، اور یوں اسے صرف سیاسی نہیں بلکہ مذہبی اختیار بھی حاصل ہوا، جو مصری ریاست کی نظریاتی بنیاد کا حصہ بن گیا۔

دوسری سلطنت میں حکومت کی تنظیم اور فوجی قوت کو مزید وسعت دی گئی۔ اس دور میں ایسے حکمران سامنے آئے جنہوں نے تعمیرات، فنون، اور مذہبی اداروں کو ترقی دی۔ ان میں نمایاں نام بادشاہ سنیفیرو (King Sneferu) اور بادشاہ جوسر (King

(Djoser) کے ہیں۔ سنیفیرو نے اہرام کی تعمیر کے ابتدائی تجربات کیے اور تین مختلف اقسام کے اہرام تعمیر کروائے، جو بعد میں اعظیم اہرامات کی بنیاد بنے۔ وہ تعمیراتی مہارت اور ریاستی استحکام دونوں لحاظ سے ایک اہم حکمران مانے جاتے ہیں۔ بادشاہ جوسر کا شمار بھی اس دور کی اہم ترین شخصیات میں ہوتا ہے۔ انہوں نے سٹیپ اہرام کی تعمیر کروائی جو قدیم مصر کا پہلا اہرام تصور کیا جاتا ہے۔ یہ اہرام مشہور معمار امہوٹپ (Imhotep) نے ڈیزائن کیا، اور یہی فن تعمیر بعد میں مصری تہذیب کی شناخت بن گیا۔ جوسر کا دور تہذیبی ترقی، مذہبی فکر اور فنونِ لطیفہ کے فروغ کے حوالے سے نمایاں رہا۔ اس پورے ابتدائی دور میں مصر نے کئی اہم تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا۔ سیاسی اتحاد، انتظامی نظم، فوجی استحکام، مذہبی اداروں کی بنیاد، اور اہرام کی شروعات، یہ سب اسی دور کی دین ہیں۔ اگرچہ بعض مقامات پر داخلی کشمکش اور اقتدار کی کشمکش بھی دیکھنے میں آئی، مگر مجموعی طور پر یہ دور مصر کی تہذیبی، سیاسی اور ثقافتی بنیادوں کی تعمیر کا زمانہ تھا۔ یہی بنیادی ڈھانچہ بعد کی سلطنتوں کے لیے ایک مضبوط اور مستحکم بنیاد فراہم کرتا ہے، جس پر مصر کی عظیم سلطنت نے جنم لیا۔

1.5.2 درمیانی سلطنت (Middle Kingdom)

قدیم مصر کی درمیانی سلطنت تقریباً 2055 قبل مسیح سے 1650 قبل مسیح تک قائم رہی۔ یہ دور مصری تاریخ کا ایک اہم اور نسبتاً خوشحال زمانہ تھا، جب مصر نے طویل سیاسی ابتری کے بعد دوبارہ استحکام حاصل کیا۔ اس دور میں فن، ثقافت، مذہب، تجارت اور نظم و نسق کے شعبوں میں غیر معمولی ترقی ہوئی۔ مصر ایک مرتبہ پھر ایک طاقتور، متحد اور منظم سلطنت کے طور پر اُبھرا۔

درمیانی سلطنت کی بنیاد گیارھویں خاندان (11th Dynasty) نے رکھی، جس کا سب سے اہم حکمران فرعون مینٹوہوتپ دوم (King Mentuhotep II) تھا۔ اس نے مصر کو داخلی خلفشار سے نکال کر دوبارہ متحد کیا اور بالائی و زیریں مصر کے درمیان جاری اختلافات کو ختم کر کے ایک مرکزی حکومت قائم کی۔ اس کے دور میں ریاستی نظام کو مستحکم کیا گیا، فوج کو منظم کیا گیا، اور مذہبی اداروں کی از سرِ نو تشکیل کی گئی۔ مینٹوہوتپ دوم کے بعد فرعون مینٹوہوتپ سوم (Mentuhotep III) کے دور میں سلطنت نے مزید استحکام حاصل کیا۔ معیشت مضبوط ہوئی، دریائے نیل کے کنارے تجارتی سرگرمیاں بڑھیں اور ترقیاتی منصوبوں پر توجہ دی گئی۔ اس طرح 11ویں خاندان کے دور میں مصر نے سیاسی وحدت، معاشی بہتری اور ثقافتی احیاء کے نئے مرحلے میں قدم رکھا۔

بعد ازاں بارہویں خاندان (12th Dynasty) برسرِ اقتدار آیا، جسے درمیانی سلطنت کا سنہری دور تصور کیا جاتا ہے۔ اس خاندان میں دو حکمران خاص طور پر نمایاں ہوئے: سینوسریٹ اول (Senusret I) اور سینوسریٹ سوم (Senusret III)۔ سینوسریٹ اول نے 1971 قبل مسیح سے 1926 قبل مسیح تک حکومت کی۔ اس نے اپنے والد امنمحات اول (Amenemhat I) کے قائم کردہ نظم و نسق کو مزید بہتر بنایا اور سلطنت کو ایک مضبوط مرکزی حکومت کے تحت منظم کیا۔ مقامی سرداروں کی طاقت کو محدود کیا گیا، اور سرکاری افسران کی تقرری میں شفافیت اور اہلیت کو ترجیح دی گئی، جس سے حکومتی امور میں بہتری آئی۔ اس کے ساتھ ہی سینوسریٹ اول نے تجارتی تعلقات کو وسعت دی اور نوبیا و شام جیسے علاقوں کے ساتھ سفارتی روابط قائم کیے، جن سے سلطنت کو نہ صرف اقتصادی فائدہ حاصل ہوا بلکہ

ثقافتی تبادلہ بھی ممکن ہوا۔ نوبیا کے ساتھ تجارتی راستے کھولے گئے، جس سے قیمتی معدنیات سلطنت میں داخل ہوئیں۔ اسی دوران اس نے نوبیا کے خلاف فوجی مہمات چلائیں اور اس خطے کو مکمل طور پر مصری سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس علاقے میں قلعے تعمیر کیے گئے تاکہ مصر کی جنوبی سرحدوں کو محفوظ بنایا جاسکے۔

سینوسریٹ سوم (Senusret III) 12ویں خاندان کا سب سے مؤثر اور طاقتور حکمران سمجھا جاتا ہے، جس نے 1878 قبل مسیح سے 1839 قبل مسیح تک حکومت کی۔ اس کے دور کو وسطی سلطنت کی تاریخ کا عروج کہا جاتا ہے۔ سینوسریٹ سوم کی سب سے بڑی کامیابی نوبیا کی مکمل فتح تھی۔ اس نے وہاں کئی قلعے تعمیر کروائے اور جنوبی علاقوں میں مصری اثر و رسوخ کو پائیدار بنادیا۔ نوبیا کے معدنی ذخائر سلطنت کی خوشحالی کا سبب بنے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے انتظامی اصلاحات کیں، جن کے ذریعے مرکزی حکومت کو مزید مضبوط کیا گیا۔ افسران پر سخت نگرانی رکھی گئی اور سلطنت میں نظم و قانون کو یقینی بنایا گیا۔ ثقافتی اور مذہبی لحاظ سے بھی سینوسریٹ سوم کا دور خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس نے امون را جیسے دیوتاؤں کے مندروں کی تعمیر کرواکر مذہبی نظام کو فروغ دیا۔ اس دور میں فنِ تعمیر، مجسمہ سازی اور مصوری کو نئی جہتیں ملیں۔ بین الاقوامی سطح پر بھی سینوسریٹ سوم نے شام اور ہتی سلطنت کے ساتھ تعلقات قائم کیے اور مصر کو عالمی سطح پر ایک طاقتور ریاست کے طور پر منوایا۔

1.5.3 نئی سلطنت (New Kingdom)

نئی بادشاہی کا دور اور سامراج کا عروج (1070–1550 قبل مسیح)

قدیم مصر کی تاریخ میں نئی بادشاہت کا دور، جس کا آغاز تقریباً 1550 قبل مسیح میں ہوا، مصری سامراج کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس دور میں مصر نہ صرف اندرونی طور پر مستحکم ہوا بلکہ ایک بڑی اور بااثر سلطنت کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ مصر کی سرحدیں وسیع ہوئیں اور اس نے ایشیائی و افریقی خطوں میں اپنی بالادستی قائم کی۔ اس دور میں مصری حکمرانوں نے شام، فلسطین اور نوبیا جیسے علاقوں میں وسیع فوجی مہمات چلائیں اور ان خطوں کو سلطنت میں شامل کر لیا۔ نوبیا نہ صرف ایک اہم تجارتی مرکز تھا بلکہ معدنی وسائل کے اعتبار سے بھی مصر کے لیے بہت قیمتی خطہ تھا۔ ان فتوحات کے ذریعے نہ صرف سرحدوں کو وسعت ملی بلکہ مصر کی فوجی طاقت اور معاشی حیثیت بھی مضبوط ہوئی۔ مصری افواج اس زمانے میں منظم، تربیت یافتہ اور جدید ہتھیاروں سے لیس تھیں، جنہوں نے مسلسل فتوحات کی بنیاد پر مصر کو بین الاقوامی سطح پر ایک عظیم سلطنت بنادیا۔

اس سامراجی عروج میں ایک نمایاں نام ملکہ حتشپسوت (Hatshepsut) کا بھی ہے، جو اٹھارویں خاندان کی حکمران تھی۔ چونکہ اس وقت مصر میں صرف مرد کو فرعون بننے کی اجازت تھی، اس لیے حتشپسوت نے خود کو مرد کے طور پر پیش کیا۔ اس نے مردوں کا لباس پہنا، اپنے مجسمے میں داڑھی اور مردانہ خدوخال کے ساتھ دکھایا گیا، اور خود کو فرعون کے طور پر منوایا۔ اس نے اپنی حکمرانی کو مستحکم کرنے کے لیے افسانوی قصے بھی عام کیے، جن میں اسے طاقتور اور مردانہ صفات کا حامل حکمران دکھایا گیا۔

حتشپسوت کا دورِ امن، تعمیر و ترقی اور بین الاقوامی تجارت کا زمانہ تھا۔ اس نے "پنت" (Punt) نامی علاقے کے ساتھ ایک مشہور تجارتی مہم بھی چلائی، جہاں سے مصر کے لیے لوبان، ہاتھی دانت، سونا اور بندر جیسی قیمتی اشیاء درآمد کی گئیں۔ یہ تجارتی سرگرمیاں مصر کی معیشت کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوئیں اور اس کی عالمی اہمیت میں اضافہ ہوا۔ حتشپسوت نے کرناک (Karnak Temple) کے تباہ شدہ مندروں کی مرمت کروائی، نامکمل عمارتوں کو مکمل کیا، اور اپنے لیے ایک شاندار مقبرہ بھی بنوایا۔ کرناک کا مندر خاص طور پر آمون-رع (Amun-Ra) دیوتا کے لیے وقف تھا، لیکن یہاں موت (Mut) اور خونسو (Khonsu) جیسے دیگر دیوتاؤں کی پرستش بھی ہوتی تھی۔ حتشپسوت نے اپنے بیس سالہ دورِ حکومت میں مصر کی عظمت، عزت اور ثقافتی شان کو برقرار رکھا، اور خود کو تاریخ کی کامیاب ترین خواتین حکمرانوں میں شامل کر لیا۔

نئی سلطنت کے اس دور کا ایک اور نمایاں حکمران رامسیس دوم (Ramses II) تھا، جسے اکثر رامسیس دی گریٹ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کا دورِ حکومت (1279–1213 قبل مسیح) مصر کے سامراجی عروج کی بہترین مثال ہے۔ رامسیس دوم نے کادیش کی جنگ (Battle of Kadesh) میں ہٹی سلطنت (Hittite Empire) کے خلاف ایک اہم جنگ لڑی، جو قدیم دنیا کی سب سے بڑی جنگوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ جنگ فیصلہ کن نہ تھی، مگر اس کے بعد دونوں طاقتوں کے درمیان ایک امن معاہدہ طے پایا، جسے دنیا کی تاریخ کا پہلا تحریری سفارتی معاہدہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مصری حکمران صرف جنگی فتوحات پر ہی انحصار نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ سفارت کاری اور سیاسی بصیرت کے ذریعے بھی اپنے مفادات کا تحفظ کرتے تھے۔ رامسیس دوم نے نہ صرف جنگوں میں کامیابی حاصل کی، بلکہ سینا، فلسطین اور شام کے علاقوں پر بھی اپنا تسلط قائم کیا۔ اس کے دور میں تعمیرات کے کئی بڑے منصوبے مکمل ہوئے، جن میں ابو سمبل کے عظیم مندروں کی تعمیر بھی شامل ہے، جو آج بھی مصری فنِ تعمیر اور طاقت کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

نئی بادشاہت کا دور مصر کی تاریخ میں عظمت، فتوحات، تعمیرات، تجارت اور سفارت کاری کا سنہری باب ہے۔ اس دور کے فرعونوں نے اپنی سیاسی بصیرت، فوجی طاقت اور ثقافتی خدمات سے مصر کو قدیم دنیا کی ایک ناقابلِ تسخیر سلطنت میں بدل دیا۔ چاہے وہ حتشپسوت کی کامیاب حکمرانی ہو یا رامسیس دوم کے عظیم معاہدے، یہ سب مصر کی تاریخ کے ایسے سنگِ میل ہیں جو آج بھی اس تہذیب کی شان کو بیان کرتے ہیں۔

1.6 سامراج کی توسیع اور استحکام

نوبیا اور نیل کے ذرائع: مصر نے بھی نوبیا کو کنٹرول کیا۔ نوبیا، جو آج کے سوڈان میں واقع ہے، قدیم مصر کے لیے اہم معدنی وسائل کا ذریعہ تھا۔ سینوسریٹ سوم جیسے حکمرانوں نے نوبیا کے علاقوں کو مکمل طور پر مصری سلطنت میں شامل کر لیا۔ مصری حکمرانوں نے شام اور فلسطین (کنعان) کے علاقوں میں بھی اپنا اثر و رسوخ بڑھایا اور یہ علاقہ سلطنت کا ایک اہم حصہ بن گیا۔ ان علاقوں پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے کئی فوجی مہمات چلائی گئیں اور وہ تجارت اور وسائل کے لیے انتہائی اہم تھیں۔

مصری سامراج نہ صرف فوجی توسیع کا باعث بنی بلکہ سلطنت نے تجارتی راستوں کو بھی کنٹرول کیا اور دوسری تہذیبوں کے ساتھ ثقافتی، مذہبی اور تجارتی روابط قائم کیے۔ اس سامراج نے مصر کی دولت اور وسائل میں اضافہ کرنا تھا، اس طرح خوشحالی اور خوشحالی میں اضافہ کرنا تھا۔ مصر میں سامراج کا آغاز ایک طویل عمل تھا، جو وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا گیا۔ ابتدائی طور پر، مصر نے اپنی سلطنت کی حفاظت اور حدود کو بڑھایا، لیکن سامراجیت نئی بادشاہی کے دور (1550-1070 قبل مسیح) میں اپنے عروج پر پہنچ گئی، جس نے مصر کو ایک اہم سلطنت بنا دیا۔ رامیسس دوم اور سینسوریٹ سوم جیسے حکمرانوں نے فوجی مہمات اور سفارتی معاہدوں کے ذریعے مصر کو ایک عظیم سلطنت کے طور پر قائم کیا۔

1.7 قدیم مصر کی نظامِ حکومت (Administrative System of Ancient Egypt)

قدیم مصری تہذیب میں فرعون نہ صرف بادشاہ بلکہ ایک دیوتا کی حیثیت رکھتا تھا۔ فرعون کو زمینی خدا تصور کیا جاتا تھا اور اس کے تحت حکومت کی تمام تر شکل مرکزی نظام پر مبنی تھی۔ فرعون ہی ریاست کا سب سے بڑا مذہبی، سیاسی اور سماجی رہنما ہوتا اور تمام اہم فیصلوں کا مرکز اُسی کی ذات ہوتی تھی۔ مصری تہذیب کی تشکیل میں ان کے مذہب اور ثقافت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ قدیم دور میں جب مصر کا دارالحکومت(Capital) تھینس(Thinis) سے منتقل کر کے میمفس(Memphis) میں قائم کیا گیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ میمفس حکمرانی اور انتظامی امور کے لیے زیادہ موزوں اور مفید جگہ سمجھی جاتی تھی۔"نوم"(Nome) کا لفظ قدیم مصر میں صوبے (Province) کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ ہر نوم (صوبہ) کا الگ نظم و نسق ہوتا تھا اور وہاں ایک صوبائی حاکم (Provincial Governor) مقرر ہوتا تھا۔ ابتدا میں یہ حاکم بادشاہ کے تابع اور اختیارات میں محدود تھے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ (تقریباً 2420تا2280 قبل مسیح) وہ طاقتور اور نیم خود مختار(semi-independent) ہوگئے، یہاں تک کہ بعض نے بادشاہ کی نافرمانی کا بھی حوصلہ دکھایا۔ اس کے باوجود بادشاہی اقتدار(Royal Authority) کا ایسا رعب و دبدبہ قائم رہا کہ سلطنت میں استحکام متاثر نہ ہو سکا۔ اس رعب کی ایک بڑی وجہ مصر کے عوام میں پائی جانے والی مذہبی عقیدت(Religious Sentiment) تھی۔ بادشاہ کو نہ صرف خدا کا بیٹا(Son of God) سمجھا جاتا تھا بلکہ اسے خود ایک دیوتا(Deity) کی حیثیت بھی حاصل تھی۔ وہی مذہب کا اعلیٰ ترین پیشوا(High Priest)، افواج کا سپہ سالار(Commander-in-Chief) اور عدلیہ کا سربراہ(Chief Justice) ہوتا تھا۔ تخت کا وارث عام طور پر بادشاہ کی شاہی ملکہ (Queen) سے پیدا ہونے والا بیٹا ہوتا، لہٰذا سلطنت کی نظم و نسق موروثی (Hereditary) ہوتی تھی، جس میں کسی نئے خاندان کے لیے اقتدار حاصل کرنا تقریباً ناممکن تھا۔

مصر میں بادشاہ کے احکامات پر عمل درآمد کے لیے ایک وسیع اور منظم افسر شاہی(Bureaucracy) موجود تھی۔ انتظامیہ میں ہر طبقے کے افراد شامل کیے جا سکتے تھے، چاہے وہ کسی بھی سماجی درجہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ ابتدائی دور میں نوم کے گورنر براہِ راست بادشاہ کی طرف سے مقرر کیے جاتے تھے، اور اکثر ان کا انتخاب مقامی اشرافیہ میں سے کیا جاتا تھا۔ لیکن بعد میں یہ عہدے بھی موروثی ہو گئے۔ ایک

صوبائی گورنر نہ صرف انتظامی امور سنبھالتا بلکہ وہی سپہ سالار (Military Commander)، مالیات کا نگران (Revenue Officer)، آبپاشی (Irrigation) کا ناظم اور عدالت کا سربراہ (Chief Judge) بھی ہوتا تھا۔ اس کے فیصلوں کے خلاف بادشاہ کے مقرر کردہ وزیر (Minister) کے پاس اپیل کی جاسکتی تھی۔ وزیرِ اعظم (Vizier) کا عہدہ عام طور پر شاہی خاندان کے افراد کو دیا جاتا تھا۔ مصر کی سلطنت میں دو اہم وزیر ہوتے تھے: ایک شمالی (Northern Egypt) کے لیے اور دوسرا جنوبی (Southern Egypt) کے لیے۔ چوتھے خاندان (Fourth Dynasty) کے دور میں وزراء کے عہدے کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اگرچہ وہ بادشاہ کے بعد سب سے اعلیٰ عہدہ رکھتے تھے، ان کے بنیادی فرائض میں عدلیہ کی سربراہی (Judicial Administration) اور ریاستی دستاویزات کا ریکارڈ (Record Keeping) شامل تھے۔ اس کے علاوہ دیگر اہم عہدیداروں میں خزانچی (Treasurer) اور وزیرِ زراعت (Minister of Agriculture) شامل تھے، جن کے ذمے فوج، مالیات، زراعت، اور ریاستی امور کی ذمہ داریاں بھی تفویض کی جاتی تھیں۔ روزانہ ان افسران کو بادشاہ کے سامنے سلطنت کے امور کی رپورٹ پیش کرنی پڑتی تھی۔ وزراء میں سے ایک دارالحکومت میں مقیم ہوتا، جو بادشاہ کی غیر موجودگی میں حکومت چلاتا، جبکہ دوسرا ہیلیوپولس (Heliopolis) میں قیام پذیر ہوتا اور زیریں مصر (Lower Egypt) کی نگرانی اس کے سپرد ہوتی۔ اس وقت مصر کے تقریباً 55 نوم (صوبے) تھے، جن کے گورنروں کی کارکردگی پر نظر رکھنا وزیر کا خاص فرض تھا۔

ہر شہر اور نوم میں اپنا عدالتِ قانون (Local Court) قائم تھا، اور ان عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل طیبہ (Thebes) کے وزیرِ اعلیٰ کی عدالت میں کی جاسکتی تھی۔ مصر میں ڈاک اور چوکی (Postal and Checkpoint System) کا بھی مناسب بندوبست تھا، جس سے عدالتی اور انتظامی کاموں میں سہولت پیدا ہوئی۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ مصر میں فوجداری یا مالی مقدمات (Criminal and Civil Cases) کی سماعت پجاریوں (Priests) یا مذہبی رہنماؤں کے سپرد نہیں کی جاتی تھی، جس سے انتظامی و عدالتی نظام کی دنیاوی حیثیت ظاہر ہوتی ہے۔ مصر میں تحریری قوانین (Codified Laws) کا باقاعدہ نفاذ آٹھویں صدی قبل مسیح میں ہوا، جب کہ میسوپوٹیمیا (Mesopotamia) میں یہ عمل صدیوں پہلے مکمل ہو چکا تھا۔ ابتدائی دور میں مصر کے نوم پر حکومت اشرافیہ (Nobles) اور بڑے زمینداروں (Landlords) کے ہاتھ میں تھی، لیکن جیسے جیسے ان کے عہدے موروثی بنے، جاگیردارانہ نظام (Feudalism) کو فروغ ملا۔ تاہم بیرونی حملوں اور بادشاہی اقتدار کے دوبارہ قیام کے بعد یہ پرانی انتظامی ڈھانچے ٹوٹ گئے، اور نوموں پر حکومت بادشاہ کے مقرر کردہ نمائندوں (Royal Appointees) کے ذریعے ہونے لگی۔ قدیم مصری ریاست کا نظامِ حکومت اپنی عہدِ قدامت کے اعتبار سے حیرت انگیز حد تک ترقی یافتہ تھا۔ ہندوستان میں ایسا منظم نظام حکومت موریہ سلطنت کے دور تک قائم نہ ہو سکا، اور یورپ میں بھی رومن سلطنت کے ظہور تک اس کی نظیر نہیں ملتی۔ تاہم، دنیا کی تمام مطلق العنان حکومتوں کی طرح، اس نظام کی کامیابی بھی فرماں روا کی ذاتی اہلیت و قابلیت پر موقوف تھی۔

دوسری جانب، مصری سلطنت کی عسکری طاقت نہایت کمزور تھی۔ غالباً ملک کی قدرتی سرحدوں اور جغرافیائی رکاوٹوں کے باعث فرعون خود کو مکمل طور پر محفوظ تصور کرتے تھے، جس بنا پر وہ باقاعدہ مستقل فوج رکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ چنانچہ وہ مکمل طور پر مندروں اور صوبوں کی افواج پر انحصار کرتے تھے۔ یہ صوبائی افواج اکثر اوقات عوامی تعمیراتی کاموں میں مصروف رہتی تھیں۔ جب کوئی شدید فوجی بحران در پیش آتا، تو فرعون ان افواج کو فوراً مجتمع کر کے کسی موزوں عہدیدار کے سپرد کر دیتے۔ چونکہ اُن کے پاس باقاعدہ تربیت یافتہ فوجی افسران موجود نہ ہوتے، اس لیے سول افسران ہی فوجی قیادت کی ذمہ داریاں بھی سنبھالتے تھے۔ اسی سبب اگر کبھی فرعون نااہل ثابت ہوتا، تو صوبائی گورنروں کا اقتدار کا خواہش مند ہو جانا اور بغاوت کا جذبہ پیدا کرنا ایک معمول کی بات سمجھی جاتی تھی۔

1.8 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

قدیم مصری تہذیب دریائے نیل کے کنارے ابھری، جہاں قدرتی وسائل کی کثرت اور زراعت کے لیے سازگار ماحول نے اس کی ترقی کی حوصلہ افزائی کی۔ یہ تہذیب 3000 قبل مسیح میں موجود تھی۔ یہ تقریباً 100 قبل مسیح میں قائم ہوا اور اس کا سیاسی اور ثقافتی مرکز فرعونوں کے دور حکومت میں تیار ہوا۔ مصری تہذیب کی ترقی مذہبی، ثقافتی اور تکنیکی نقطہ نظر سے اہم تھی، جس میں عظیم کامیابیاں جیسے اہرام، ممیاں، اور تحریری نظام شامل ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ، مصر نے اپنی سرحدوں کو وسیع کیا، خاص طور پر جنگوں اور سفارت کاری کے ذریعے۔ اس کا اثر نہ صرف افریقہ بلکہ مشرق وسطیٰ اور بحیرہ روم کے علاقوں تک پھیلا۔ مصری تہذیب کی خدمات انسانیت کے لیے انتہائی اہم تھیں، خاص طور پر ادب، حساب، طب اور فن تعمیر کے شعبوں میں۔ مجموعی طور پر، قدیم مصری تہذیب نے اپنی مضبوط انتظامیہ، ثقافتی ورثے اور تجارتی تعلقات کے ذریعے ترقی اور توسیع کی، اور اسے قدیم دنیا کی سرکردہ تہذیبوں میں سے ایک بنا دیا۔

1.9 کلیدی الفاظ (Keywords)

میمفس : متحدہ مصر کی پہلی دارالاسلطنتنوم :ایک اندازے کے مطابق ابتدا میں مصر کے دریا کے کناروں پر مختلف خاندانوں کے لوگ آباد ہوئے تھے، جن کے رہن سہن، افکار، تنظیم وغیرہ میں بہت زیادہ مماثلت رہی ہوگی۔ یونانی ان خاندانوں کو "Nomes" کہتے تھے۔

پتھر روزیٹا : ایک اہم ذریعہ ہے جو hieroglyphics کو سمجھنے میں مدد گار ثابت ہوا ہے۔ یہ ایک پتھر کی تختی تھی جس پر ایک ہی پیغام تین مختلف رسم الخط (hieroglyphics، Demotic اور Greek) میں لکھا ہوا تھا

ہیروگلیفکس : قدیم مصری تہذیب کی رسم الخط

اہرام : اہرام (Pyramid) ایک مخروطی شکل کی عظیم الشان عمارت کو کہتے ہیں جو قدیم مصر میں فرعونوں کی قبروں کے طور پر تعمیر کی جاتی تھی۔

1.10 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

1.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. قدیم مصری تاریخ کو متحد کرنے کا سہرا کس بادشاہ کے سر جاتا ہے، جسے مینیس بھی کہا جاتا ہے؟

(الف) جوسر (ب) نارمر (ج) سنیفیرو (د) مینٹو ہوتپ دوم

2. قدیم مصری سلطنت (Old Kingdom) کا دور کس اہم تعمیراتی کارنامے کی وجہ سے "اہرامات کا عہد" بھی کہلاتا ہے؟

(الف) کرناک مندر کی تعمیر (ب) ابو سمبل مندر کی تعمیر (ج) جیزہ کے عظیم اہرام کی تعمیر (د) سٹیپ اہرام کی تعمیر

3. درمیانی سلطنت (Middle Kingdom) کے کس فرعون نے مصر کو داخلی خلفشار سے نکال کر دوبارہ متحد کیا اور مرکزی حکومت قائم کی؟

(الف) سینوسریٹ اول (ب) سینوسریٹ سوم (ج) مینٹو ہوتپ دوم (د) امنمحات اول

4. کس خاتون فرعون نے نئی سلطنت کے دوران مردانہ لباس پہن کر حکومت کی اور پنت کے ساتھ تجارتی مہم چلائی؟

(الف) نفرتیتی (ب) کلیوپیٹرا (ج) حتشپسوت (د) آمن ہاٹپ

5. قدیم مصر میں صوبے یا انتظامی اکائی کو کیا کہا جاتا تھا؟

(الف) ڈیلٹا (ب) نوم (ج) اہرام (د) میمفس

1.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. مصری تہذیب کی جغرافیائی حالات کا جائزہ لیں۔
2. مصری تہذیب کے مطالعہ کے لئے آثار قدیمہ ماخز پر روشنی ڈالیں۔
3. مصری تہذیب کو متحد کرنے میں نارمر کے کردار کا جائزہ لیں۔

1.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. مصری تہذیب کی جغرافیائی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ابتدائی مراحل پر نوٹ لکھیں۔
2. قدیم مصر کی درمیانی سلطنت نے مصر کو مضبوط کرنے میں کیا رول ادا کیا، وضاحت کریں۔

اکائی 2۔ معاشرہ، معیشت اور مذہبی زندگی

(Society, Economy and Religious life)

اکائی کے اجزا

2.0 تمہید

2.1 مقاصد

2.2 سماجی حالات

2.2.1 فرعون

2.2.2 امیر یا اعلیٰ طبقہ

2.2.3 خواتین کا مقام

2.2.4 اخلاقیات و جنسی رویّے

2.2.5 قدیم مصر کے مذہبی، صنعتی، زرعی و تجارتی طبقے

2.3 معاشی حالات

2.3.1 زراعت

2.3.2 تجارت

2.3.3 قدیم مصر میں صنعت و دستکاری

2.3.4 قدیم مصری تہذیب میں ٹیکس اور مزدوری

2.4 مصر کی مذہبی زندگی

2.4.1 مصری دیوی دیوتاؤں کی کثرت

2.4.2 مندر اور عبادت کے طریقے

2.4.3 مصری تہذیب میں آخرت کا تصور

2.4.4 مصری مذہب میں پجاریوں کا کردار اور فرعون اخناتون کی اصلاحی تحریک

2.4.5 قدیم مصر کے اہم دیوتا

2.5 اکتسابی نتائج

2.6 کلیدی الفاظ

2.7 نمونہ امتحانی سوالات

2.0 تمہید (Introduction)

قدیم مصری تہذیب کو دنیا کی قدیم ترین اور عظیم ترین تہذیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ تہذیب تقریباً پانچ ہزار سال قبل دریائے نیل کے کنارے پروان چڑھی، اور اپنے عہد میں علم، فن، مذہب اور معیشت کے میدان میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ مصری تمدن نہ صرف اپنے فنِ تعمیر، سائنسی ترقیات اور مذہبی تصورات کے لیے مشہور تھا، بلکہ اس کا سماجی اور معاشی نظام بھی نہایت منظم، مستحکم اور طبقاتی ساخت پر مبنی تھا۔ مصری سماج ایک واضح طبقاتی ڈھانچے پر مشتمل تھا، جس میں فرعون کو خدائی حیثیت حاصل تھی اور وہ سماجی، سیاسی اور مذہبی تمام معاملات کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ فرعون کے بعد کاہن (Priest)، امراء، افسران، سپاہی، کاریگر، تاجر، کسان اور مزدور آتے تھے۔ ہر طبقہ اپنی مخصوص ذمے داریوں کے ساتھ معاشرتی نظم و ضبط میں اپنا کردار ادا کرتا تھا۔ خاندان کو سماجی زندگی کی بنیاد سمجھا جاتا تھا اور عورتوں کو بعض پہلوؤں میں خاص آزادی اور حقوق حاصل تھے، جو دیگر قدیم تہذیبوں کے مقابلے میں منفرد بات ہے۔

معیشت کی بنیاد زراعت، تجارت، دستکاری اور کان کنی پر رکھی گئی تھی۔ دریائے نیل کی وجہ سے زمین زرخیز تھی، جہاں گندم، جو، کتان اور دیگر فصلیں کاشت کی جاتی تھیں۔ مصری اقوام میسوپوٹیمیا، فارس اور بحیرہ روم کے آس پاس کے علاقوں سے تجارت کرتی تھیں اور لکڑی، سونا، پتھر، زیورات اور کپڑے جیسی اشیاء کا لین دین عام تھا۔ تجارت نے نہ صرف اقتصادی استحکام میں بلکہ ثقافتی تبادلے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ مصری معاشرہ مذہبی رجحانات سے بھرپور تھا۔ ان کے عقائد میں متعدد خداؤں کو مرکزی مقام حاصل تھا۔ رع (سورج دیوتا)، اوسیرس (مردوں کا دیوتا)، آئسس (زرخیزی اور مادری محبت کی دیوی)، اور انوبس (ممی سازی اور مرنے والوں کا محافظ) جیسے دیوتاؤں سے متعلق عقائد نے ان کی تہذیب، ثقافت اور روزمرہ زندگی کو گہرے طور پر متاثر کیا۔ ان ہی عقائد کی بنیاد پر مذہبی رسومات، تدفین کے طریقے، اور اہرامات کی تعمیر عمل میں آئی۔ مصریوں نے اپنی تحریری زبان، ہیروگلیف کے ذریعے مذہبی، معاشی اور سماجی معلومات کو محفوظ کیا۔ یہ رسم الخط نہ صرف عبادات اور مذہبی متون کی ترجمانی کے لیے استعمال ہوتا تھا بلکہ روزمرہ کے انتظامی معاملات، تجارت، زراعت اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں بھی ایک مؤثر ذریعہ تھا۔ یہ تحریری نظام مصری تہذیب کی علمی اور فکری ترقی کی علامت بن گیا۔

اہرامات، مقبرے، دیواروں پر نقش و نگار، اور دیگر فنونِ لطیفہ کے مظاہر آج بھی اس عظیم تمدن کی روحانی، سماجی اور فکری عظمت کی گواہی دیتے ہیں۔ ان آثارِ قدیمہ نے نہ صرف ماضی کے دریچوں کو روشن کیا بلکہ دنیا بھر کے محققین اور ماہرینِ آثارِ قدیمہ کو حیرت میں مبتلا کر دیا۔ یہ ابتدائی جائزہ اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ قدیم مصری تہذیب ایک مربوط سماجی، اقتصادی اور مذہبی ڈھانچے پر قائم تھی۔ انہی پہلوؤں ـــــ یعنی مصری معاشرہ، معیشت اور مذہب ـــــ پر آئندہ ابواب میں تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔

2.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- مصری تہذیب کی سماجی حالات کا جائزہ لے پائیں گے
- سماج میں میں فرعون (مصری حکمراں) کی حیثیت کو سمجھ سکیں گے۔
- معاشی حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ مصر کی زراعت، تجارت، صنعت اور کاروبار پر اپنی رائے کا اظہار کر سکیں گے۔
- مصری تہذیب کی مذہبی عقائد، رسومات، اوران کے عبادت گاہوں کا تجزیہ کر سکین گے۔

2.2 مصری تہذیب کے سماجی حالات (Social Conditions of Egyptian Civilisation)

قدیم مصری سماجی نظام نہایت منظم، ہم آہنگ اور تدریجاً ارتقاء پذیر تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس میں تبدیلیاں اور بہتری آتی گئیں، جس سے معاشرتی ڈھانچہ مزید پختہ اور پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ مصری معاشرہ ایک واضح طبقاتی نظام پر قائم تھا، جہاں ہر طبقے کے مخصوص فرائض، حقوق اور مقام متعین تھے۔ ان طبقات کو نہ صرف سماجی حیثیت حاصل تھی بلکہ وہ ریاستی، مذہبی، ثقافتی اور اقتصادی سرگرمیوں میں بھی فعال کردار ادا کرتے تھے۔ ہر طبقہ اپنے دائرۂ کار میں مصری تمدن کے تسلسل و ترقی میں شریک تھا۔ اس باب میں ہم قدیم مصر کے سماجی نظام کا تفصیلی مطالعہ کریں گے، مختلف سماجی طبقات کا تجزیہ پیش کریں گے، اور یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ مصری معاشرہ اپنے داخلی نظم، ثقافتی روایتوں اور مذہبی عقائد کے تحت کس طرح ارتقاء کی منازل طے کرتا رہا۔

2.2.1 فرعون (Pharaoh)

قدیم مصر میں فرعون کو سب سے اعلیٰ، طاقتور اور مقتدر حکمران تصور کیا جاتا تھا۔ اسے محض ایک بادشاہ کے طور پر نہیں بلکہ ایک دیوتا کے روپ میں دیکھا جاتا تھا۔ اس کی حیثیت محض سیاسی اور عسکری قائد تک محدود نہ تھی بلکہ وہ مذہبی، ثقافتی اور سماجی زندگی کا بھی مرکز تھا۔ فرعون کی ذات مصری عقیدے، اقتدار اور تہذیب کا مجسمہ تصور کی جاتی تھی۔ فرعون کو خداؤں اور انسانوں کے درمیان واسطہ سمجھا جاتا تھا۔ عوام اسے خدا کا نمائندہ یا مظہرِ الٰہی مانتے تھے اور اس کے احکامات کو دیوتاؤں کا حکم سمجھ کر قبول کرتے تھے۔ اس کی حکومت مطلق العنان تھی، جس میں تمام سیاسی، فوجی اور مذہبی فیصلے اسی کی مرضی سے صادر ہوتے تھے۔ ہر شہری پر لازم تھا کہ وہ فرعون کے احکامات کی اطاعت کرے، کیونکہ نافرمانی کو مذہبی اور ریاستی جرم گردانا جاتا تھا۔ فوجی میدان میں بھی فرعون کا کردار نہایت فعال اور فیصلہ کن تھا۔ وہ نہ صرف ریاست کا محافظ تھا بلکہ فوج کا سربراہ بھی تھا، جو بیرونی حملوں سے سلطنت کا دفاع کرتا اور داخلی بغاوتوں کو کچلتا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ قدرتی وسائل، خصوصاً دریائے نیل کے پانی اور زمین کی تقسیم پر بھی مکمل اختیار رکھتا تھا، جس سے اس کی اقتصادی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مصری معاشرے میں مذہب کو مرکزی اہمیت حاصل تھی اور فرعون مذہبی معاملات میں بھی اپنا اعلیٰ ترین مقام رکھتا تھا۔ وہ اعظیم

معابد تعمیر کرواتا، مذہبی رسومات کی نگرانی کرتا اور خود کو دیوتا کے طور پر پیش کرواتا۔ فرعون کو "اعلیٰ کاہن "(High Priest) کی حیثیت حاصل تھی، جو خدائی احکام کی تعمیل اور مذہبی رسوم کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ قدیم مصری عقائد کے مطابق، فرعون کی روح اور جسم دونوں لافانی تصور کیے جاتے تھے۔ اسی عقیدے کے تحت اس کے جسم کو "ممی" بنانے کا اہتمام کیا جاتا تھا تاکہ وہ مرنے کے بعد بھی اپنی روحانی حیثیت برقرار رکھ سکے۔ اعظیم الشان اہرامات اسی مقصد کے لیے تعمیر کیے جاتے تھے، جو نہ صرف اس کی قبر ہوتے تھے بلکہ اس کے ابدی اقتدار کی علامت بھی سمجھے جاتے تھے۔

فرعون کے زیرِ سایہ ایک پیچیدہ اور منظم انتظامی ڈھانچہ موجود تھا۔ اس کی معاونت کے لیے وزراء، درباری حکام، اور مذہبی پیشوا مقرر تھے، جو مختلف امور کی انجام دہی میں مصروف رہتے تھے۔ ریاستی معاملات جیسے زمین کی تقسیم، زراعت کی نگرانی، ٹیکس کی وصولی اور عوامی تعمیرات کا انتظام انہی کے ذمے ہوتا تھا۔ شاہی دربار نہایت منظم اور باوقار ہوتا، جہاں سے ریاست کے تمام سیاسی، اقتصادی اور مذہبی امور کی نگرانی کی جاتی تھی۔ فرعون کے فرائض میں بڑے تعمیراتی منصوبوں کی سرپرستی بھی شامل تھی، جن میں معابد، یادگاریں اور شاہی مقبرے شامل تھے۔ یہ تعمیرات نہ صرف اس کی شان و شوکت کی نمائندگی کرتیں بلکہ اس کی مذہبی حیثیت اور ثقافتی بصیرت کا بھی مظہر ہوتیں۔ اب ہم ان نامور فرعونوں کا جائزہ لیں گے جنہوں نے نہ صرف قدیم مصر کی سیاسی و ثقافتی بنیادوں کو مستحکم کیا، بلکہ اسے تاریخ کی ایک عظیم تہذیب بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ قدیم مصر کے فرعون محض حکمران نہیں تھے بلکہ مصری سماج کے معمار، مذہبی رہنما اور ثقافتی علامت کے طور پر جانے جاتے تھے۔ ان کی شخصیت اور کارناموں نے مصری تہذیب کو صرف سیاسی نہیں بلکہ سماجی اور فکری بنیادوں پر بھی مضبوط کیا۔ ان ہی فرعونوں میں رامسیس دوم، توتنخمون، حتشپسوت، اور اخناتون جیسے نام سرفہرست ہیں، جن کے ادوارِ حکومت نے معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر گہرا اثر ڈالا۔

- رامسیس دوم(Ramses II)، جسے "اعظیم رامسیس "(Ramses the Great) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، قدیم مصر کے سب سے مشہور اور بااثر فرعونوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا طویل دورِ حکومت (تقریباً 66 سال) مصر کی سیاسی استحکام، فوجی قوت، اور ثقافتی ترقی کا آئینہ دار تھا۔ اس نے نہ صرف کئی جنگیں لڑیں، بلکہ کادیش کی جنگ میں اپنی عسکری حکمتِ عملی سے دشمنوں پر سبقت حاصل کی۔ رامسیس دوم کا سب سے نمایاں پہلو اس کے تعمیراتی منصوبے تھے، جن میں ابو سمبل کا عظیم مندر(Abu Simbel Temple) شامل ہے۔ یہ تعمیرات نہ صرف شاہی طاقت کا مظہر تھیں بلکہ مصری عوام کے لیے فخر، مذہبی وابستگی اور تہذیبی شناخت کا ذریعہ بھی۔ اس کے دور میں سماج ایک واضح درجہ بندی(Social Hierarchy) کے ساتھ منظم تھا، جہاں ہر طبقہ فرعون کے احکام کے تابع تھا اور ریاستی نظم و نسق میں باقاعدہ شراکت رکھتا تھا۔

- توتنخمون(Tutankhamun)، جسے محبت سے طوطی (Tytty) بھی کہا جاتا ہے، ایک کم عمر فرعون تھا جس کا دورِ حکومت مختصر رہا، تاہم اس کی مقبولیت کا سبب اس کا دورِ اقتدار نہیں بلکہ اس کی موت کے بعد دریافت ہونے والا مقبرہ بنا۔ جب 1922 میں ہاورڈ کارٹر

(Howard Carter) نے اس کا مقبرہ دریافت کیا تو اس میں موجود خزانے، زیورات اور اشیائے روزمرہ نے قدیم مصری سماج کی تہذیبی وسعت، مذہبی عقائد اور زندگی کے جمالیاتی ذوق پر روشنی ڈالی۔ توتنخمون کے دور میں مصر مذہبی تبدیلی (Religious Reform) کے ایک دور سے گزر رہا تھا۔ اس کے والد، اخیناتن نے واحد خدائی (Monotheism) کی بنیاد رکھی تھی، لیکن توتنخمون نے پرانی مذہبی روایات (Polytheism) کو بحال کر کے سماج میں مذہبی توازن اور ہم آہنگی کو دوبارہ قائم کیا، جو اس کے عہد کے سماجی استحکام کا مظہر تھا۔

- حتشپسوت (Hatshepsut) قدیم مصر کی انوکھی مثال تھی، کیونکہ وہ ایک خاتون فرعون (Female Pharaoh) کے طور پر مردوں کے غلبے والے سماجی ڈھانچے میں ابھری۔ اس نے تقریباً 22 سال حکومت کی اور اپنی دانائی، انتظامی قابلیت اور سیاسی بصیرت سے ثابت کیا کہ عورت بھی حکمرانی، سیاست اور سماجی ترقی میں مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ حتشپسوت کے دور میں مصر نے تجارتی روابط (Trade Relations) کو وسعت دی، معیشت کو استحکام دیا اور پرامن ماحول (Peaceful Era) کو فروغ دیا۔ دیرالبحری (Deir el-Bahari) جیسی عظیم یادگاریں اس کے جمالیاتی ذوق اور تعمیراتی فہم کا اظہار ہیں۔ اس کا عہد سماجی سطح پر خواتین کے کردار کو ایک نئی جہت فراہم کرتا ہے۔

- اخناتون (Akhenaten) وہ فرعون تھا جس نے مصری سماجی اور مذہبی نظام میں سب سے بڑا انقلابی قدم اٹھایا۔ اس نے روایتی کثیر خدائی نظام (Polytheistic System) کو ترک کر کے صرف ایک دیوتا "آتن" (Aten) کی عبادت کو فروغ دیا۔ اس نے مذہب کو مرکزیت دے کر سماج میں فکری و روحانی انقلاب (Religious Revolution) کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ اس کے اصلاحی اقدامات متنازعہ رہے، لیکن اس کی کوششوں نے مصری سماج کو مذہبی ہم آہنگی اور یکجہتی کے نئے امکانات سے روشناس کرایا۔ اس نے دارالحکومت کو بھی امرنا (Amarna) منتقل کیا، جہاں ایک نیا سماجی و مذہبی ڈھانچہ تشکیل دیا گیا، جو مصری تہذیب کی فکری تاریخ میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ مذہبی علماء کا یہ خیال ہے کہ یوسف علیہ السلام پر ایمان لانے والا یہی فرعون تھا۔

یہ تمام فرعون اپنے ادوار میں صرف حکمران نہ تھے بلکہ وہ سماج کی تشکیل، اس کے نظم و ضبط ثقافت، اور مذہبی شعور کے ضامن تھے۔ ان کی قیادت میں مصر ایک مضبوط، منظم اور تہذیب یافتہ سماج (Civilized Society) کے طور پر دنیا کے نقشے پر ابھرا۔ ان کے اقدامات، تعمیرات، مذہبی اصلاحات اور طرزِ حکمرانی نے نہ صرف ان کے زمانے کو متاثر کیا بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی ایک رہنما ورثہ (Cultural Legacy) چھوڑا، جو آج تک مصری تہذیب کی عظمت کی گواہی دیتا ہے۔

2.2.2 امیر یا اعلیٰ طبقہ (Ruling Class)

مصر کا سماجی نظام ایک اہرام کی مانند تھا، جس میں فرعون (بادشاہ) سب سے بلند مقام پر فائز ہوتا تھا۔ فرعون کے بعد دوسرا اہم ترین طبقہ اشرافیہ کا تھا، جس میں اعلیٰ سرکاری افسران، فوجی جرنیل اور معزز و بااثر خاندانوں کے افراد شامل ہوتے تھے۔ اشرافیہ عموماً فرعون کے

قریبی مشیر ہوتے تھے اور ان کا کردار صرف حکومتی معاملات تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ مذہبی رسومات اور فوجی مہمات میں بھی فعال کردار ادا کرتے تھے۔ اشرافیہ کے افراد اکثر اہم سرکاری عہدوں پر فائز رہتے تھے۔ وہ ریاست کے انتظامی امور کی نگرانی کرتے، جیسے ٹیکس کی وصولی، عدالتی نظام کی دیکھ بھال، اور پالیسی سازی۔ کچھ اشرافیہ شاہی محلات میں سیکریٹری، درباری خادم یا گورنر کے طور پر خدمات انجام دیتے تھے۔ فرعون کے معتمد ہونے کی حیثیت سے ان کا ریاست کی خوشحالی اور مؤثر حکمرانی میں اہم کردار تھا۔

مصری معاشرہ مذہب پر گہرا یقین رکھتا تھا اور دیوتاؤں کی عبادت ایک اہم جزو سمجھی جاتی تھی۔ اشرافیہ طبقہ مذہبی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا۔ وہ مندروں کے سردار پجاری کی حیثیت سے کام کرتے اور مختلف مذہبی رسومات کا انعقاد کرتے تھے۔ ان کا مقصد دیوتاؤں سے تعلق قائم رکھنا اور عوام کو مذہبی طور پر رہنمائی فراہم کرنا تھا، جس کی وجہ سے وہ مذہبی زندگی کا بھی مرکزی حصہ تھے۔ فوجی میدان میں بھی اشرافیہ نے کلیدی کردار ادا کیا۔ وہ اعلیٰ فوجی عہدوں پر فائز ہو کر نہ صرف جنگوں کی قیادت کرتے بلکہ امن کے ادوار میں بھی فوج کو منظم رکھنے کا کام کرتے تھے۔ ان کی حکمت عملی اور تجربہ، سلطنت کے دفاع اور توسیع میں اہم ثابت ہوتا تھا۔

اشرافیہ طبقہ قدیم مصری معاشرے میں نہایت اثر و رسوخ رکھتا تھا۔ وہ اعلیٰ معیارِ زندگی سے لطف اندوز ہوتے تھے، جن میں بڑے محلات، وسیع زرعی زمینیں، قیمتی لباس اور زیورات شامل تھے۔ انہیں معاشرے میں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور ان کے فیصلے پورے سماج پر اثر انداز ہوتے تھے۔ سیاسی، عسکری اور مذہبی کردار کے ساتھ ساتھ اشرافیہ فن، ثقافت اور تعلیم کے بھی سرپرست تھے۔ وہ مصوری، موسیقی اور مجسمہ سازی جیسے فنون کے دلدادہ تھے اور شاہی درباروں میں ثقافتی تقریبات منعقد کرواتے تھے۔ انہوں نے تعلیمی اداروں کی سرپرستی بھی کی اور علم و فن کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یوں، اعلیٰ طبقات نے قدیم مصر کی سیاسی، مذہبی، عسکری، ثقافتی اور تعلیمی زندگی میں بھرپور اور مؤثر کردار ادا کیا اور وہ مصری تہذیب کی ترقی اور استحکام کا ایک اہم ستون تھے۔

2.2.3 خواتین کا مقام (The Status of Women)

مصری معاشرے میں خواتین کو نہایت باعزّت اور باوقار مقام حاصل تھا۔ مستشرق میکس مولر کے مطابق، کسی بھی قوم نے عورت کو وہ بلند قانونی مرتبہ نہیں دیا جو قدیم مصری قوم نے عطا کیا۔ شادی کے وقت لڑکی کی رضامندی ضروری سمجھی جاتی تھی اور نکاح کے موقع پر شوہر یہ عہد کرتا تھا کہ وہ اپنی بیوی کی بات سنے گا اور اس کا احترام کرے گا۔ شادی کے بعد، عورت کو خاندان میں مرد کے برابر مقام حاصل ہوتا تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد وراثت کی حق دار سب سے بڑی بیٹی ہوتی تھی، اگرچہ وصیت کے ذریعے اس قانون میں تبدیلی ممکن تھی۔ شاید اسی وجہ سے بھائی اور بہن کے درمیان نکاح کی روایت پروان چڑھی، تاکہ جائیداد اور نسل کی منتقلی میں رخنہ نہ آئے۔ نسل کی نسبت ماں کی طرف سے مانی جاتی تھی اور ماں و نانا کے تعلق کو باپ کے تعلق سے زیادہ اہم تصور کیا جاتا تھا۔ خواتین کو معاشرتی آزادی بھی حاصل تھی۔ مختلف نقش و نگار اور دیواروں پر بنی تصویروں میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ عوامی دعوتوں اور میلوں میں شریک ہوتے، آزادانہ گھومتے اور تجارت و صنعت میں سرگرم حصہ لیتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ وہ عموماً اظہارِ محبت میں پیش قدمی کرتی تھیں۔ بعد کے ادوار میں ملنے والے خطوط

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مصری خواتین اپنے محبوبوں کو محبت بھرے خطوط لکھا کرتی تھیں، جن میں جذبات کا کھلا اظہار ہوتا تھا۔

2.2.4 اخلاقیات و جنسی رویّے (Morality and Sexual Behavior)

مصری معاشرے میں بدکاری (زنا) کو سخت ناپسندیدہ اور اخلاق باختہ عمل سمجھا جاتا تھا۔ ایک مصری حکیم اپنی نصیحتوں میں نوجوانوں کو خبردار کرتا ہے کہ "ایسی عورتوں سے دور رہو جو بیرونِ ملک سے آئی ہوں یا جن کے شوہر سفر پر ہوں، کیونکہ وہ گہرے پانی کے گرداب کی مانند ناقابل عبور ہوتی ہیں۔" لیکن اس سب کے باوجود، اس امر میں شک نہیں کہ عملی اخلاقیات کے حوالے سے ان کی سوچ آج کے دور سے خاصی مختلف تھی۔ وہ جنسی معاملات پر بلا جھجک گفتگو کرتے تھے اور اپنے مرحوم بزرگوں کی قبروں پر اُن کے تفریحی ذوق کی تسکین کے لیے بعض اوقات ایسی ادبی تخلیقات اور تصویریں کندہ کرواتے تھے، جو آج کی تعریف کے مطابق سخت فحش شمار کی جائیں گی۔ گلوکاراؤں کو مصری معاشرے میں خاصی اہمیت حاصل تھی۔ وہ نہایت باریک اور شفاف لباس پہنتی تھیں اور بعض اوقات تو محض زیورات (ہاتھوں، پیروں اور گلے میں) پہن کر بغیر لباس کے بھی تقریبات میں شرکت کر لیا کرتی تھیں۔

2.2.5 قدیم مصر کے مذہبی، صنعتی، زرعی و تجارتی طبقے

(Religious, Industrial, Agricultural and Commercial Classes of Ancient Egypt)

قدیم مصر میں پجاریوں کو معاشرے میں نہایت بلند مقام حاصل تھا۔ وہ مذہبی عبادات، رسومات اور دیوتاؤں کی پرستش کے ذمہ دار تھے۔ ان کا کردار صرف مذہبی حدود تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ معاشرتی اور ریاستی نظم و نسق پر بھی اثر انداز ہوتے تھے۔ مصری مندروں میں اعلیٰ پادریوں کو خاص مقام حاصل تھا اور وہ فرعون کو مذہبی معاملات میں مشورے دیتے تھے۔ ان کے ذریعے ادا کی جانے والی رسومات اور قربانیاں معاشرے کے مذہبی توازن کو برقرار رکھتی تھیں۔ پادریوں کی زندگی سخت، منظم اور مقدس ہوتی تھی، جس کی وجہ سے انہیں سماجی احترام حاصل تھا۔ وہ مصری مذہبی ثقافت کے محافظ اور رہنما سمجھے جاتے تھے۔ کاریگر اور ہنرمند افراد قدیم مصری معاشرے کا ایک اہم اور باوقار حصہ تھے۔ وہ فنونِ لطیفہ، مجسمہ سازی، مصوری اور تعمیرات کے ماہر تھے۔ انہوں نے مختلف اشیاء جیسے مجسمے، زیورات، تصاویر، برتن اور دیگر دستکاری مصنوعات تیار کیں۔ خاص طور پر مندروں، مقبروں اور شاہی محلوں کی تزئین و آرائش کے لیے ان کا کام قابل ذکر تھا۔ ان کی مہارت کو سراہا جاتا تھا اور انہیں ان کے کام کا مناسب معاوضہ دیا جاتا تھا۔ ان کے فن نے نہ صرف مصری تہذیب کی خوبصورتی میں اضافہ کیا بلکہ اسے دنیا بھر میں ممتاز بھی بنایا۔

قدیم مصر میں تجارت معاشی خوشحالی کا ایک اہم ذریعہ تھی اور تاجر اس میں مرکزی کردار ادا کرتے تھے۔ وہ مختلف ممالک سے اشیاء درآمد اور برآمد کرتے تھے، جن میں سونا، زیورات، عمدہ کپڑے، قیمتی پتھر، خوشبوئیں اور دیگر اشیائے تعیش شامل تھیں۔ مصر کی تجارت کا دائرہ افریقہ، ایشیا اور بحیرہ روم کے علاقوں تک پھیلا ہوا تھا۔ تاجر طبقے کو معاشرے میں ایک معزز مقام حاصل تھا کیونکہ ان کی تجارتی سرگرمیوں سے ریاست کی دولت میں اضافہ ہوتا اور بیرونی دنیا سے تعلقات مضبوط ہوتے۔ قدیم مصری معاشرے کی اکثریت کسانوں پر

مشتمل تھی۔ وہ دریائے نیل کے کنارے زرخیز زمینوں پر کھیتی باڑی کرتے تھے اور گندم، جو، مکئی، پھل اور سبزیاں اگاتے تھے۔ مصری زراعت کا انحصار بارش پر نہیں بلکہ دریائے نیل کے پانی سے کی جانے والی آبپاشی پر ہوتا تھا، جسے نہایت منظم طریقے سے استعمال کیا جاتا تھا۔ اگرچہ کسانوں کی زندگی مشقت بھری اور سادہ تھی، لیکن وہ معیشت کی ریڑھ کی ہڈی سمجھے جاتے تھے کیونکہ ان کی محنت سے معاشرے کو اناج اور دیگر ضروری اجناس فراہم ہوتی تھیں۔ ان کی خدمات کے بغیر ریاست کا نظام چلانا ممکن نہ تھا۔

مصری معاشرے کی بنیادی اکائی "خاندان" تھا۔ ہر شخص کی صرف ایک قانونی بیوی ہوتی تھی اور صرف اُسی کی اولاد کو خاندانی جائیداد میں وراثت کا حق حاصل ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ فرعون بھی اس قانون سے مستثنیٰ نہ تھے۔ تاہم، مالدار افراد متعدد حرم کی عورتیں رکھتے تھے۔ مصری معاشرے کے ہر طبقے میں بھائی اور بہن کے مابین شادی کی روایت پائی جاتی تھی، جس کے باعث میاں بیوی کے درمیان بچپن ہی سے محبت اور قربت کا تعلق قائم ہو جاتا تھا۔ مصری شاعری میں "بھائی" اور "بہن" کے الفاظ کا استعمال اکثر "محبوب" اور "محبوبہ" کے معنوں میں ہوتا تھا۔ اس دور کی یادگاروں اور آثارِ قدیمہ پر ازدواجی زندگی کی شیرینی اور محبت کو ظاہر کرنے والے متعدد منقش نقوش اور تصویریں موجود ہیں۔ خاندان کے دیگر افراد کے مابین باہمی محبت اور مودّت کو بھی ایک لازمی خوبی سمجھا جاتا تھا۔

2.3 معاشی حالات (Economic Conditions)

قدیم مصر کی معاشی حالت بنیادی طور پر زراعت پر منحصر تھی، کیونکہ مصر ایک زرعی معاشرہ تھا اور دریائے نیل کی زرخیز زمینوں نے زراعت کو آمدنی کا بنیادی ذریعہ بنایا تھا۔ دریائے نیل کے سالانہ سیلاب نے مٹی کو غذائی اجزاء سے مالا مال کیا، جس سے زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ اس کے علاوہ دیگر شعبے جیسے تجارت، دستکاری اور کان کنی بھی مصری معیشت کا حصہ تھے۔

2.3.1 زراعت (Agriculture)

قدیم مصر کی معیشت کی بنیاد زراعت پر قائم تھی، کیونکہ مصر بنیادی طور پر ایک زرعی معاشرہ تھا۔ دریائے نیل کی زرخیز وادی، جسے بجا طور پر "نیل کا تحفہ" کہا جاتا ہے، مصری زراعت کی بنیاد تھی۔ دریا نیل کے سالانہ سیلاب مٹی کو غذائی اجزاء سے بھرپور بنا دیتے تھے، جس سے زمین قدرتی طور پر زرخیز ہو جاتی اور فصلوں کی پیداوار میں اضافہ ہوتا۔ ان زرخیز میدانوں میں گندم، جو، مکئی، مٹر، سرسوں، انجیر، زیتون، کھجور، سن، بھانگ، انگور اور دیگر مختلف پھل و سبزیاں کاشت کی جاتی تھیں۔ مصری کسانوں کے لیے زراعت نسبتاً آسان تھی کیونکہ قدرتی آبپاشی کا نظام نیل سے مربوط تھا۔ ہل کے بغیر بھی کئی فصلیں اُگالی جاتی تھیں۔ حکومت نے اس نظام کو منظم بنانے کے لیے تالابوں اور نہروں کا جال بچھایا، جن کے ذریعے سیلابی پانی کو ذخیرہ کر کے کھیتوں تک پہنچایا جاتا تھا۔ مزید برآں، ریاست کسانوں کی معاونت کے لیے سیلاب کی پیشگی اطلاع، جدید زرعی مشورے اور شمسی کیلنڈر جیسی سہولیات فراہم کرتی تھی تاکہ وہ وقت پر کاشت و برداشت کا عمل انجام دے سکیں۔ اگرچہ کسانوں کو کئی سہولتیں حاصل تھیں، لیکن ان کی زندگی آسان نہ تھی۔ زیادہ تر کسان بڑے زمینداروں یا شاہی خاندانوں کے ماتحت کام کرتے تھے۔ ان کے ذمے یہ تھا کہ وہ اپنی پیداوار کا 10 سے 20 فیصد حصہ بطور محصول حکومت کو ادا کریں، جو عموماً اناج یا دیگر اجناس کی صورت میں

ہوتا۔ جن کسانوں سے ٹیکس وقت پر وصول نہ ہوتا، انہیں سزا کے طور پر آبپاشی کا پانی فراہم نہیں کیا جاتا۔ زراعت کے علاوہ دستکاری، تجارت اور کان کنی بھی مصری معیشت کے اہم شعبے تھے، لیکن معیشت کی اصل طاقت کھیتوں سے حاصل ہونے والے اناج اور مویشی پالنے پر منحصر تھی۔ گائے، بکریاں اور بھیڑیں پالنا ایک عام روایت تھی، جو خوراک، لباس اور دیگر ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ضروری تھا۔ ان تمام عوامل کے باعث زراعت نے نہ صرف مصری معیشت کو تقویت بخشی بلکہ اس تہذیب کی بقا اور ترقی میں کلیدی کردار ادا کیا۔

2.3.2 تجارت (Trade)

قدیم مصر ایک خوشحال، باوسیلہ اور ترقی یافتہ تہذیب تھی، جس کی معیشت میں تجارت کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ مصر کا جغرافیائی محلِ وقوع، دریائے نیل کی قابلِ استعمال آبی گزرگاہیں اور اس کے قدرتی وسائل نے اسے بین الاقوامی تجارت کا اہم مرکز بنا دیا تھا۔ مصری تاجر داخلی اور خارجی، دونوں سطح پر فعال تھے اور ان کی رسائی افریقہ، ایشیا اور بحیرۂ روم کی تہذیبوں تک تھی۔ تجارتی سرگرمیوں کے اہم مراکز میں تھیبس، میمفس اور بعد ازاں اسکندریہ کو نمایاں حیثیت حاصل رہی۔ تاجر قافلوں اور آبی راستوں کے ذریعے اجناس، قیمتی دھاتیں اور دیگر اشیاء کی منتقلی کا کام انجام دیتے، جب کہ دریائے نیل اس نظام کا شہ رگ تھا۔

مصری تجارت میں بنیادی برآمدات میں اناج، شراب، گوشت، سونا، زیورات اور اعلیٰ معیار کا کتان شامل تھے، جب کہ درآمدات میں لکڑی، مصالحے، دھاتیں، عطر، نایاب پتھر اور قیمتی اشیاء شامل تھیں۔ مصر نے فینیشیا، ہٹائٹ، فارس، کریٹ، بابل اور دیگر بڑی تہذیبوں کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کیے، جس سے نہ صرف معیشت کو تقویت ملی بلکہ ثقافتی روابط اور فنی تبادلے کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ مصری کاریگر اپنے تیار کردہ زیورات، مجسمے، برتن اور دستکاری مصنوعات غیر ملکی تاجروں کو فروخت کرتے تھے، جنہیں بالخصوص شاہی خاندان اور اشرافیہ طبقہ استعمال کرتا تھا۔ یہ وسیع پیمانے پر ہونے والی تجارتی سرگرمیاں نہ صرف مصر کی معاشی خوشحالی کا ذریعہ بنیں، بلکہ انہوں نے سیاسی سطح پر بھی مصر کو ایک مستحکم اور باوقار مقام عطا کیا۔ تجارت کی بدولت مصر دنیا کی ان گنی چنی قدیم تہذیبوں میں شمار ہونے لگا جنہوں نے اقتصادی خود کفالت کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر اپنی ثقافتی شناخت بھی قائم کی۔

2.3.3 قدیم مصر میں صنعت و دستکاری (Industry and Handicraft in Ancient Egypt)

قدیم مصر میں صنعت و دستکاری نہ صرف معیشت کا اہم جزو تھی بلکہ تہذیبی، ثقافتی اور مذہبی زندگی کا بھی بنیادی حصہ سمجھی جاتی تھی۔ مصری کاریگر فن کی مختلف اقسام میں مہارت رکھتے تھے، جن میں مجسمہ سازی، مصوری، زیورات سازی، ٹیکسٹائل، لکڑی کا کام، سرامکس اور تعمیرات شامل تھیں۔ مندروں، محلات اور مقبروں کی تزئین کے لیے تخلیق کردہ مجسمے اور دیواروں پر بنائی گئی تصاویر ان کی فنی مہارت کی زندہ مثالیں ہیں۔ ان فن پاروں میں دیوتاؤں، فرعونوں، روزمرہ کی زندگی اور مذہبی رسومات کو علامتی انداز میں پیش کیا جاتا تھا، جو اس وقت کے سماجی شعور اور جمالیاتی ذوق کا آئینہ دار ہے۔ اگرچہ مصر میں قدرتی وسائل جیسے لکڑی، معدنیات اور بعض دھاتوں کی قلت تھی، تاہم مصری اس کمی کو پورا کرنے کے لیے پڑوسی علاقوں سے درآمدات کرتے یا وہاں مہمات بھیج کر ضروری اشیاء حاصل کرتے تھے۔ وہ پتھر،

تانبا، مالاچائٹ، لاپیس لازولی، نیلم اور دیگر قیمتی معدنیات و دھاتوں کو حاصل کر کے مختلف مصنوعات تیار کرتے تھے۔ تانبے کو پگھلا کر ہتھیار، برتن اور اوزار بنائے جاتے تھے، جبکہ لوہے کا استعمال محدود تھا کیونکہ اس کو پگھلانے کا فن عام نہ تھا۔ کاریگر سونے اور چاندی کے زیورات بنانے میں ماہر تھے اور ان کے تیار کردہ زیورات شاہی خاندان اور امراء کی زینت بنتے تھے۔ مصری سناروں، درزیوں، کمہاروں اور دیگر ہنر مندوں کا کام نہ صرف اشیائے ضروریہ کی تیاری تک محدود تھا بلکہ وہ فنونِ لطیفہ میں بھی اپنی پہچان رکھتے تھے۔ دیودار، آبنوس اور ہاتھی دانت جیسی نایاب اشیاء اشور، نوبیا اور دیگر علاقوں سے درآمد کی جاتیں، جن سے قیمتی فرنیچر اور اشیائے تزئین تیار کی جاتیں۔ کاریگر نہ صرف گھریلو ضرورت کی اشیاء جیسے مٹی کے برتن، گلدان اور پلیٹیں تیار کرتے بلکہ بڑے بڑے برتن بھی بناتے جن میں تیل، شراب اور غذائی اجناس کو ذخیرہ کیا جاتا تھا۔ مٹی کے برتنوں کا استعمال عام ہوتا جا رہا تھا، حالانکہ سنگی برتن سازی کا قدیم فن بھی جاری تھا۔

پیپرس کے پودے (Papyrus Plant) سے کاغذ، چپل، چٹائیاں اور رسیاں تیار کی جاتیں، جب کہ جانوروں کی کھال سے لباس، ڈھالیں اور دیگر اشیاء بنائی جاتیں۔ اینٹ سازی کا فن بھی بہت ترقی یافتہ تھا، جس کا استعمال تعمیرات میں کثرت سے ہوتا تھا۔ کپڑے بننے کی صنعت میں بھی مصریوں نے غیر معمولی ترقی کی، اور اعلیٰ معیار کے باریک ملبوسات تیار کیے جاتے تھے جو بظاہر ریشم جیسے لگتے تھے۔ نچلے طبقے کی خواتین کپاس کی کتائی اور بُنائی کا کام کرتی تھیں، جب کہ امیر طبقے میں نرم و نازک لباس کی خاصی مانگ تھی۔ ان تمام صنعتوں کی جھلک ہمیں مقبروں کی امدادی تصاویر اور دیواروں پر نقش تصاویر میں نظر آتی ہے، جو نہ صرف مصری کاریگروں کی فنی عظمت کا ثبوت ہیں بلکہ اس عظیم تہذیب کی معاشی سرگرمیوں کا بھرپور عکس بھی پیش کرتی ہیں۔ ان میں دکھایا گیا ہے کہ اکثر اشیاء مخصوص ورکشاپس یا کارخانوں میں تیار کی جاتی تھیں، جن میں دس سے بیس تک کاریگر بیک وقت کام کرتے تھے۔ اس طرح، قدیم مصر میں صنعت و دستکاری صرف معیشت کا سہارا نہیں بلکہ تہذیب کا جمالیاتی چہرہ بھی تھی۔

2.3.4 قدیم مصری تہذیب میں ٹیکس اور مزدوری

(Taxes and Labor in Ancient Egyptian Civilisation)

قدیم مصر کی معیشت میں ٹیکس اور مزدوری کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ ریاست کو اپنی انتظامی ضروریات، فوجی اخراجات اور عظیم الشان تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے مستقل مالی وسائل درکار تھے، جن کی فراہمی کا سب سے بڑا ذریعہ عوام سے وصول کیا جانے والا ٹیکس تھا۔ کاشتکار طبقے سے یہ ٹیکس عموماً اناج، پھل اور دیگر زرعی پیداوار کی صورت میں وصول کیا جاتا، جو براہِ راست فرعون کے خزانے میں جمع ہوتا۔ یہی وسائل اہرام، معبدوں اور دیگر شاہی منصوبوں کی تعمیر و ترقی میں استعمال کیے جاتے تھے۔ محنت یا مزدوری کو بھی معیشت میں خاص مقام حاصل تھا۔ عوام نہ صرف اپنی زمینوں پر کاشت کاری کرتے بلکہ ریاستی تعمیراتی منصوبوں میں بھی بطور مزدور کام کرنے کے پابند ہوتے۔ ان منصوبوں میں اہرام، سڑکیں، پل اور آبی ذخائر کی تعمیر شامل تھی۔ اکثر افراد کو ان کاموں کے لیے ریاست کی طرف سے اجرت، خوراک یا رہائش فراہم کی جاتی تھی۔ ان کی محنت نے نہ صرف بڑے بڑے تعمیراتی کاموں کو ممکن بنایا بلکہ سلطنت کی اقتصادی سرگرمیوں کو بھی مہمیز دی۔ یوں، ٹیکس اور مزدوری دونوں نے قدیم مصر کی معیشت کے استحکام اور ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

2.4 مصر کی مذہبی زندگی (Religious Life in Ancient Egypt)

قدیم مصر کے باشندوں کی زندگی میں مذہب کو انتہائی اہم مقام حاصل تھا۔ ان کی فنونِ لطیفہ مذہب کے پیغام کی علمبردار تھیں، ان کا ادب و فلسفہ مذہبی احساسات سے معمور تھا، ریاستی نظام مکمل طور پر مذہبی اصولوں پر استوار تھا اور اقتصادی سرگرمیوں کا بنیادی مقصد مذہبی اداروں کی ترقی اور مذہبی یادگاروں کی تعمیر میں تعاون فراہم کرنا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یونانیوں نے مصریوں کو دنیا کی سب سے زیادہ مذہبی قوم قرار دیا۔

2.4.1 مصری دیوی دیوتاؤں کی کثرت (Abundance of Gods and Goddesses in Ancient Egypt)

مصری قدیم ترین دور سے کثیر الٰہی (Polytheist) عقائد رکھتے تھے۔ ان کے بیشتر دیوتا قدرتی طاقتوں کی تجسیم تھے۔ وہ سورج کو، جو زمین پر روشنی اور زندگی بخشتا ہے، چاند کو، جو تاریکی میں راحت کا سامان فراہم کرتا ہے، دریائے نیل کو، جو ہر سال اپنی طغیانی سے زمین کی زرخیزی کو دوبارہ زندہ کرتا ہے، زمین کو، جو اپنے بطن سے بیشمار خزانے اُگلتی ہے اور آسمان کو، جو لاتعداد ستاروں کا مسکن ہے، سب کو الوہی طاقت کا مظہر سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ چشمے، پہاڑ، پرندے، جانور، پودے، درخت اور مختلف نباتات بھی ان کے نزدیک دیوی یا دیوتا کا درجہ رکھتے تھے۔

ان میں سورج اور دریائے نیل کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ چاند کو وہ علم اور وقت (زمان) کا دیوتا مانتے تھے، جس کی عبادت کا مرکز "شمُوس" (ہیلیوپولس) تھا۔ زمین کو وہ "گیب" (Geb) نامی دیوتا اور آسمان کو "نُوت" (Nut) یا "ہاتھور" نامی دیوی قرار دیتے تھے۔ میمفس کا مرکزی دیوتا "پتاح" (Ptah) کسی قدرتی قوت کا مظہر نہیں بلکہ فنون اور فنکاروں کا سرپرست مانا جاتا تھا۔ اس کے اعلیٰ پجاری کو فرعون کا درباری فنکار بھی تسلیم کیا جاتا تھا۔ مصری اکثر اپنے دیوتاؤں کی تجسیم انسان، جانور یا دونوں کے مرکب کی صورت میں کرتے تھے۔ وہ بیل، عقاب، گائے، ہنس، مگرمچھ، بکری، بھیڑ، بلی، کتا اور سانپ جیسے جانوروں کو مختلف دیوتاؤں کا نشان یا علامت تصور کرتے تھے۔ تاہم، ماہر تاریخ دان "بریسٹڈ" کے مطابق قدیم سلطنت کے دور میں مذہب میں حیوان پرستی کو وہ مقام حاصل نہ تھا جو بعد کے ادوار میں مذہبی عقائد کے بگاڑ کے سبب سامنے آیا۔ اس کے باوجود مصری دیوی دیوتاؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ رہی ہو گی۔ مصر کے علاوہ صرف ہندوستان اور روم ہی ایسے ممالک ہیں جہاں اس قدر کثیر تعداد میں دیوتاؤں کے وجود کا تصور ملتا ہے۔

2.4.2 مندر اور عبادت کے طریقے (Temples and Worship Practices in Ancient Egypt)

مصری اپنے مندروں کو خداؤں کا مسکن تصور کرتے تھے، لہٰذا وہ انہیں اسی انداز میں تعمیر کرتے جیسے اپنے مکانات۔ اہرام کے دور کے مندروں میں سامنے ایک کھلا صحن ہوتا تھا، جس کے پیچھے ستونوں پر مشتمل بڑا ہال اور اس کے عقب میں متعدد چھوٹے کمرے ہوتے تھے، جن میں سے ایک مرکزی "گرہ" (گربھ گرہ) ہوتا، جہاں دیوتا کی لکڑی سے بنی ہوئی مورتی رکھی جاتی، جو عموماً ایک سے چھ فٹ بلند ہوتی تھی۔

ان مورتوں کو سونا، چاندی اور قیمتی پتھروں سے آراستہ کیا جاتا تھا۔

عبادت کے اہم اجزاء میں دیوتا کو عمدہ کھانے، مشروبات اور کپڑے پیش کرنا، موسیقی و نغمہ خوانی سے خوش کرنا شامل تھا۔ مندروں کے اخراجات کا انحصار ریاست کی جانب سے عطا کردہ زمینوں کی آمدنی، سرکاری خزانے سے ملنے والے غلے، شراب، شہد، تیل اور عوامی نذرانوں پر ہوتا تھا۔ اگرچہ نذرانہ شدہ اشیاء پجاریوں کے استعمال میں آتی تھیں، تاہم خاص مواقع پر عام عبادت گزاروں میں بھی پرساد (تقدس یافتہ خوراک) تقسیم کی جاتی تھی۔ مذہبی روایات میں مذکور مخصوص تاریخیں مذہبی جوش و خروش سے منائی جاتیں، جیسے کہ ہندو تہواروں میں جنم اشٹمی، رام نومی یا دسہرہ منائے جاتے ہیں۔ کئی مندروں میں 'دیوداسیاں' بھی موجود ہوتیں، جن کا فرائض دیوتا کے حضور گانا، بجانا اور رقص کرنا ہوتا۔ اگرچہ اصولی طور پر پجاری کا عہدہ موروثی نہیں تھا، لیکن عملاً یہ مناصب نسل در نسل منتقل ہوتے تھے۔ پجاری مندر کے احاطے میں قیام پذیر ہوتے، وہیں سے ان کا روزگار وابستہ ہوتا اور وہ ریاستی ٹیکس، جبری مشقت اور لازمی فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہوتے تھے۔

2.4.3 مصری تہذیب میں آخرت کا تصور

(Concept of Afterlife in Ancient Egyptian Civilisation)

مصری تہذیب میں آخرت (Afterlife) کے تصور کو نہایت اہمیت حاصل تھی۔ شاید دنیا کے کسی اور مذہب میں آخرت کو وہ مقام حاصل نہ ہو سکا جو قدیم مصری مذہب میں حاصل ہوا۔ مصر کے خشک موسم کی وجہ سے مردہ جسم طویل عرصے تک محفوظ رہتے تھے، جس کے باعث مصریوں میں مرنے کے بعد زندگی کے تسلسل کا عقیدہ مستحکم ہوا۔ وہ موت کو زندگی کا اختتام نہیں بلکہ ایک خاص واقعہ سمجھنے لگے۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد روح ایک نئی زندگی میں داخل ہوتی ہے اور اس زندگی کے لیے جسم کا باقی رہنا ضروری ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مردہ جسموں کو ممی (Mummy) بنا کر محفوظ کرتے تھے۔ قبریں یا مقبرے روح کے لیے رہائش گاہ سمجھے جاتے تھے، جہاں خوراک، کپڑے اور قیمتی اشیاء رکھی جاتی تھیں تاکہ روح کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

فرعونوں کے لیے جو عظیم الشان مقبرے بنائے گئے، مثلاً اہرامِ مصر، وہ نہ صرف ان کی الوہیت کا اظہار تھے بلکہ ان کے آخرت کے عقیدے کی بھی علامت تھے۔ بعض قبروں میں رفع حاجت کے لیے مخصوص انتظامات بھی کیے گئے تھے۔ 'کتاب الاموات' (Book of the Dead) جیسے مذہبی متون روح کو آخرت کی راہ میں رہنمائی فراہم کرتے تھے۔ قبروں کی نگہداشت اور ان میں عبادات کا مقصد روح کے سکون اور اس کے اخروی فلاح کے لیے کیا جاتا تھا۔ اوسیریس (Osiris) دیوتا جسے آخرت کا دیوتا تصور کیا جاتا تھا، اس کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ اگرچہ اہرام کے دور میں بھی اسے آخرت کا منصف سمجھا جاتا تھا، لیکن درمیانی دور میں یہ تصور مکمل طور پر فروغ پا گیا۔ اب یہ مانا جانے لگا کہ ہر مردہ روح، آخرت میں اوسیریس کی عدالت میں پیش ہوتی ہے، جہاں وہ اپنے بیالیس ذیلی قاضیوں کی مدد سے اس کے اعمال کا جائزہ لیتا ہے۔ تاہم فرعون اخناتون (Akhunaten) کے دور میں اس عقیدے کو چیلنج کیا گیا۔ اس کے مذہبی اصلاحی تحریک میں جہنم یا عذابِ آخرت کا کوئی تصور نہ تھا۔ اس کا ماننا تھا کہ مہربان باپ آتن (Aten) — جو واحد معبود تھا — کسی کو جہنمی اذیت نہیں دے سکتا۔ اس کے

مذہب میں بدکار روحوں کے لیے ایک ہی سزا تھی: مرنے کے بعد ان کے وجود کا مکمل خاتمہ۔ لہٰذا، اس نے اپنے مقربین کے لیے جو قبریں بنوائیں، ان پر صرف ان کی زندگی سے متعلق مناظر اور خود اخناتون کے تحریر کردہ آتن کی حمد و ثنا کے اشعار نقش کیے گئے۔ یہ سب ظاہر کرتا ہے کہ آخرت کا تصور مصری مذہب میں کس قدر گہرا، فکری اور مذہبی اہمیت کا حامل تھا۔ ان کے لیے موت محض ایک تبدیلی تھی، نہ کہ اختتام۔

2.4.4 مصری مذہب میں پجاریوں کا کردار اور فرعون اخناتون کی اصلاحی تحریک

(Role of Priests in Egyptian Religion and Pharaoh Akhenaten's Reform Movement)

مصر میں دیوتا کا واحد "سرکاری خادم" فرعون کو سمجھا جاتا تھا۔ اصولاً تمام دیوتاؤں کی عبادت کا حق صرف اسی کو حاصل تھا، لیکن عملی طور پر وہ ہر مندر میں موجود نہیں ہو سکتا تھا، لہٰذا وہ یہ ذمہ داری اپنے نائبین یعنی پجاریوں کے سپرد کرتا تھا۔ ہر بڑے مندر میں متعدد پجاری موجود ہوتے تھے، جن میں سے ایک کو سربراہ مقرر کیا جاتا۔ یہ اعلیٰ پجاری نہ صرف عبادت کی نگرانی کرتا بلکہ مندر کی دولت کا محافظ اور جنگ کے دوران افواج کا کمانڈر بھی ہوتا تھا۔ قدیم مصری تہذیب میں پجاریوں کا نظام ایک باقاعدہ درجہ بندی پر مشتمل تھا، جس میں ہر درجے کے افراد کی مخصوص ذمے داریاں اور اختیارات ہوتے تھے۔ سب سے اعلیٰ درجہ "حم نتر" (Ḥm nṯr) کا تھا، جس کا مطلب ہے "دیوتا کا خادم"۔ یہ اعلیٰ پجاری ہوتا تھا جو مندر کا سربراہ اور مذہبی رسومات کا نگران ہوتا۔ اس کے نیچے "وَعَب" (Wab) پجاری ہوتے تھے، جو عام طور پر طہارت، صفائی، اور روزمرہ عبادات کی ادائیگی کے ذمہ دار ہوتے۔ یہ پجاری پاکیزگی کے اصولوں کی سختی سے پیروی کرتے اور مندر کے اندرونی حصوں میں خدمات انجام دیتے۔ ایک اور درجہ موسیقار یا سما پجاریوں کا تھا، جن کا کام مذہبی تقاریب میں گانا بجانا اور مخصوص دعائیں پڑھنا ہوتا۔ ان کے علاوہ کچھ خواتین بھی مذہبی خدمت انجام دیتی تھیں، جنہیں خاص طور پر دیویوں جیسے آئیسس یا ہاتھور کی عبادت میں شامل کیا جاتا اور انہیں "ریکھت" (Rekhet) کہا جاتا تھا۔ پجاریوں کی یہ درجہ بندی نہ صرف مذہبی بلکہ سماجی حیثیت کا بھی تعین کرتی تھی اور اکثر یہ عہدے موروثی طور پر خاندانوں میں چلتے تھے۔

مندروں کے پاس موجود بے تحاشا دولت، ذاتی فوجی طاقت اور وسیع اختیارات کی وجہ سے پجاری طبقہ انتہائی بااثر بن چکا تھا۔ خاص طور پر میمفس اور ہیلیو پولس کے پجاری غیر معمولی سیاسی و سماجی طاقت رکھتے تھے۔ قدیم مصر میں جنگی قیدیوں کو بڑی تعداد میں گرفتار کر کے مندروں میں کام کے لیے بھیج دیا جاتا تھا۔ تاریخی روایات کے مطابق، فرعون رامیسس سوم نے مختلف مندروں کو مجموعی طور پر ایک لاکھ تیرہ ہزار غلام عطا کیے تھے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ مصر کی زرخیز زمین کا ایک بڑا حصہ پجاریوں کے اختیار میں تھا، حالانکہ ان کی تعداد کل آبادی کا صرف دو فیصد تھی۔ یہی حقیقت آگے چل کر سلطنت کے زوال کی ایک بڑی وجہ بنی

اہرام کے دور میں مصر کے مختلف مندروں کے پجاریوں کے درمیان کوئی باقاعدہ ربط نہیں تھا۔ لیکن سلطنت کے دور میں ان تمام پجاریوں کو ایک منظم طبقے کی صورت میں مجتمع کر دیا گیا۔ تھیبس (Thebes) کے شاہی مندر کے مذہبی پیشوا، یعنی آمون کے اعلیٰ پجاری،

اس پوری مذہبی تنظیم کے سربراہ بن گئے، جس کے باعث ان کی طاقت میمفس اور ہیلیو پولیس کے پجاریوں کے مقابلے میں بہت بڑھ گئی۔ یہ اعلیٰ پجاری اب ریاست کے اہم مناصب پر فائز کیے جانے لگے، جیسے کہ 'شاہی خزانے'(White House) کے نگران یا وزیر۔ اگر فرعون کی ملکہ کو آمون کی "مقدس گائے" یا "دیوی بیوی" مانا جاتا تھا، تو مذہبی پیشوا کی اہلیہ کو بھی دیوتا کی "اعلیٰ درجہ کی زوجہ" کا لقب دیا جاتا تھا۔

سلطنت کے دور (New Kingdom) میں جب پجاری غیر معمولی دولت اور طاقت کے حامل ہو گئے، تو وہ مذہب اور اخلاقیات کے اس مضبوط رشتے سے دور ہو گئے جو درمیانی سلطنت کے دور میں قائم تھا۔ اب وہی افراد جو مذہب کے محافظ سمجھے جاتے تھے، عیاشی، تعیش پسندی اور بدعنوانی میں مبتلا ہو گئے۔ جو دیوداسیاں مندروں میں دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے موسیقی اور رقص کی خدمات انجام دیتی تھیں، وہ درحقیقت انہی پجاریوں کی تفریح کا ذریعہ بن چکی تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان پجاریوں کی حرص و ہوس اور اخلاقی زوال میں اضافہ ہوتا گیا۔ انہوں نے عوام کے مذہبی جذبات سے کھیلنا شروع کر دیا۔ مثال کے طور پر، مرنے کے بعد کے عذاب کو انتہائی خوفناک اور بھیانک انداز میں پیش کیا جانے لگا، تاکہ لوگ ان سے نجات کے لیے مزید تعویذات اور وظائف خریدیں۔ چونکہ یہ دعائیہ کلمات اب تابوت پر لکھنے کے لیے ناکافی تھے، اس لیے انہیں پیپرس کے طومار پر تحریر کر کے مردوں کے ساتھ دفن کیا جانے لگا۔ ان کتابچوں کو اجتماعی طور پر "کتاب الاموات" (Book of the Dead) کہا جاتا ہے۔

پجاریوں نے یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے جادوئی منتر اور تعویذ کے ذریعے حتیٰ کہ بدترین گناہگاروں کو بھی جنت دلوا سکتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ان کے تعویذ دیوتاؤں کو مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ کسی بھی مرنے والے کو، چاہے وہ کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو، نجات اور جنت عطا کریں۔ ان خدمات کے بدلے وہ مرحوم کے اہل خانہ سے بھاری رقوم اور نذرانے وصول کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے پاپ موچن (گناہ معاف کرنے والے) سندیں بیچنا شروع کر دیں، جن میں مرنے والے کے لیے "اوسیرس کے دربار" میں ہونے والی مکمل کارروائی اور اس کی نجات کا تفصیلی ذکر ہوتا تھا۔ ان سندوں پر خریدار کا نام درج کر دیا جاتا تھا اور یوں وہ یہ سمجھنے لگتے کہ دنیا میں چاہے جتنے بھی گناہ کریں، مرنے کے بعد جنت ان کا مقدر ہے۔ یہ گناہ معاف کرنے والی سندیں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی یورپ کے عہدِ وسطیٰ میں عیسائی پادری "Indulgences" کے نام پر فروخت کیا کرتے تھے۔

ایک طرف جہاں مصری مذہب اندر سے کھوکھلا ہو رہا تھا، وہیں دوسری طرف سلطنت کی وسعت کے ساتھ ایسے حالات پیدا ہو رہے تھے جن میں قدیم عقائد و اصولوں کو نئے زاویے سے دیکھنا ضروری ہو گیا تھا۔ پہلے تک مصریوں کی دنیا صرف دریائے نیل کی وادی تک محدود تھی، اس لیے ان کے سب سے بڑے دیوتا بھی صرف مصری سرزمین کے دیوتا تھے۔ لیکن جب فرعون دیگر ممالک پر بھی قابض ہوئے، تو ان کے دیوتاؤں کے لیے بھی عالمی حاکم ہونے کا تصور اپنانا ناگزیر ہو گیا۔ اسی تناظر میں توحیدی رجحانات نے جنم لیا۔ لیکن چونکہ مصری مذہب میں تمام دیوتا مقامی تھے، اس لیے کئی مصری مفکرین نے محسوس کیا کہ مذہبی اصلاحات کی اشد ضرورت ہے۔ یہی وہ وقت تھا جب

1375 قبل مسیح میں فرعون اخناتون (امین ہوتپ چہارم) نے مصر کی بادشاہت سنبھالی اور مذہبی انقلاب کی بنیاد رکھی۔

فرعون اخناتون، جس کا اصل نام امین ہوتپ چہارم تھا، 1375 قبل مسیح میں تخت پر بیٹھا۔ وہ قدیم مصر کا پہلا بادشاہ تھا جس نے مذہبی اصلاحات کی ایک بڑی تحریک کا آغاز کیا۔ اخناتون نے قدیم مصر کے روایتی دیوتاؤں، خاص طور پر آمون، کی عبادت کو مسترد کرتے ہوئے آتون (سورج کی روشنی) کو واحد اور سچا خدا اقرار دیا۔ اس نے توحید پر مبنی عقیدے کو فروغ دیا اور خود کو آتون کا نبی یا نمائندہ کہا۔ اس مذہبی تبدیلی کے تحت اس نے تھیبس کے مذہبی مرکز کو چھوڑ کر ایک نیا دارالحکومت اخیطاتون (موجودہ ال عمارنہ) قائم کیا، جہاں آتون کی عبادت کو فروغ دیا گیا۔ اخناتون کی اصلاحات کا مقصد نہ صرف مذہب کو سادہ بنانا تھا بلکہ آمون کے پجاریوں کی طاقت کو بھی محدود کرنا تھا، جو اس وقت ریاست کے اندر ایک خود مختار قوت بن چکے تھے۔ اس نے مذہب، فنون، عبادات اور درباری زندگی میں واضح تبدیلیاں کیں۔ اس دور میں مصوری اور مجسمہ سازی میں زیادہ حقیقت پسندی آئی، جو پہلے نہیں تھی۔

تاہم، یہ اصلاحات عوام اور مذہبی طبقے کو قبول نہ آئیں۔ اخناتون کی وفات کے بعد اس کی اصلاحات کو ختم کر دیا گیا، آتون کی عبادت پر پابندی لگائی گئی اور آمون کی پوجا دوبارہ شروع ہوئی۔ اس کا جانشین توت عنخ آمون تھا، جس نے پرانے مذہب کو بحال کر دیا۔ اگرچہ اخناتون کی تحریک وقتی ثابت ہوئی، لیکن اس کا تصورِ توحید مصری تاریخ میں ایک انوکھا اور انقلابی موڑ تھا۔

2.4.5 قدیم مصر کے اہم دیوتا (Major Deities of Ancient Egypt)

قدیم مصر میں مذہب کو انتہائی اہمیت حاصل تھی اور دیوتاؤں کو ان کی مذہبی زندگی میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ مصری مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے، جنہیں وہ اپنی روزمرہ کی زندگی کے ہر پہلو میں دیکھتے تھے۔ ان دیوتاؤں کو قدرتی قوتوں، زندگی اور موت کے چکروں اور معاشرے کے مختلف پہلوؤں کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ مندرجہ ذیل کچھ بڑے دیوتا ہیں جن کی مصری پوجا کرتے تھے:

- (رع Ra): رع کو سورج دیوتا سمجھا جاتا تھا اور اسے اعلیٰ دیوتا کے طور پر پوجا جاتا تھا۔ رع کو زندگی اور طاقت کا منبع سمجھا جاتا تھا اور اسے ہر صبح سورج کی طرح آسمان پر طلوع ہوتے دیکھا جاتا تھا۔ رع کی پوجا بنیادی طور پر دن کے وقت کی جاتی تھی اور اسے زندگی دینے والے دیوتا کے طور پر تعظیم کی جاتی تھی۔
- اوسیرس (Osiris): اوسیرس موت، پنر جنم اور زندگی کا دیوتا تھا۔ ان کا تعلق انصاف، خوشحالی اور زراعت سے تھا۔ اوسیرس کا خیال تھا کہ اس نے موت کے بعد زندگی کو واپس لایا۔ اسے مردہ کے دربار کا چیف قاضی دیوتا بھی سمجھا جاتا تھا اور مصری اسے بعد کی زندگی میں داخل ہونے کے لیے رہنما سمجھتے تھے۔
- ایسس (Isis): آئسس اوسیرس کی بیوی اور مادریت اور فطرت کی دیوی تھی۔ وہ امن، محبت اور خاندان کا محافظ سمجھی جاتی تھی. آئیسس کو جادو کی دیوی بھی سمجھا جاتا تھا اور زندگی کے تمام پہلوؤں کو متوازن رکھنے کے لیے اس کی پوجا کی جاتی تھی۔ وہ خاص طور پر عورتوں، ماؤں اور بچوں کی محافظ تھیں۔

- ہورس(Horus): ہورس، Osiris اور Isis کا بیٹا تھا اور آسمان کا دیوتا سمجھا جاتا تھا۔ اسے سورج اور چاند کے دیوتا کے طور پر پوجا جاتا تھا اور اسے مصری بادشاہت کی علامت بھی سمجھا جاتا تھا۔ وہ طاقت اور ہمت کی علامت تھے اور مصری بادشاہوں کو ان سے نوازا گیا تھا۔
- انوبس(Anubis): انوبس کو موت اور mummification کے دیوتا کے طور پر پوجا جاتا تھا۔ انہوں نے مرنے والوں کی روحوں کی حفاظت کی اور ممی کرنے کا عمل کیا۔ انوبس کو اکثر ایک کالے ریچھ کے طور پر دکھایا جاتا تھا، جو مرنے والوں کی لاشوں کی نگرانی کرتا تھا اور بعد کی زندگی کے سفر میں ان کی مدد کرتا تھا۔

قدیم مصر کے دیوتا نہ صرف مذہبی عقائد کی علامت تھے بلکہ وہ معاشرے کے سماجی اور ثقافتی تانے بانے کا حصہ بھی تھے۔ ہر خدا کا ایک خاص کام اور وصف تھا، اور ان پر یقین مصری زندگی کے ہر پہلو پر چھایا ہوا تھا۔ ان دیوتاؤں کی عبادت نے مصری تہذیب کو مذہب، ثقافت اور معاشرے کے گہرے تعلق سے ایک خاص سمت دی۔

2.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

قدیم مصری تہذیب انسانی تاریخ کی ان چند ابتدائی تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے جنہوں نے نہ صرف تمدنی، علمی اور فنی ترقی کے راستے کھولے بلکہ ایک منظم، مضبوط اور پائیدار سماجی ڈھانچہ بھی تشکیل دیا۔ یہ تہذیب محض اہرامِ مصر اور معابد کی بدولت ہی عظیم نہیں مانی جاتی، بلکہ اس کی اصل عظمت اُس منظم معاشرت، پائیدار معیشت اور گہرے مذہبی نظام میں پنہاں ہے، جو ہزاروں سالوں پر محیط رہا۔ مصری سماج درجہ بندی پر مبنی ایک سخت تنظیمی ساخت رکھتا تھا۔ سب سے اوپر فرعون کی حیثیت بلاشرکتِ غیرے حاکم و معبود کی تھی، جسے زمین پر خدائی نمائندہ تصور کیا جاتا تھا۔ وہ تمام اختیارات کا منبع اور قانون کا سرچشمہ تھا۔ اس کے بعد اشرافیہ، پجاری، امراء، فوجی افسران اور خوانین جیسے بااختیار طبقے آتے تھے۔ ان کے زیرِ سایہ متوسط طبقہ، جس میں تاجر، کاریگر اور فنکار شامل تھے، نے معیشت اور ثقافت کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ سماج کی بنیاد عام کسانوں اور مزدوروں پر تھی جن کی محنت پر پورے نظام کی عمارت کھڑی تھی۔ خواتین کو اگرچہ عمومی طور پر ماتحت سمجھا جاتا تھا، تاہم کئی مواقع پر اُنہیں جائیداد، کاروبار اور عبادات میں شرکت کے اختیارات بھی حاصل تھے، اور بعض مثالوں میں وہ حکمرانی تک کے مقام پر فائز ہوئیں، جیسے ملکہ ہتشیپسوت۔ معاشی اعتبار سے مصر ایک زرعی معیشت کا حامل ملک تھا، جس کی خوشحالی کا انحصار نیل دریا کی سالانہ طغیانی پر تھا۔ زرخیز مٹی اور منظم نہری نظام نے زراعت کو ترقی دی، جس کے ساتھ ساتھ تجارت نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ مصر کا تجارتی نظام داخلی اور بین الاقوامی سطح پر فعال تھا، جہاں لکڑی، سونا، مصالحے، کپڑا اور دیگر اشیاء کا تبادلہ مختلف اقوام سے ہوتا تھا۔ صنعت و دستکاری میں مٹی کے برتن، لکڑی کا کام، مجسمہ سازی، اور دھات گری شامل تھے، جو نہ صرف معیشت کو تقویت دیتے تھے بلکہ تہذیبی ذوق کو بھی جِلا بخشتے تھے۔

مذہب قدیم مصری زندگی کا نہایت اہم اور ہمہ گیر پہلو تھا۔ دیوتاؤں پر یقین، روحِ انسانی کی بقا، اور بعد از مرگ زندگی جیسے عقائد نے مذہب کو روزمرّہ زندگی کا لازمی جزو بنا دیا تھا۔ مندر نہ صرف عبادت گاہیں تھیں بلکہ سیاسی، معاشی اور تعلیمی مراکز بھی تھے۔ پجاریوں کا طبقہ بے پناہ دولت و اختیار رکھتا تھا، اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں کرپشن، طاقت کی ہوس اور مذہب کو ذاتی مفادات کے لیے استعمال کرنے کا رجحان بڑھتا گیا۔ یہی وہ پس منظر تھا جس میں فرعون اخنتون نے مذہبی اصلاحات کی کوشش کی اور کثرتِ پرستی کو ترک کر کے یکتاپرستی (آتن دیوتا کی عبادت) کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ یہ تحریک عارضی ثابت ہوئی، لیکن اس نے مصری مذہب میں فکری بیداری ضرور پیدا کی۔ یقینی طور پر قدیم مصر کی تہذیب انسانی تمدن کا ایک شاندار باب ہے، جس میں سماجی تنظیم، اقتصادی نظم و ضبط اور مذہبی شعور کی ایسی ہم آہنگی موجود ہے جو آج بھی ماہرینِ تاریخ و آثارِ قدیمہ کے لیے حیرت اور مطالعے کا مرکز ہے۔ اس تہذیب کی نشانیاں آج بھی مجسموں، اہراموں، معبدوں اور قدیم متون میں محفوظ ہیں، اور انسانی شعور و ترقی کی علامت کے طور پر زندہ ہیں۔

2.6 کلیدی الفاظ (Keywords)

اوسیرس(Osiris): اوسیرس موت، پنر جنم اور زندگی کا دیوتا تھا۔

پیپرس: پیپرس ایک قدیم ندی کے کنارے اگنے والا پودا تھا، جسے زیادہ تر مصر میں دریائے نیل کے کنارے کاشت کیا جاتا تھا۔ اس کے پتے اور تنوں سے قدیم مصر میں کاغذ، رسی وغیرہ جیسی اشیاء تیار کی جاتی تھی

رع(ra): رع کو سورج دیوتا سمجھا جاتا تھا اور اسے اعلیٰ دیوتا کے طور پر پوجا جاتا تھا۔

Hatshepsut: ایک خواتین فرعون۔

حم نتر (Hm-ntr): مصری تہذیب کا سب سے اعلیٰ پجاری

امرنا: فرعون اخناتون کی نئی دارالسلطنت

2.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

2.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. قدیم مصری سماج میں سب سے اعلیٰ مقام کسے حاصل تھا، جسے دیوتا بھی تصور کیا جاتا تھا؟

(الف) وزیر (ب) اعلیٰ پجاری (ج) فرعون (د) فوجی جرنیل

2. مصر کی معیشت کی بنیاد بنیادی طور پر کس شعبے پر تھی؟

(الف) کان کنی (ب) دستکاری (ج) تجارت (د) زراعت

3. موت کے بعد زندگی کے عقیدے کے تحت مصری مردہ جسموں کو محفوظ کرنے کے لیے کونسا عمل اپناتے تھے؟

(الف) تدفین (ب) آگ لگانا (ج) ممی بنانا (د) پانی میں بہانا

4. کس فرعون نے روایتی کثیر خدائی نظام کو ترک کرکے صرف ایک دیوتا "آتن" کی عبادت کو فروغ دیا؟

(الف) توتنخمون (ب) رامسیس دوم (ج) اخناتون (د) حتشپسوت

5. قدیم مصر کے سب سے اعلیٰ پجاری کا درجہ کیا کہلاتا تھا؟

(الف) وَعَب (ب) رعیت (ج) حم نتر (د) کاتب

2.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. قدیم مصری تہذیب میں زراعت کے نظام پر ایک نوٹ لکھیں۔
2. قدیم مصری تہذیب میں کسانوں، تاجروں اور دستکاروں کی حالات کا جائزہ لیں۔
3. قدیم مصر کے اہم دیوتا کی تفصیلات بیان کریں۔

2.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. مصری تہذیب میں فرعون کی اہمیت اور حیثیت پر روشنی ڈالیں۔
2. مصری تہذیبت میں معاشی حالات کا تنقیدی جائزہ لیں۔

اکائی 3۔ ثقافتی کامیابیاں: فن اور فن تعمیر؛ سائنس اور ٹیکنالوجی

(Cultural Accomplishments: Art and Architecture; Science and Technology)

اکائی کے اجزا

3.0 تمہید
3.1 مقاصد
3.2 مصوری
3.3 فن تعمیر
3.3.1 اہرام
3.3.2 مندر، مقبرے اور قبرستان
3.4 مجسمہ سازی: ایک تہذیبی شاہکار
3.5 سائنس اور ٹیکنالوجی
3.5.1 فلکیات، ریاضی اور طب
3.5.2 قدیم مصر میں ممی کا عمل
3.5.3 فن تعمیر اور سائنس
3.5.4 قدیم مصری رسم الخط
3.6 اکتسابی نتائج
3.7 کلیدی الفاظ
3.8 نمونہ امتحانی سوالات
3.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
3.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
3.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

3.0 تمہید (Introduction)

قدیم مصری تہذیب دنیا کی ان عظیم تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے، جنہوں نے انسانی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس تہذیب کی ثقافتی کامیابیاں خصوصاً فن، فنِ تعمیر، سائنس اور طب کے شعبوں میں نہ صرف اپنے وقت میں قابلِ رشک تھیں بلکہ آج بھی جدید دنیا ان پر تحقیق کر کے علم و ترقی کے نئے در وا کر رہی ہے۔ مصری فنونِ لطیفہ اپنی انفرادیت، علامتیت اور مذہبی پہلوؤں کی بنا پر دنیا بھر میں شہرت رکھتے ہیں۔ قدیم مصری فنکاروں نے دیواروں پر بنائی گئی تصاویر، مجسمہ سازی اور نقش نگاری کے ذریعے اپنی روزمرہ زندگی، مذہبی رسومات اور دیوتاؤں کے مناظر کو جس باریکی اور خوبصورتی سے پیش کیا، وہ ان کی فنی مہارت اور روحانی وابستگی کا ثبوت ہے۔ ان تصاویر میں انسانی جسم کو مخصوص زاویوں، تناسب اور علامتی انداز میں پیش کیا جاتا تھا، مثلاً چہرہ ایک طرف جبکہ آنکھ سامنے کی جانب، تاکہ اظہار مزید واضح ہو۔ فنِ تعمیر کے میدان میں بھی مصری تہذیب کا مقام بلند ترین ہے۔ اہرامِ مصر، خصوصاً اہرامِ جیزہ، قدیم مصریوں کی غیر معمولی فنی اور انجینئرنگ صلاحیت کا مظہر ہیں۔ ان عظیم الشان تعمیرات کو اتنے درست حساب و کتاب سے بنایا گیا کہ آج کی جدید ٹیکنالوجی بھی ان کے بعض اسرار کو مکمل طور پر سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس کے علاوہ، کرناک، لکسور، اور ابو سمبل جیسے مندر اور یادگاریں ان کے مذہبی عقائد اور فنِ تعمیر میں مہارت کا واضح ثبوت پیش کرتے ہیں۔

قدیم مصری سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی نمایاں ترقی کر چکے تھے۔ ریاضی میں انہیں جیومیٹری، تناسب، اور پیمائش کا نہایت عمدہ فہم حاصل تھا، جسے انہوں نے تعمیرات، اراضی کی پیمائش اور دیگر عملی مقاصد میں استعمال کیا۔ ان کا ریاضیاتی نظام اعشاریہ پر مبنی تھا جو اپنے وقت کے لحاظ سے خاصی ترقی یافتہ سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔ فلکیات کے شعبے میں مصریوں نے نیل دریا کے سالانہ سیلاب کے نظام کو سمجھتے ہوئے ایک ایسا شمسی کیلنڈر وضع کیا جس میں سال کے 365 دن شامل تھے۔ یہ کیلنڈر زراعت، مذہبی تہواروں اور موسمی پیش گوئیوں کے لیے استعمال ہوتا تھا اور آج کے جدید کیلنڈر کی بنیاد بھی اسی پر ہے۔ طب کے میدان میں قدیم مصریوں کی خدمات نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ انہوں نے انسانی جسم کے مختلف اعضا کی ساخت اور افعال کو سمجھا، بیماریوں کی تشخیص کی اور مختلف طبّی طریقے اپنائے۔ قدیم مصر میں سرجری، دانتوں کا علاج اور ہڈیوں کی پیوندکاری جیسے عمل رائج تھے۔ جڑی بوٹیوں پر مبنی دوائیں، اور طبّی نسخے ان کی طبّی علمیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ان تمام سائنسی و طبّی کامیابیوں میں ممّیفکیشن کو خاص مقام حاصل ہے۔ یہ ایک ایسا پیچیدہ عمل تھا جس کے ذریعے مردہ جسم کو محفوظ رکھا جاتا تھا، تاکہ وہ مرنے کے بعد کی زندگی میں محفوظ و سالم رہے۔ ممّیفکیشن کا عمل نہ صرف ان کی سائنسی مہارت کا آئینہ دار ہے، بلکہ ان کے مذہبی عقائد، جیسے روح کے دوام اور دوبارہ زندگی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اس عمل میں کیمیائی مادوں، جڑی بوٹیوں اور خصوصی طریقوں کا استعمال کر کے جسم کو گلنے سڑنے سے بچایا جاتا تھا اور اسے مخصوص انداز میں لپیٹ کر مقبرے میں دفن کیا جاتا تھا۔ آئندہ صفحات میں انہی پہلوؤں کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا جائے گا تاکہ طلباء کو قدیم مصر کی ثقافتی عظمت کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد مل سکے۔

3.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ مندرجہ ذیل نکات کو سمجھنے کے قابل ہو جائیں گے:

- قدیم مصری تہذیب کی مصوری اور فن تعمیر
- قدیم مصری تہذیب میں اہرام کی تعمیر اور اس کی تکنیک
- قدیم مصری تہذیب کے دور میں ریاضی، سائنس اور تکنیک کی ترقی
- ممی کا علم و صحت کی ترقی میں مصریوں کا اہم کردار

3.2 مصوری (Paintings)

قدیم مصر کی تہذیب نہایت قدیم، منظم اور ترقی یافتہ تہذیبوں میں شمار کی جاتی ہے، جس نے انسانی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ یہ تہذیب نہ صرف علمِ ریاضی، سائنس اور فنِ تعمیر میں اپنی غیر معمولی اختراعات کے لیے مشہور ہے بلکہ فنونِ لطیفہ، خصوصاً مصوری میں بھی اس نے ایک انمٹ اور پائیدار نقوش چھوڑے۔ قدیم مصری مصوری محض جمالیاتی اظہار کا ذریعہ نہیں تھی بلکہ اس میں مذہبی عقائد، سماجی ساخت اور ثقافتی اقدار کی بھرپور عکاسی ہوتی تھی۔ ان کے فن پارے زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت علامتی اور روایتی انداز میں پیش کرتے تھے، خواہ وہ دیوتاؤں کی عقیدت ہو، شاہی خاندان کی عظمت، یا عام انسان کی روزمرہ زندگی۔

مصری فن اور فنِ تعمیر دونوں کا براہِ راست تعلق مذہب، روحانیت اور شاہی بالادستی سے تھا۔ مصوروں اور معماروں نے اپنے ہنر کے ذریعے نہ صرف عبادات، رسومات اور عقائد کو تصویری قالب میں ڈھالا بلکہ اُنہوں نے اپنے وقت کی تہذیبی فہم و دانش کو بھی محفوظ کر دیا۔ ان کی تخلیقات میں ترتیب، توازن، علامتی اظہار اور تہذیبی تسلسل واضح طور پر محسوس ہوتا ہے۔ اہرام، معابد اور دیواروں پر کندہ تصاویر آج بھی نہ صرف ان کے فنی ذوق کی گواہی دیتی ہیں بلکہ قدیم مصری فکر، روحانیت اور معاشرت کی بصری ترجمانی بھی فراہم کرتی ہیں۔

مصری مصوری کا بنیادی مقصد مذہبی ہوتا تھا۔ قدیم مصریوں کا عقیدہ تھا کہ موت کے بعد بھی زندگی کا تسلسل ممکن ہے، اور مصوری کے ذریعے وہ روح کو اگلے سفر میں رہنمائی فراہم کرتے تھے۔ اسی لیے اہرام اور قبروں کی دیواروں پر ایسے دلکش اور رمز بھری تصویریں بنائی جاتی تھیں، جو مرنے والے کی زندگی، اس کے اعمال اور مرنے کے بعد کے سفر کو واضح کرتی تھیں۔ "Book of the Dead" (کتابُ الموتی) جیسے مذہبی متون میں بیان کردہ مناظر کو تصویری انداز میں پیش کیا جاتا تھا تاکہ روحانی سفر کی وضاحت کی جا سکے۔

مصری مصوری کی ایک خاص اسلوبیاتی پہچان تھی جسے آج پروفائل اسٹائل (Side Profile) کہا جاتا ہے۔ اس میں انسانی شکل کو اس انداز میں بنایا جاتا تھا کہ چہرہ اور پاؤں ایک طرف سے جبکہ آنکھ اور دھڑ سامنے سے دکھائی دیتے تھے۔ یہ طرزِ مصوری صرف حسنِ تخیل کے لیے نہ تھا، بلکہ اس کے پس پشت مذہبی و روایتی رموز کارفرما تھے۔ مصری مصور رنگوں کا استعمال بھی گہری معنویت کے ساتھ کرتے تھے۔ ہر رنگ کا

ایک مخصوص مفہوم ہوتا تھا: سرخ رنگ زندگی اور توانائی کی علامت تھا؛ سبز رنگ زرعی خوشحالی اور دوبارہ زندگی کے مفہوم کا حامل تھا؛ نیلا رنگ آسمان اور پانی کا نشان تھا؛ جبکہ سیاہ رنگ بظاہر موت کی علامت تھا، لیکن اس میں بھی دوبارہ زندگی کی اُمید چھپی ہوتی تھی۔

تصاویر کے سائز سے بھی سماجی مراتب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مثلاً، بادشاہ اور دیوتاؤں کو سب سے بڑے سائز میں دکھایا جاتا، اس کے بعد درباری، سپاہی اور عام خادمین کو نسبتاً چھوٹے سائز میں۔ مصوری کے لیے مصری مختلف ذرائع استعمال کرتے تھے۔ پپائرس (Papyrus) نامی پودے سے بنائے گئے خاص کاغذ پر تصاویر بنائی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ مندروں اور قبروں کی دیواروں پر دیوار نگاری (mural painting) کی جاتی تھی۔ ان تصویروں میں جنگی مناظر، کھیتی باڑی، موسیقی، رقص، مویشی پالنے اور روزمرہ کی زندگی کے دیگر مناظر شامل ہوتے تھے، جو اس زمانے کے طرزِ زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔ مصری مصوری محض ایک فنکارانہ اظہار نہ تھی، بلکہ وہ ایک زندہ تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے ذریعے ہم اس دور کی روحانی فکر، معاشرتی ڈھانچے اور ثقافتی پہلوؤں کو گہرائی سے سمجھ سکتے ہیں۔ نتیجتاً، قدیم مصر کی مصوری ایک عظیم ثقافتی ورثہ ہے۔ یہ نہ صرف اس وقت کے مذہبی رجحانات اور طرزِ زندگی کو بیان کرتی ہے، بلکہ یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ فنونِ لطیفہ انسانی تہذیب کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ آج بھی یہ مصوری مؤرخین، ماہرینِ فن اور عام لوگوں کے لیے دلچسپی، تحقیق اور تجسس کا باعث بنی ہوئی ہے۔

3.3 فنِ تعمیر (Architecture)

3.3.1 اہرام (Pyramids)

قدیم مصر کی تہذیب نے فنِ تعمیر کے میدان میں جو حیرت انگیز خدمات انجام دی ہیں، وہ آج بھی دنیا بھر کے ماہرین کے لیے تحقیق اور تعجب کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ اس دور کی عظیم، شاندار اور تکنیکی اعتبار سے ترقی یافتہ عمارات اس بات کا ثبوت ہیں کہ مصری قوم نے نہ صرف مذہبی اور ثقافتی لحاظ سے، بلکہ سائنسی اور ریاضیاتی بنیادوں پر بھی فنِ تعمیر میں غیر معمولی ترقی کی تھی۔ مصری فنِ تعمیر کا بنیادی مقصد مذہبی تھا۔ معابد، اہرام، مقبرے اور او بیلیسک (Obelisk) جیسے تعمیراتی شاہکار مذہبی عقیدت اور مرحومین کی عظمت کے پیشِ نظر تعمیر کیے جاتے تھے۔ قدیم مصریوں کا عقیدہ تھا کہ موت کے بعد بھی زندگی کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اسی لیے وہ اپنے بادشاہوں اور معزز افراد کے لیے عظیم الشان مقبرے تعمیر کرتے تھے، جنہیں "اہرام" کہا جاتا ہے۔

اہرامِ مصر فنِ تعمیر کی سب سے نمایاں اور عالمگیر شہرت یافتہ مثالیں ہیں۔ ان میں سب سے مشہور "اہرامِ جیزہ" ہیں، جن میں فرعون خُوفو (Khufu) کا عظیم اہرام آج بھی قدیم دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔ ان اہراموں کی تعمیر صرف فنِ تعمیر کی مہارت کا مظہر نہیں، بلکہ یہ اس وقت کے ریاضی، جیومیٹری اور فلکیات کے گہرے علم پر بھی مبنی تھی۔ مصری معابد بھی فنِ تعمیر کی بے مثال مثالیں ہیں، جن میں معبدِ کرنک، معبدِ لُکسور اور ابو سمبل کے معابد شامل ہیں۔ یہ معابد عظیم پتھریلے ستونوں، نقش و نگار سے مزین مجسموں اور دیواری مصوری سے آراستہ ہوتے تھے۔ ان معابد میں دیوتاؤں کے مجسمے نصب کیے جاتے تھے، اور ان کی تعمیر اس انداز میں کی جاتی تھی کہ

مخصوص اوقات میں سورج کی شعاعیں براہِ راست دیوتا کے مجسمے پر پڑیں، جو اس دور کے فلکیاتی علم کا واضح ثبوت ہے۔ مصری فنِ تعمیر میں اوبیلیسک یعنی اونچے سنگی ستون بھی نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ان پر بادشاہوں کی فتوحات، مذہبی کلمات اور سرکاری احکامات کندہ ہوتے تھے۔ یہ ستون سورج دیوتا "رع" کے نام منسوب سمجھے جاتے تھے۔ مصریوں نے اپنی عمارات کی تعمیر میں زیادہ تر مختلف اقسام کے پتھروں کا استعمال کیا، جن میں چونا پتھر، گرینائٹ اور ریتلا پتھر (Sandstone) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان پتھروں کو تراشنے، جوڑنے اور بلند عمارات میں استعمال کرنے کی جو تکنیکیں مصریوں نے اختیار کیں، وہ آج بھی ماہرین کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔

فن تعمیر کے لحاظ سے بھی قدیم مصر ایک ترقی یافتہ تہذیب تھی۔ امرا کے مکانات وسیع و عالی شان ہوا کرتے تھے، جب کہ عام لوگ کچی اینٹوں سے بنے سادہ گھروں میں رہتے تھے۔ نکاسیِ آب، ذخیرہ اندوزی اور گرمی سے بچاؤ کے جو انتظامات ان گھروں میں کیے جاتے تھے، وہ اس دور کے فنی شعور کی عکاسی کرتے ہیں۔ قدیم مصر کا فنِ تعمیر صرف ایک تکنیکی مظاہرہ نہیں، بلکہ مذہبی عقائد، سائنسی فہم، اور جمالیاتی ذوق کا حسین امتزاج تھا۔ ان کی یادگار عمارات آج بھی انسانی تخلیقی صلاحیت، ریاضیاتی مہارت اور انجینئرنگ علم کی بلند ترین مثالیں پیش کرتی ہیں۔ یہ فنِ تعمیر نہ صرف تاریخ کا زندہ ثبوت ہے، بلکہ انسان کی عقل و فہم کی تابندہ علامت بھی ہے۔

اہرام تعمیر کے مقاصد (Purpose of Pyramid Construction)

مصری قوم کی قومی زندگی کے اعلیٰ ترین نظریات اور ان کے تہذیبی شعور کی بہترین جھلک اہرام مصر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ کچھ محققین کا کہنا ہے کہ مصر کے حکمرانوں نے ان اہراموں کو اس وقت تعمیر کروایا جب ریاستی معیشت کمزور ہو چکی تھی، تاکہ عوام کو روزگار فراہم کیا جا سکے۔ لیکن یہ مفروضہ کمزور اور ناقابلِ قبول معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب یہ اہرام تعمیر کیے جا رہے تھے، مصر ایک خوشحال اور ترقی یافتہ ملک تھا۔ لہٰذا یہ کہنا زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ اہراموں کی تعمیر کسی اقتصادی بدحالی کا نتیجہ نہیں، بلکہ خود اس بدحالی کا ایک سبب بنی۔

در حقیقت، مصریوں نے ان اہراموں کو اپنے بادشاہت کے جلال، دوام اور فرعون کی لازوال حیثیت کی علامت کے طور پر تعمیر کیا۔ اگر فرعون کو خدائی اور ابدی حیثیت حاصل تھی تو ان کی لاش کی حفاظت اور بعد از مرگ قیام کے لیے ایسی عظیم اور پائیدار قبروں کا بنانا لازمی سمجھا گیا، جو ان کے مقام و مرتبے کے شایانِ شان ہوں۔ ممکن ہے اہرام کو اس مثلثی شکل میں بنانے کا مقصد یہ رہا ہو کہ سورج کی پہلی کرنیں ان پر پڑیں اور پھر نیل کی وادی میں منعکس ہوں۔ جو کچھ بھی پس منظر ہو، یہ بات بالکل واضح ہے کہ مصری اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہوئے۔ اگرچہ وہ ریاست، جس کی بقا کے علامتی طور پر یہ اہرام تعمیر کیے گئے تھے، ہزاروں سال قبل ختم ہو چکی ہے، لیکن یہ یادگاریں آج بھی تقریباً اپنی اصل حالت میں قائم ہیں۔ قدیم یونانیوں نے ان اہراموں کو دنیا کے سات عجائبات میں شامل کیا تھا، اور آج بھی یہ قدیم دنیا کے مادی ورثے میں سب سے زیادہ متاثر کن اور پرکشش یادگاریں مانی جاتی ہیں۔

اہرام سازی کی فنّی ترقی (Technological and Architectural Advances in Pyramid)

اہراموں کی ترقی کا آغاز مصر کے قدیم دور میں کچی اینٹوں سے بنی قبروں سے ہوا۔ نو پتھری دور (Neolithic Age) کے مصری لوگ اپنے مردوں کو ریت میں کھود کر دفناتے تھے اور ان قبروں پر ریت کے ڈھیر بنا کر پتھروں سے گھیر دیتے تھے۔ جب مصر میں پہلے شاہی خاندان کی بنیاد رکھی گئی تو قبروں کی دیواریں اور اوپر کی حفاظتی دیواریں کچی اینٹوں سے بنائی جانے لگیں۔ تقریباً 3050 قبل مسیح میں کچی اینٹوں کی جگہ پتھروں کے بڑے بڑے بلاکس کا استعمال شروع ہوا جو تعمیرات کی تاریخ میں پتھر کے استعمال کی سب سے قدیم مثال ہے۔ یہی سلسلہ آگے بڑھ کر "مستبا" نامی چوکور اور سیدھی قبروں کی شکل میں تبدیل ہوا۔

تقریباً 2980 قبل مسیح میں، فرعون "جوسر" کے وزیر "امہوتپ" نے سقارہ (Saqqara) کے قریب ایک بڑی مستبا کے اوپر پانچ منزلوں کی سیڑھی دار ساخت تیار کروائی جو رفتہ رفتہ چھوٹی ہوتی جاتی تھیں۔ اس طرح دنیا کا پہلا "سیڑھی دار اہرام" (Step Pyramid) وجود میں آیا۔ یہ عمارت مکمل طور پر پتھروں سے بنی ہوئی تھی اور اس کی اونچائی 195 فٹ تھی۔ یہ تعمیراتی لحاظ سے مستبا اور مکمل اہرام کے درمیان ایک درمیانی مرحلہ تھی۔ اس کے بعد، فرعون "نیفرو" کے عہد میں بننے والے اہراموں میں سیڑھیوں کے درمیانی خلا کو بھر کر سطح کو ڈھلوانی بنایا گیا۔ یہ پہلا "مکمل اہرام" تھا۔ اس کے بعد جو اہرام تعمیر کیے گئے، وہ شروع ہی سے ڈھلوانی شکل میں بنائے گئے، یعنی اب سیڑھیاں ترک کر دی گئیں۔

تقریباً 2900 قبل مسیح تک جب گیزہ میں فرعون خُوفو کے مشہور "عظیم اہرام" (Great Pyramid of Khufu) کی تعمیر شروع ہوئی، مصری فنِ تعمیر میں مہارت حاصل کر چکے تھے۔ یاد رہے کہ 3050 ق م میں جب انہوں نے پتھروں سے عمارتیں بنانا شروع کی تھیں، اس کے محض ڈیڑھ صدی بعد وہ دنیا کی سب سے بڑی پتھریلی عمارت تعمیر کرنے کے قابل ہو چکے تھے۔ اس کامیابی کا اندازہ یونانی مورخ ہیروڈوٹس کے بیان سے لگایا جا سکتا ہے، جس کے مطابق گیزہ کے عظیم اہرام کو ایک لاکھ مزدوروں نے بیس برسوں میں مکمل کیا تھا۔ یہ اہرام 13 ایکڑ زمین پر قائم ہے، جس کی اونچائی 480 فٹ اور لمبائی 755 فٹ ہے۔ اس میں تقریباً 23 لاکھ پتھریلے بلاکس استعمال ہوئے، جن میں ہر ایک کا وزن دو سے ڈھائی ٹن کے درمیان ہے۔ یہ پتھر اس مہارت سے آپس میں جوڑے گئے ہیں کہ بعض جگہوں پر جوڑ کی موٹائی ایک انچ کے ہزارویں حصے سے بھی کم ہے۔ آج کے دور میں بھی بہت کم معمار اس درجے کی مہارت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔

گیزا کے اہرام کی بہت زیادہ مذہبی اہمیت تھی، کیونکہ وہ فرعونوں کی لاشوں کو محفوظ رکھنے اور انہیں موت کے بعد امرت فراہم کرنے کے لیے بنائے گئے تھے۔ قدیم مصریوں کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد فرعون کی روح کو دیوتا "آوسیرس" کے پاس لے جایا جائے گا اور اہرام اس کے جی اٹھنے کے عمل کا حصہ تھے۔ اہرام کا اندرونی حصہ ایک پیچیدہ ڈھانچہ تھا جس میں خوفو کے جسم کو رکھنے کے لیے ایک چیمبر اور دیگر مختلف جگہیں تھیں جہاں شاہی خزانے اور مذہبی لباس رکھے گئے تھے۔ مزید برآں، گیزا کے اہرام قدیم مصر کی بے پناہ مذہبیت، طاقت اور شاہی ثقافت کی بھی علامت ہیں۔ نہ صرف یہ ایک مقبرہ تھا، بلکہ یہ فرعون کے الٰہی قد اور اس کی زندگی کے مقصد کی عکاسی کرتا تھا۔

گیزا پرامڈ کمپلیکس تین بڑے اہراموں پر مشتمل ہے:

- خوفو کا عظیم اہرام (Pyramid of Khufu)-یہ سب سے بڑا اور مشہور اہرام ہے۔
- خف رع کا اہرام (Pyramid of Khafre)-اسے خوفو کے بیٹے خف رع نے بنایا تھا۔ خف رع کا اہرام قدرے چھوٹا ہے، لیکن یہ گیزا اہرام کے قریب واقع عظیم "Sphinx" مجسمے کے لیے مشہور ہے۔
- منکاؤر کا اہرام(Pyramid of Menkaure)-یہ سب سے چھوٹا اہرام ہے اور اسے منکاؤر نے بنایا تھا جو خف رع کا جانشین تھا۔

ان اہراموں کی تعمیر ایک بڑے مذہبی اور ثقافتی مرکز کا حصہ تھی جہاں فرعون اور ان کے خاندان کے افراد لافانی زندگی گزارتے تھے۔

3.3.2 مندر، مقبرے اور قبرستان (Temples, Tombs and Cemetery)

اہراموں کے علاوہ، قدیم مصریوں نے شاہی خاندانوں، مذہبی پیشواؤں اور بااثر افراد کے لیے مخصوص مقبرے اور قبرستان بھی تعمیر کیے۔ ان مقبروں کو نہایت اہتمام اور فنکارانہ مہارت سے آراستہ کیا جاتا تھا، جن میں دیواروں پر بنی ہوئی تصویریں (مورلز)، سنگِ مرمر کے مجسمے اور روزمرہ استعمال کی اشیاء رکھی جاتی تھیں۔ ان سب کا مقصد یہ تھا کہ مرنے والے کی روح کو بعد از مرگ ایک بھرپور، آرام دہ اور شاہانہ زندگی میسر آ سکے۔ قدیم مصر کا فن اور فنِ تعمیر نہایت منفرد، متاثر کن اور تہذیبی شعور کا آئینہ دار تھا۔ ان کے فن پارے محض جمالیاتی تخلیقات نہ تھے، بلکہ مذہبی عقائد، روحانی تصورات اور سماجی اقدار کی علامتی ترجمانی کرتے تھے۔ فنِ تعمیر کے میدان میں مصریوں نے اہراموں، معابد، اور مقبروں کی صورت میں جو شاہکار تخلیق کیے، وہ نہ صرف اُن کی تکنیکی مہارت کا ثبوت ہیں بلکہ اس بات کی بھی واضح دلیل ہیں کہ ان کی مذہبی وابستگی اور روحانی اعتقادات کس قدر گہرے اور پختہ تھے۔ قدیم مصری سلطنت کے دور میں اگرچہ اہرام، مستبا (قبریں) اور چند معبدوں کے علاوہ دیگر عمارات کے آثار ناپید ہو چکے ہیں، تاہم جو معبد باقی بچے ہیں وہ ہمیں اس دور کے فنِ تعمیر، مذہبی رجحانات اور جمالیاتی حس کی گہری جھلک دکھاتے ہیں۔ محلات اور شاہی عمارتیں چونکہ کچی اینٹوں سے بنی تھیں، اس لیے وقت کے ساتھ زمین بوس ہو گئیں۔ اگرچہ اہرام کے دور کے مصریوں کو محراب(arch) کے فن سے واقفیت حاصل تھی، مگر معبدوں کی تعمیر میں انہوں نے محراب کی جگہ بڑے پتھریلے ستونوں کا استعمال کیا جن کی شکل اکثر کھجور کے درخت پپائرس (Papyrus) کے گچھے کی مانند ہوتی تھی۔ ان ستونوں کی مدد سے وسیع و عریض کمروں کی چھتیں قائم کرنا مصری فنِ تعمیر کی ایک انوکھی کامیابی تھی۔

کارنک کا معبد (Karnak Temple)

سلطنتی دور(New Kingdom) میں مصریوں کے مابعد الموت تصورات میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ اب فرعون کو خدائی یا ازلی حیثیت دینے کا تصور کمزور پڑ چکا تھا، لہٰذا اُن کے لیے بڑے اہرام تعمیر کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا۔ تاہم مصریوں کی

اپنے ریاستی نظام اور اس کی عظمت پر عقیدت باقی تھی، جس کا بہترین اظہار اُن معبدوں سے ہوتا ہے جو اُس دور میں تعمیر کیے گئے۔ ان معبدوں کی تعمیر اکثر نہایت سخت اور مضبوط پتھروں سے کی گئی اور ان کا حجم حیران کن حد تک وسیع ہے۔ ان میں سب سے نمایاں کارنک کا معبد ہے، جو ممکنہ طور پر دنیا کی سب سے بڑی عمارتوں میں سے ایک ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً 1300 فٹ یعنی ایک چوتھائی میل کے برابر ہے۔ اس کا مرکزی ہال 170 فٹ لمبا اور 338 فٹ چوڑا ہے، جو پیرس کے مشہورِ زمانہ نوترے دام چرچ سے بھی بڑا ہے۔ اس عظیم الشان ہال کی چھت 136 بڑے پتھریلے ستونوں پر قائم ہے، جنہیں چھ قطاروں میں ترتیب دیا گیا ہے۔ ان میں وسطی بارہ ستون 79 فٹ بلند ہیں اور ان کے سروں پر اتنی جگہ ہے کہ ہر ایک پر سو افراد کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ہال کی چھت کو پچھلی سمت سے دھیرے دھیرے نیچے لا کر تعمیر کیا گیا تا کہ یہ ہال اور بھی وسیع اور بلند دکھائی دے۔ یہ معبد تقریباً دو سو برس میں مکمل ہوا۔ اس کے قدیم ترین حصے فیوڈل دور (جاگیر داری دور) کے ہیں، جب کہ جدید ترین اجزاء یونانی دور سے تعلق رکھتے ہیں، مگر اس کا مرکزی حصہ سلطنتی دور ہی میں مکمل کیا گیا تھا۔ اس معبد کے دیگر قابلِ ذکر اجزاء میں ملکہ حتشپسوت کے بنوائے گئے نوکیلے ستون (Obelisks) اور "اسفنکس کی شاہراہ" (Avenue of Sphinxes) شامل ہیں، جن سے معبد کی شان و شوکت مزید بڑھ جاتی ہے۔

ابو سمبل اور لکسور کے معبد (Temples of Abu Simbel and Luxor)

نوبیہ (Nubia) کے علاقے میں واقع ابو سمبل کا معبد ایک غار نما معبد ہے جسے فرعون رامیسس دوم نے تعمیر کروایا تھا۔ یہ معبد 175 فٹ لمبا اور 90 فٹ بلند ہے۔ اس کا مرکزی ہال 20 فٹ بلند آٹھ ستونوں پر قائم ہے، جن کے ساتھ خدائے اوسیریس کی 17 فٹ بلند مورتیاں بنی ہوئی ہیں۔ معبد کے داخلی دروازے پر چٹانوں کو تراش کر بنائی گئی چار عظیم الشان مورتیاں واقع ہیں، جو 60 فٹ بلند ہیں اور فرعون کی عظمت کو ظاہر کرتی ہیں۔ لکسور کا معبد فرعون امنحوتپ سوم نے بنوایا تھا، مگر بدقسمتی سے وہ اسے مکمل نہ کرا سکا۔ جو حصہ دستیاب ہے، وہ اس کی تعمیراتی عظمت اور فنّی ذوق کا شاہکار ہے۔ درحقیقت، ان تمام معبدوں کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ صرف عظیم نہیں، بلکہ حسین بھی ہیں۔ مصری فنکاروں نے کہیں بھی "وسعت" کے نام پر "خوبصورتی، توازن اور نزاکت" کو قربان نہیں ہونے دیا۔ آج بھی قدیم مصر کا فن اور اس کی فنِ تعمیر کی روایات ماہرینِ آثارِ قدیمہ، مؤرخین، اور محققین کے لیے دلچسپی اور تحقیق کا مرکز ہیں۔ ان کی بقا اور مطالعہ انسانی تہذیب کے ایک عظیم، بے مثال اور منفرد ورثے کی صورت میں جاری ہے، جو آنے والی نسلوں کو نہ صرف ماضی سے جوڑتا ہے بلکہ انسانی فہم و شعور کی ترقی کا بھی مظہر ہے۔

3.4 مجسمہ سازی: ایک تہذیبی شاہکار (Sculpture: A Cultural Masterpiece)

قدیم مصر کی تہذیب کو دنیا کی قدیم ترین اور متمدن ترین تہذیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس عظیم تہذیب نے فنونِ لطیفہ اور ثقافتی ورثے کے میدان میں جو نقوش چھوڑے ہیں، وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ ان میں مجسمہ سازی کو ایک منفرد اور بلند مقام حاصل ہے۔ مصری مجسمے محض فن پارے نہیں تھے بلکہ یہ مذہبی عقائد، سماجی نظام، سیاسی نظریات اور ثقافتی رویّوں کی عکاسی بھی کرتے تھے۔ مصری عوام کا عقیدہ تھا کہ

مرنے کے بعد روح واپس جسم میں آتی ہے، لہٰذا وہ ایسی مجسمے تیار کرواتے تھے جو روح کے قیام کے لیے ایک دائمی ذریعہ بن سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقبروں، اہرامات اور معابد میں بادشاہوں، دیوتاؤں، مقدس جانوروں، اساطیری کرداروں اور عام شہریوں کے متنوّع مجسمے پائے جاتے ہیں۔

مصری مجسمہ سازی کی ایک نمایاں خصوصیت اس کا حقیقت پسندی(Realism) اور علامتی انداز(Symbolism) ہے۔ چہروں پر سکون، سنجیدگی اور خوداعتمادی نمایاں ہوتی تھی جو دوام اور الوہیت کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ فرعونوں کے مجسمے اکثر انہیں دیوتاؤں کے برابر دکھاتے تھے۔ مثلاً خُوفو، خفرع اور رامسیس دوم کے عظیم الشان مجسمے، جن کی ہیبت اور عظمت آج بھی دیکھنے والوں کو مرعوب کرتی ہے۔ ابو سمبل، لکسر، کرناک اور گیزہ کے معابد میں نصب دیو قامت مجسمے مصری فنِ سنگ تراشی کی لازوال مثالیں ہیں۔ مشہورِ زمانہ 'سفنکس' (Sphinx) کا مجسمہ، جس کا جسم شیر اور چہرہ انسان کا ہے، طاقت اور دانائی کی علامت مانا جاتا ہے۔ یہ مجسمہ خوفو یا خفرع سے منسوب ہے اور قاہرہ کے قریب گیزہ میں واقع ہے۔ سفنکس کا رخ مشرق کی طرف ہے اور یہ گویا طلوعِ آفتاب کا خیر مقدم کر رہا ہو۔ یہ ایک ہی چٹان کو تراش کر بنایا گیا ہے اور یہ مجسمہ ممکنہ طور پر دنیا کا سب سے بڑا ایک سنگی مجسمہ ہے۔ سفنکس کی لمبائی تقریباً 73 میٹر، اونچائی 20 میٹر اور چوڑائی 19 میٹر ہے۔ قدیم مصری عقائد کے مطابق، سفنکس معبد اور اہرامات کی حفاظت پر مامور ایک محافظ کا کردار ادا کرتا تھا۔ اس کے اسرار نے صدیوں سے مورخین، محققین اور سیاحوں کو متجسس رکھا ہے۔ آج بھی سفنکس کا مجسمہ مصری تہذیب کی ذہانت، فن اور روحانی گہرائی کا ایک خاموش گواہ ہے۔

مصری سنگ تراشوں نے سخت ترین پتھروں جیسے گرینائٹ، ڈائورائٹ اور ریت پتھر سے نہایت مہارت سے کام لیا۔ انہوں نے نہ صرف جسامت میں شانداری دکھائی بلکہ باریک جزئیات میں بھی غیر معمولی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ لکڑی اور پتھر دونوں میں تیار شدہ چھوٹے مجسموں میں ایسی نازک نقاشی ملتی ہے جو آج کے محققین کو بھی حیران کر دیتی ہے۔ زیادہ تر شاہی مجسمے سخت پتھروں سے، بڑے سائز اور بغیر جذبات کے بنائے گئے ہیں۔ انہیں اکثر بیٹھے ہوئے دکھایا گیا ہے: ریڑھ کی ہڈی سیدھی، پاؤں نیچے لٹکے ہوئے، ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے؛ یا پھر چلنے کی حالت میں، بایاں پاؤں آگے بڑھائے۔ بیٹھے ہوئے بہترین مجسموں میں "خیترِی" اور "ہیمیسِت" کی مثالیں دی جا سکتی ہیں، جو بالترتیب قاہرہ اور لوور کے عجائب گھروں میں محفوظ ہیں۔ کھڑے ہوئے مجسموں میں "رانوفیر" نامی پجاری کا مجسمہ بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ حقیقت کے قریب لانے کے لیے مجسموں کو قدرتی رنگوں سے رنگا جاتا تھا اور آنکھوں میں اکثر قیمتی پتھروں یا بلور کا استعمال کیا جاتا تھا۔ باوجود اس کے ان کے چہروں پر تاثر کی غیر موجودگی(Emotionlessness) برقرار رکھی گئی۔ ممکن ہے کہ فنکاروں نے اسے ریاست کی پائیداری، سنجیدگی اور حکمرانی کے دوام کا استعارہ سمجھا ہو۔ شاید ان کا عقیدہ تھا کہ اگر بادشاہی لازوال ہے، لہذا اس کے فرمانروا کو تشویش، غضب، کامرانی اور ناکامی جیسے عارضی جزبات سے بلند ہونا چاہیے۔

مصری مجسموں میں بعض جسمانی تناسب کی خامیاں بھی نظر آتی ہیں، جیسے رانوں کی لمبائی کا غیر فطری ہونا یا انگلیوں کی یکساں

طوالت۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ جسمانی ساخت سے ناواقف تھے۔ غالباً ان خامیوں کو بھی انہوں نے اسی علامتی انداز میں اپنایا، جیسا کہ وہ جذبات سے خالی چہروں کو دوام کی علامت سمجھتے تھے۔ عام شہریوں کے مجسمے بناتے وقت فنکار رسمی قیود سے آزاد ہو جاتے تھے، لہٰذا وہ زیادہ حقیقت پسندانہ انداز میں بنائے جاتے تھے۔ ان میں سب سے مشہور قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ایک لکڑی کا مجسمہ ہے اور جس کا صرف سر باقی ہے، جو کسی قدیم ریاست کے اوورسیئر کا ہے۔ یہ مجسمہ "شیخ کا مجسمہ" کہلاتا ہے۔ اس کے گمنام خالق کو ممتاز مؤرخ جیمز بریسٹڈ نے قدیم دنیا کے عظیم ترین فنکاروں میں شمار کیا ہے۔ آخر کار، مصری مجسمہ سازی نہ صرف فن کا مظہر تھی بلکہ اپنے عہد کی روح، عقائد اور تہذیبی اقدار کا آئینہ بھی تھی۔ یہ فن آج بھی قدیم مصر کی عظمت، ذہانت اور ثقافتی ورثے کی پائیدار یادگار کے طور پر دنیا بھر کے عجائب گھروں، آثارِ قدیمہ کی سائٹوں اور محققین کے دلوں میں زندہ ہے۔

3.5 سائنس اور ٹیکنالوجی (Science and Technology)

قدیم مصری تہذیب نہ صرف فنون و ثقافت کے میدان میں ممتاز تھی، بلکہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں بھی اس نے اہم اور پائیدار کارنامے انجام دیے۔ اگرچہ ان کی سائنسی جستجو کا دائرہ محدود تھا اور وہ صرف انہی علوم میں دلچسپی رکھتے تھے جو عملی زندگی میں کارآمد ثابت ہوں، لیکن انہی حدود میں رہ کر انہوں نے کئی شعبوں میں حیرت انگیز ترقی کی۔ مصریوں نے ریاضی، فلکیات، طب، جراحی اور انجینئرنگ جیسے میدانوں میں ایسی بنیادیں رکھیں جن پر بعد کی تہذیبوں نے ترقی کی عمارتیں کھڑی کیں۔ ان کی ایجادات اور فہم نے زرعی نظام، صحت عامہ، تعمیرات اور وقت کے حساب کتاب کو منظم بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصری سائنسدانوں کا مقصد محض نظریاتی تحقیق نہیں تھا، بلکہ وہ ایسے سائنسی حل تلاش کرتے تھے جو روزمرہ زندگی کے مسائل کو آسان بنا سکیں۔ ان کی عملی ذہانت اور مشاہدے کی صلاحیت نے ان کے علم کو محدود ہونے کے باوجود قابل قدر بنایا اور یہی خصوصیت انہیں قدیم دنیا کی دیگر تہذیبوں سے ممتاز کرتی ہے۔

3.5.1 فلکیات، ریاضی اور طب (Astronomy, Mathematics and Medicine)

قدیم مصریوں نے فلکیات کے میدان میں نمایاں پیش رفت کی۔ انہوں نے ابتدائی آلات کی مدد سے آسمان کا مشاہدہ کر کے ستاروں کی پہچان حاصل کی اور چند اہم ستاروں کی صحیح جگہ کا اندازہ لگا کر آسمانی نقشہ تیار کیا۔ ان کی ایک بڑی کامیابی شمسی کیلنڈر (سورج پر مبنی جنتری گاہ) کی ایجاد تھی، جو وقت کے تعین کے لیے ایک اہم پیش رفت تھی۔ تاہم، وہ فلکیات میں مزید ترقی نہ کر سکے۔ مثلاً، وہ سورج اور چاند گرہن کے اسباب جاننے میں ناکام رہے۔ ریاضی کے میدان میں انہوں نے ابتدائی دور میں جمع، تفریق اور تقسیم جیسے بنیادی اصول دریافت کر لیے تھے، جنہیں وہ تجارتی اور انتظامی ضروریات کے لیے استعمال کرتے تھے۔ مگر وہ ضرب (Multiplication) سے ناواقف رہے اور اس کی جگہ بار بار جمع کرنے کے طریقے پر انحصار کرتے تھے۔ ان کا عددی نظام سادہ تھا، لیکن اس میں صفر اور اعشاری نظام (دس اعشاریہ طریقہ) شامل نہیں تھا، جس کی وجہ سے اعداد کو ظاہر کرنا طویل اور پیچیدہ ہو جاتا تھا۔ مثلاً، 1 سے 9 تک کے اعداد کے لیے ایک ہی نشان استعمال ہوتا تھا جسے دہرایا جاتا تھا، جیسے 3 لکھنے کے لیے تین بار "1" کا نشان لگایا جاتا۔ دس، سو اور ہزار کے لیے الگ نشانات تھے اور بڑی تعدادیں ان نشانات کو دہرا

کر لکھی جاتی تھیں۔اس طریقہ کار کی وجہ سے اعداد لکھنے کا عمل نہایت طویل ہو جاتا۔ کسر (فریکشن) لکھنے میں بھی انہیں دشواری پیش آتی تھی۔ وہ ½ یا ¼ تو لکھ سکتے تھے، لیکن 3/4 کو 1/2+1/3 کی صورت میں ظاہر کرتے تھے۔ وہ ابتدائی الجبرا اور جیومیٹری کے چند مسائل حل کرنا جانتے تھے، لیکن پیچیدہ اشکال جیسے غیر مساوی چوکور (ناموزوں چہار ضلعی) کا رقبہ معلوم کرنا ان کے لیے مشکل تھا۔ اس کے برعکس، دائرے، نصف کرہ اور استوانہ (سلنڈر) کے رقبے نکالنے میں انہوں نے کافی کامیابی حاصل کی تھی۔

تعمیرات کے میدان میں وہ غیر معمولی ماہر تھے۔ عمارتوں کی بنیادوں کا خاکہ تیار کرنا، ستونوں اور محرابوں کا استعمال، ان کے کاریگروں کی فنی مہارت کا ثبوت تھا۔ طب کے میدان میں بھی مصریوں نے نمایاں ترقی کی۔ معالجین کی ایک مستقل جماعت وجود میں آچکی تھی اور فرعون کا ذاتی طبیب ایک معزز عہدے پر فائز ہوتا تھا۔ ان کے بعض طبّی نسخے اتنے مؤثر تھے کہ بعد کی تہذیبوں نے بھی انہیں اپنایا۔ تاہم، عوام میں جادو، ٹونے اور اوہام پرستی کی مقبولیت نے سائنسی بنیادوں پر طب کی ترقی کی رفتار کو محدود کر دیا۔ مردوں کے جسم کو محفوظ رکھنے کے لیے وہ مختلف ادویات کا استعمال کرتے تھے تاکہ لاش کو زیادہ عرصے تک سلامت رکھا جا سکے، لیکن اس کے باوجود وہ انسانی جسم کی اندرونی ساخت سے زیادہ واقف نہ ہو سکے۔ طبیعات (فزکس) اور کیمیا (کیمسٹری) جیسے سائنسی شعبوں سے وہ تقریباً ناآشنا تھے، جس کی وجہ سے ان علوم میں کوئی قابلِ ذکر پیش رفت نہ ہو سکی۔

3.5.2 قدیم مصر میں ممی کا عمل (Mummification in Ancient Egypt)

قدیم مصر میں ممیفیکیشن ایک مذہبی اور ثقافتی لحاظ سے نہایت اہم عمل تھا، جس کا مقصد مردوں کے جسم کو محفوظ رکھ کر اُن کی روح کو بعد از مرگ زندگی میں داخل ہونے کا موقع فراہم کرنا تھا۔ مصری یہ یقین رکھتے تھے کہ روح کو ابدی زندگی (Eternal Life) حاصل کرنے کے لیے جسم کی موجودگی ضروری ہے، اسی لیے وہ لاش کو محفوظ رکھنے پر خاص توجہ دیتے تھے۔ ممیفیکیشن کا عمل پیچیدہ، طویل اور طبقاتی نظام (Social Class System) کے مطابق مختلف انداز میں انجام دیا جاتا تھا۔ عام شہریوں کے لیے ممیفیکیشن نسبتاً سادہ ہوتا تھا۔ اس عمل کو سادہ ممیفیکیشن (Simple Mummification) کہا جاتا تھا۔ اس میں لاش کو اندرونی اعضاء (Internal Organs) سے خالی کر کے نمک (Salt) سے خشک کیا جاتا، پھر رال (Resin) میں بھیگے ہوئے کپڑوں میں لپیٹ کر دفن کیا جاتا۔ یہ طریقہ کم خرچ اور کم وقت لینے والا تھا، جسے غریب طبقہ اختیار کرتا تھا۔

اعلیٰ طبقے کے افراد جیسے امراء، وزراء یا شاہی خاندان کے قریبی لوگوں کے لیے ممیفیکیشن کا طریقہ زیادہ مفصل اور مہنگا ہوتا۔ اس کو رسمی ممیفیکیشن (Formal Mummification) کہا جاتا تھا۔ اس میں جسم سے آنتیں نکال کر اُسے خشک کیا جاتا، پھر خاص تیل، رال اور موم لگا کر اسے کپڑوں میں لپیٹا جاتا اور تابوت (Coffin) میں رکھا جاتا۔ یہ عمل کئی ہفتے یا مہینے جاری رہتا اور اس میں خاص قسم کی مذہبی رسومات بھی ادا کی جاتیں۔ سب سے اعلیٰ اور پیچیدہ عمل شاہی ممیفیکیشن (Royal Mummification) کہلاتا تھا، جو صرف فرعون (Pharaoh) اور اُس کے خاندان کے لیے مخصوص تھا۔ اس میں نہ صرف جسم کے تمام اندرونی اعضاء مثلاً دل، دماغ،

پھیپھڑے(Lungs) اور آنتیں(Intestines) نکال کر علیحدہ محفوظ کیے جاتے، بلکہ جسم کو خوشبودار مادّوں، رال اور قیمتی پتھروں سے سجا کر کئی تہوں والے کتان کے کپڑوں(Linen Cloth) میں لپیٹا جاتا۔ یہ عمل نہایت باقاعدہ مذہبی رسومات کے ساتھ مکمل کیا جاتا، تاکہ مرنے والے کو بعد کی زندگی میں داخل ہونے میں آسانی ہو۔

ایک اور طریقہ مصنوعی ممیفیکیشن(Artificial Mummification) تھا، جس میں جسم سے اندرونی اعضاء نکالے بغیر اُسے جڑی بوٹیو، رال اور خوشبودار اشیاء سے محفوظ کیا جاتا۔ یہ طریقہ زیادہ تر اُن افراد کے لیے تھا جو مہنگے عمل کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کچھ خاص ممیفیکیشن ایسی بھی تھیں جو افراد کی سماجی حیثیت اور وقار کو ظاہر کرنے کے لیے کی جاتیں، جیسے سفنکس ممیفیکیشن (Sphinx Mummification)، جس میں لاش کو ایک خاص ڈھانچے(Structure) میں رکھ کر لپیٹا جاتا۔ یہ طریقہ عام طور پر باوقار شخصیات کے لیے مخصوص تھا۔ قدیم مصر میں جانوروں کی ممیفیکیشن(Animal Mummification) بھی رائج تھی۔ بلی، بکری، گائے اور دیگر مذہبی اہمیت رکھنے والے جانوروں کو بھی ممی بنا کر مندروں میں رکھا جاتا، تاکہ وہ دیوتاؤں کے حضور نذرانہ بن سکیں یا مذہبی رسومات میں استعمال ہو سکیں۔

ممیفیکیشن صرف ایک مذہبی عمل نہیں تھا بلکہ اس نے طب و سائنس(Medicine and Science) میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ جب جسم کے اعضاء نکال کر محفوظ کیے گئے تو معالجین(Physicians) کو انسانی جسم کی ساخت(Anatomy) اور افعال(Functions) کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ اس مشاہدے سے جسمانی بیماریوں(Diseases)، اعضاء کی پیچیدگیوں اور مختلف علاج (Treatment Methods) کے طریقوں کو سمجھنے میں مدد ملی۔ قدیم طبیب انہی تجربات کی روشنی میں نئی سرجری (Surgery) اور علاج کی تکنیکیں ایجاد کرنے لگے، جو وقت کے ساتھ طبّی سائنس کی ترقی(Development of Medical Science) کا ذریعہ بنیں۔ یوں، ممیفیکیشن قدیم مصری تہذیب کا ایک ایسا پہلو ہے جو نہ صرف ان کے مذہبی عقائد بلکہ سائنسی شعور (Scientific Understanding) کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ یہ عمل آج بھی قدیم مصر کی شان اور اُن کے علم و فن کی عظمت کی یاد دلاتا ہے۔

3.5.3 فنِ تعمیر اور سائنس

قدیم مصر اپنی انجینئرنگ(Engineering) اور فنِ تعمیر کے باعث دنیا بھر میں ایک ممتاز مقام رکھتا ہے۔ ان کی عظیم تعمیرات جیسے اہرام، مندر اور مقبرے آج بھی ان کی فنی مہارت، سائنسی شعور اور محنت کا واضح ثبوت ہیں۔ اہرامِ مصر، خصوصاً گیزا کے اہرام، تعمیراتی علوم اور ریاضی(Mathematics) کے استعمال کی ایک شاندار مثال تھے۔ ان کی تعمیر میں جس نظم و ضبط، منصوبہ بندی اور حسابی مہارت کا استعمال کیا گیا، وہ اس زمانے کے لیے حیرت انگیز تھا۔ مصری معماروں نے مختلف تکنیکوں، جیسے ریمپ(Ramp System)، رولرز (Rollers) اور سلیجز(Sledges) کا استعمال کر کے بڑے بڑے پتھروں کو بلندی پر پہنچایا اور انہیں نہایت درستگی مخصوص زاویے سے

بنائے جاتے تھے، تاکہ بھاری پتھروں کو اوپر تک کھینچنے میں آسانی ہو۔ مختلف اقسام کے ریمپ جیسے سیدھے، زگ زیگ (Zig-Zag) اور سرپل (Spiral) ریمپ استعمال کیے گئے، جن کی مدد سے پتھروں کو بلندی تک لے جایا جاتا۔ پتھروں کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل کرنے کے لیے لکڑی کے رولرز اور سلیجز استعمال ہوتے تھے، جن پر پتھر رکھ کر مزدور کھینچتے تھے۔ تعمیراتی کاموں میں مزدوروں کی تنظیم نہایت منظم تھی۔ ہر گروہ کو ایک مخصوص کام تفویض کیا جاتا، جیسے پتھروں کو تراشنا، کھینچنا، جوڑنا یا ان پر نقوش بنانا۔ ان کارکنوں کو تربیت یافتہ بنانے کے لیے خاص اہتمام کیا جاتا، تاکہ تعمیرات میں مہارت اور تیزی پیدا کی جاسکے۔ اس کے ساتھ ساتھ مصریوں کو ریاضی اور طبعیات (Physics) میں بھی خاصی دسترس حاصل تھی، جسے وہ تعمیراتی منصوبہ بندی میں بروئے کار لاتے تھے۔ اہرام کے زاویے، بنیاد کی پیمائش، بلندی، وزن اور سمت کا تعین فلکیاتی مشاہدات (Astronomical Observations) اور مثلثیات (Trigonometry) کی مدد سے کیا جاتا، تاکہ یہ تعمیرات درست سمت میں اور متوازن طریقے سے کھڑی کی جاسکیں۔ تعمیرات کے لیے مصریوں نے جو مواد استعمال کیا، وہ نہایت سوچ سمجھ کر منتخب کیا جاتا۔ چونا پتھر (Limestone) سب سے زیادہ استعمال ہونے والا مواد تھا، جو اہرام اور دیگر عظیم ڈھانچوں کے لیے موزوں سمجھا جاتا۔ اس کی خاصیت یہ تھی کہ یہ نسبتاً ہلکا اور آسانی سے دستیاب تھا، اس لیے اسے نقل و حرکت دینا آسان تھا۔ مندروں اور یادگاروں کی تعمیر میں بلوا پتھر (Sandstone) استعمال ہوتا، جو مضبوط اور دیرپا ہوتا۔ اس کا سنہری یا زرد رنگ اور نرم ساخت اسے نقش و نگار کے لیے موزوں بناتے تھے۔

گرینائٹ (Granite) ایک اور اہم مواد تھا جو مجسموں، اسفنکس اور بڑی یادگاروں کی تعمیر میں استعمال ہوتا۔ اس کی سختی اور پائیداری کی بدولت یہ پتھر طویل مدتی تعمیرات کے لیے انتہائی موزوں سمجھا جاتا، اگرچہ اس کی بھاری ساخت اسے منتقل کرنے میں مشکل بناتی تھی۔ اس کے باوجود مصری اسے عبادت گاہوں اور شاہی عمارتوں میں استعمال کرتے، تاکہ عمارت کی شان اور مضبوطی دونوں قائم رہیں۔ لکڑی بھی تعمیر میں استعمال ہوتی تھی، اگرچہ مصر میں جنگلات کم تھے۔ اسے زیادہ تر چھتوں، دروازوں اور شاہی مقبروں میں استعمال کیا جاتا۔ اس کی ہلکی اور لچکدار ساخت کی وجہ سے اسے آسانی سے کاٹ کر مطلوبہ شکل دی جاسکتی تھی۔ بعض اوقات لکڑی کو سجاوٹ کے لیے بھی استعمال کیا جاتا، خاص طور پر عمارت کے اندرونی حصوں میں۔ مصریوں نے نہ صرف تعمیراتی مواد کا درست انتخاب کیا بلکہ ان مواد کو کاٹنے، تراشنے اور جوڑنے کے لیے مخصوص اوزار بھی تیار کیے، جن میں کانسی (Bronze) کے اوزار خاص اہمیت رکھتے تھے۔ ان کی مدد سے پتھروں کو نرمی سے مگر درستگی کے ساتھ تراشا جاتا تاکہ وہ ایک دوسرے کے س اتھ مکمل طور پر جُڑ سکیں۔ ان تمام عوامل کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قدیم مصر کی تعمیراتی کامیابیاں صرف پتھروں کے ڈھیر نہیں تھیں بلکہ اس کے پیچھے سائنسی فہم، حسابی مہارت، منظم مزدوری اور فنی ذہانت کا ایک مربوط نظام کارفرما تھا۔ آج بھی جب ہم ان عظیم الشان اہرام، مندروں اور یادگاروں کو دیکھتے ہیں تو یہ نہ صرف مصر کی شان ہیں بلکہ انسان کی علمی، سائنسی اور تخلیقی قوت کا روشن نمونہ بھی ہیں۔ پانی کی فراہمی اور زراعت کے لیے بھی مصریوں نے نہایت جدید نظام تشکیل دیا۔ دریائے نیل کے پانی کو قابو میں رکھنے، سیلاب کے پانی کی سطح ناپنے اور فصلوں کو سیراب کرنے کے لیے آبپاشی کے منظم طریقے اپنائے گئے۔ یہ سب کچھ اُس وقت کے لیے ایک بڑی سائنسی ترقی تھی۔

3.5.4 قدیم مصری رسم الخط (Ancient Egyptian Script)

قدیم مصر کی تہذیب نہ صرف اپنی شاندار تعمیرات، مذہبی عقائد، اور سائنسی ترقیات کے لیے مشہور ہے بلکہ اُس کی تحریری روایت بھی دنیا کی ابتدائی اور اہم تحریری روایات میں شمار ہوتی ہے۔ تحریر مصری معاشرے کا ایک بنیادی ستون تھی، جو نہ صرف مذہبی، بلکہ معاشی، انتظامی اور ثقافتی امور میں بھی ایک نمایاں کردار ادا کرتی تھی۔

مصریوں کو تحریر کے علم کی ضرورت کئی اسباب کی بنا پر محسوس ہوئی۔ ایک طرف اُن کے مذہبی رسومات، خاص طور پر مردوں کی تدفین سے متعلقہ مخصوص دعائیں، منتر اور مقدس اقوال کا تحفظ اور ترسیل ناگزیر تھا، جو صرف تحریر کے ذریعے ہی ممکن تھا۔ دوسری طرف، اقتصادی اور انتظامی امور میں بھی رسم الخط کا استعمال ناگزیر ہو گیا تھا۔ ابتدائی شاہی ادوار سے ہی فرعون ہر دو سال بعد زمین کی پیمائش کرواتے تھے اور خزانے سے وابستہ اہلکار ریاست کی آمدنی اور اخراجات کا مکمل حساب رکھتے تھے۔ یہ تمام امور تحریری نظام کے بغیر ممکن نہ تھے۔

قدیم مصری رسم الخط کو "ہیروگلیفی رسم الخط" (Hieroglyphic Script) کہا جاتا ہے، جو ایک تصویری رسم الخط تھی۔ یہ لفظ یونانی زبان سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے "مقدس نشان"۔ اس رسم الخط میں تقریباً 2000 تصویری علامات (glyphs) پائی جاتی تھیں، جن میں انسانوں، جانوروں، پرندوں، اشیاء اور جیومیٹریائی اشکال کے خاکے شامل تھے۔ ان میں سے ہر علامت ایک خیال، آواز یا مفہوم کو ظاہر کرتی تھی۔ مصری رسم الخط کے تین اہم اقسام کے علامات تھے:

- خیال نما علامات (Ideographic): جو کسی چیز یا خیال کو براہِ راست ظاہر کرتی تھیں، جیسے "سورج" کے لیے دائرہ۔
- صوتی علامات (Phonetic): جو الفاظ کی آوازوں کو ظاہر کرتی تھیں، جیسا کہ الف، بے۔
- تشخیصی علامات (Determinatives): جو کسی لفظ کے مفہوم یا زُمرہ کی وضاحت کے لیے آخر میں لگائی جاتی تھیں۔

اہم بات یہ ہے کہ مصر میں ان تینوں اقسام کو ابتدائی دور سے ہی ایک ساتھ استعمال کیا جانے لگا تھا، جو اُن کی رسم الخط کی پختگی اور وسعت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ رسم الخط زیادہ تر مذہبی تحریروں، شاہی احکامات، معبدوں کی دیواروں، مقبروں اور مجسموں پر کندہ کی جاتی تھی۔ کاتب (Scribes) قدیم مصر میں ایک معزز طبقہ تصور کیا جاتا تھا، کیونکہ وہی اس فن میں ماہر ہوتے اور ریاستی و مذہبی علوم کو محفوظ رکھتے تھے۔

قدیم مصر کی تصویری رسم الخط تقریباً 3000 قبل مسیح سے لے کر چوتھی صدی عیسوی تک استعمال میں رہی۔ بعد ازاں جب یونانی اور رومی اثرات مصر پر غالب آئے تو یہ رسم الخط آہستہ آہستہ متروک ہو گئی، یہاں تک کہ مکمل طور پر ختم ہو گئی اور صدیوں تک ناقابلِ فہم رہی، یہاں تک کہ 1822ء میں فرانسیسی ماہرِ لسانیات ژاں فرانسیوا شاں پولیوں (Jean-François Champollion) نے روزیٹا اسٹون (Rosetta Stone) کی مدد سے اس کا رمز کھولا۔ تحریر کا یہ نظام صرف زبان کا ذریعہ نہیں تھا، بلکہ ایک روحانی اور سماجی اہمیت بھی رکھتا تھا۔ مصری اسے دیوتاؤں کی عطا سمجھتے تھے اور تحریری علامات کو جُملہ مقدس فنون میں شمار کیا جاتا تھا۔ لہٰذا، مصری رسم الخط نہ صرف اُن کی تہذیب کی علمی بلندی کا اظہار ہے، بلکہ یہ انسانی تاریخ میں تحریری ارتقاء کی ایک قیمتی کڑی بھی ہے، جس نے علم، مذہب اور تمدن

کی بقامیں اہم کردار ادا کیا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی مصری رسم الخط کا کردار بے حد اہم رہا۔ قدیم مصریوں نے طب، فلکیات، ریاضی اور تعمیرات جیسے علوم میں جو ترقی کی، اُس کا تحریری ریکارڈ ہی ہمیں اُن کے علمی مقام سے روشناس کراتا ہے۔ ممیفیکیشن کے طریقے، جسمانی اعضاء کے نام، ادویات کے نسخے، کیلنڈر کی تشکیل، ستاروں کی حرکات اور عمارات کی پیمائش سے متعلق تفصیلات سب کچھ تصویری رسم الخط میں محفوظ کیا گیا۔ یہ رسم الخط نہ ہوتی تو مصری سائنس کی کئی پرتیں انسانی تاریخ سے اوجھل رہ جاتیں۔ اس طرح مصری تحریری نظام نے نہ صرف مذہب و سیاست بلکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی منتقلی اور تحفظ میں بھی بنیادی کردار ادا کیا۔

3.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

قدیم مصری تہذیب دنیا کی اُن ابتدائی تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے جنھوں نے فنونِ لطیفہ، سائنس، ریاضی اور فنِ تعمیر کے میدان میں حیرت انگیز ترقی کی۔ ان کے عظیم فن پارے، شان دار اہرام، مندر، مقبرے اور فنی تصویریں آج بھی دنیا کو حیران کرتی ہیں۔ مصری فن صرف خوبصورتی کا اظہار نہیں تھا، بلکہ مذہب، عقائد اور سیاسی طاقت کا عکاس بھی تھا۔ اُن کی تصاویر اور مجسمے نہ صرف جمالیاتی ذوق کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ اُن کے معاشرتی، روحانی اور علمی رویے کا بھی پتا دیتے ہیں۔ مصریوں کا فنِ تعمیر بے مثال تھا۔ گیزا کے عظیم اہرام، لکسر اور کرناک کے مندر اور شاہی قبریں اُن کے فنی کمال اور حسابی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان تعمیرات میں جو انجینئرنگ تکنیک استعمال کی گئی، وہ اُس زمانے کے لحاظ سے نہایت جدید اور سائنسی اصولوں پر مبنی تھیں۔ ریمپ سسٹم، سلیجز، رولرز، اور پتھروں کو ترتیب سے جوڑنے کے طریقے اُن کی عملی ذہانت کو ظاہر کرتے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی مصر ایک نمایاں تہذیب تھی۔ ریاضی میں ان کی مہارت خاص طور پر تعمیرات، زمین کی پیمائش اور وقت کے حساب کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ فلکیات کے ذریعے انھوں نے سال، موسم اور زراعت کے اوقات کا تعین کیا۔ اُنھوں نے سورج، چاند اور ستاروں کی حرکات کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا، جس کا عکس اُن کے کلینڈر اور مذہبی رسومات میں نمایاں ہے۔ طب اور ممیفیکیشن کے میدان میں مصریوں کی مہارت نے نہ صرف اپنے دور میں اہم کردار ادا کیا، بلکہ بعد کی تہذیبوں کو بھی متاثر کیا۔ ممی بنانے کا عمل صرف مذہبی نہیں بلکہ سائنسی بھی تھا، جس میں انسانی جسم کی ساخت، اعضا کی حفاظت اور ادویات کا استعمال شامل تھا۔ یہی عمل اُن کے طبّی علم کی بنیاد بنا، جس سے جسمانی بیماریوں اور علاج کے اصولوں کی فہم میں اضافہ ہوا۔ آخر میں، مصری تہذیب کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُنھوں نے علم، فن اور مذہب کو ایک ساتھ لے کر ایک ایسی ثقافت تشکیل دی جو نہ صرف اُس دور میں ترقی یافتہ تھی بلکہ آج بھی انسانیت کے لیے علم و فہم کا ایک روشن ذریعہ ہے۔ ان کی وراثت آج بھی دنیا کے لیے تقلید کا نمونہ ہے۔

3.7 کلیدی الفاظ (Keywords)

ممیفیکیشن: لاش کو محفوظ کرنے کا مذہبی و سائنسی عمل جس سے بعد از مرگ زندگی پر یقین ظاہر ہوتا ہے۔

اہرام: شاہی قبریں جو مصری فن، مذہب اور سائنسی علم کا شاہکار ہیں۔

،**ہیروگلیفی:** قدیم مصریوں کا تصویری رسم الخط جو مذہبی متون اور یادگاروں پر کندہ کیا جاتا تھا

رامیسس: قدیم مصر کا مشہور ترین فرعون جس نے کئی عظیم مندر تعمیر کروائے۔

ابو سمبل: رامیسس دوم کا تعمیر کردہ عظیم مندر۔

3.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

3.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. قدیم مصری مصوری میں انسانی شکل کو کس مخصوص انداز میں بنایا جاتا تھا؟

(الف) مکمل سامنے سے (ب) مکمل ایک طرف سے

(ج) پروفائل اسٹائل (چہرہ طرف سے، آنکھ سامنے سے) (د) اوپر سے نیچے کا منظر

2. قدیم دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہونے والا جیزہ کا عظیم اہرام کس فرعون نے تعمیر کروایا؟

(الف) خفرع (ب) منکاؤر (ج) خوفو (د) جوسر

3. قدیم مصریوں نے وقت کا حساب رکھنے کے لیے کونسا اہم فلکیاتی نظام وضع کیا تھا؟

(الف) قمری کیلنڈر (ب) ستاروں کا نقشہ (ج) شمسی کیلنڈر (365 دن والا) (د) آبی گھڑی

4. مصری تحریری نظام کیا کہلاتا تھا، جو تصویری علامات پر مشتمل تھا؟

(الف) میخی رسم الخط (ب) ڈیموٹک (ج) ہیروگلیفکس (د) یونانی حروف

5. دنیا کا سب سے بڑا ایک سنگی مجسمہ کونسا ہے، جس کا جسم شیر اور چہرہ انسان کا ہے؟

(الف) رامسیس دوم کا مجسمہ (ب) ابو سمبل کا مجسمہ (ج) سفنکس (د) خوفو کا مجسمہ

3.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. قدیم مصری تہذیب دور میں میڈیکل سائنس کی ترقی پر ایک تفصیلاتی مضمون لکھیں۔
2. قدیم مصری تہذیب دور میں مندر کے فن تعمیر پر تفصیل سے بحث کریں۔
3. قدیم مصری تہذیب دور میں مجسمہ سازی کی ترقی کو بیان کرین۔

3.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. مصر میں پرامڈ کی تعمیرات پر ایک نوٹ لکھیں۔
2. مصری تہذیب میں ممیفیکیشن کو وضاحت سے بیان کریں۔

اکائی 4۔ چینی تہذیب کا آغاز اور توسیع

(Origin, and Expansion of Chinese Civilisation)

اکائی کے اجزا

4.0 تمہید
4.1 مقاصد
4.2 دریا پر چین کی تہذیبی ابتداء
4.3 انگ دور اور ان کے بادشاہ
4.4 شَانگ معاشرہ
4.5 شَانگ ثقافت
4.6 تحریری نظام اور چینی شناخت
4.7 شَانگ کا زوال اور زوو(Zhou) کا غلبہ
4.8 سماجی ترتیب میں تبدیلیاں
4.9 نیا طرز زندگی
4.10 ہجرت اور چین کے مرکزی علاقے کی توسیع
4.11 زوو دور کے آغاز میں ثقافتی تبدیلیاں
4.12 مغربی یا ابتدائی زو کا خاتمہ
4.13 اکتسابی نتائج
4.14 کلیدی الفاظ
4.15 نمونہ امتحانی سوالات

4.0 تمہید (Introduction)

مشرقی ایشیا میں کی جانے والی آثارِ قدیمہ کی کھدائیوں نے قدیم چین میں ایک پیچیدہ اور گنجان آبادی والی تہذیب کی تشکیل نو(reconstruction) کے لیے اہم شواہد فراہم کیے ہیں۔ جیسے مصر، وادیٔ سندھ، میسوپوٹیمیا(دجلہ فرات)اور مصر(دریائے نیل)کی ابتدائی تہذیبوں کا آغاز بڑے دریاؤں کے کنارے ہوا، ویسے ہی چینی تہذیب کی ابتدا بھی ایک عظیم دریا، ہوانگ ہو(Huang-ho) جسے دریائے زرد(Yellow river) بھی کہاجاتاہے، کے کنارے ہوئی۔ تقریباًچار ہزار قبل مسیح میں اس دریا کے جنوب میں زرعی بستیاں قائم ہوچکی تھیں۔ اسی دوران جب وادیٔ سندھ کی تہذیب زوال پذیر ہورہی تھی (یعنی دوسری ہزارہ قبل مسیح کے وسط میں)، چین میں ایک خانہ بدوش حکمران خاندان، شانگ خاندان، ایک ایسی سلطنت کی بنیادرکھ رہاتھاجو نہ صرف محصول وصول کرنے کی طاقت رکھتی تھی بلکہ قریبی دیہی بستیوں پر کسی حد تک سیاسی اور معاشی اختیار بھی قائم کرچکی تھی۔

تاریخ میں جانی جانے والی سب سے زیادہ مستحکم اور بظاہر سب سے کامیاب تہذیب کاآغاز چین میں دوسری ہزارہ قبل مسیح میں ہوا۔ یہ تہذیب اپنے بنیادی خدوخال میں صدیوں تک قائم رہی، اگرچہ سیاسی قیادت میں کئی تبدیلیاں آتی رہیں۔ اس دوران اس تہذیب نے ایک وسیع جغرافیائی خطے اور مختلف نسلی ولسانی اقوام کو چینی طرزِ زندگی کے تحت لانے میں کامیابی حاصل کی۔ چینی تعلیم یافتہ طبقہ، جوخود کو کائنات کا مرکز(centre of universe)تصور کرتاتھا، دنیاکی تاریخ کاسب سے منظم اور ہم آہنگ حکمران طبقہ شمار کیاجاتاہے۔ اس طبقے نے علم ودانش اور فنی ذوق کو غیر معمولی انتظامی صلاحیتوں کے ساتھ ہم آہنگ کرکے ایک منفرد طرزِ حکمرانی قائم کیا۔

شانگ(Shang)عہد کی فوجی صلاحیت اور وسیع آبپاشی کے نظام نے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد فراہم کی جوتاریخ کی طویل ترین اور مسلسل قائم رہنے والی تہذیب کے طور پر ابھری۔ چین کے قدیم آثارِ قدیمہ کی نہایت محنت طلب اور باریک بینی سے کی گئی کھدائیوں کے نتیجے میں ایک ایسے نظامِ تحریر کا سراغ ملاجو ابتدائی طور پر وادیٔ سندھ کے مقامات سے دریافت ہونے والی مہروں کی تحریروں کی طرح پیچیدہ اور ناقابلِ فہم محسوس ہوتا تھا۔ ابتدائی چینی رسم الخط عموماً جانوروں کی ہڈیوں پر کندہ کی گئی تھیں، جو کہ پیش گوئی کے عمل میں استعمال ہوتی تھیں۔ ایسافن جسے شمالی چین کے میدانوں میں ایک دوسرے کے حریف چھوٹے ریاستی حکمرانوں کے مابین خاص اہمیت حاصل تھی۔ ان قدیم تصویری تحریروں کا گہرا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ یہی ابتدائی علامات رفتہ رفتہ ارتقاپذیر ہو کر تحریری چینی زبان کے بنیادی خدوخال کی صورت اختیار کرگئیں۔ چینی رسم الخط کے مزید معلومات کے لئے اس کتاب کاآخری باب کامطالعہ کریں۔

مشرق میں، چینی تہذیب کے مرکزی علاقے اور ادارے پہلے شانگ اور پھر زو (Zhou) خاندانوں کے زیرِاثر ترقی کرتے رہے۔ ان ابتدائی صدیوں میں، انہیں قریبی چراگاہوں کے باشندوں نے گھیر لیا تھا، جو اکثر حملہ آور ہوتے تھے اور حکمرانی کرتے تھے۔ ان چراگاہوں کے لوگوں اور شانگ-زو کے زرعی لوگوں کے درمیان رہائش اور اکثر آپس میں شادیوں کے نتیجے میں ایک الگ چینی نسلی-لسانی(ethno-linguistic)آبادی وجود میں آئی، جس نے بڑے عظیم سلطنتوں اور پیچیدہ سماجی وثقافتی نظاموں کی بنیادرکھی- یہ تاریخ

کے بیشتر حصے میں دنیا کی بیس فیصد آبادی کو مسلسل حمایت کرتے ہیں۔اس کے برعکس،وادیٔ سندھ کی تہذیب انہی صدیوں کے دوران بتدریج زوال کا شکار ہوئی جن میں شانگ تہذیب ابھر رہی تھی۔ موسمیاتی تغیرات(climatic changes)اور خانہ بدوش اقوام کے حملوں کے دباؤ کے تحت، ہڑپہ کی تہذیب(Harappan Civilisation) عالمی تاریخ کے منظر نامے سے غائب ہو گئی، یہاں تک کہ انیسویں صدی کے وسط میں اس کے شہروں اور بستیوں کے آثارِ قدیمہ دریافت ہوئے۔ ابتدائی تہذیبوں کے یہ مختلف ارتقائی راستے—— خصوصاً چین اور برِّصغیر کے تناظر میں—— مشرقِ وسطیٰ اور شمالی افریقہ میں تہذیبی ارتقا کے نمونوں سے بھی نمایاں طور پر مختلف دکھائی دیتے ہیں۔ چینی تہذیب کی تشکیل ان بڑی زرعی بستیوں کے اتحاد سے عمل میں آئی جو دریائے زرد کے کنارے ارتقاء پذیر ہو چکی تھیں۔ شانگ عہد کے دوران نہ صرف موجودہ آبپاشی کے نظاموں کو وسعت دی گئی بلکہ ایک باقاعدہ نظامِ تحریر بھی وضع کیا گیا، جو بعدازاں چینی تہذیب کی تمدنی و قومی شناخت کا بنیادی ستون ثابت ہوا اور عصرِ حاضر تک اس کا تسلسل قائم ہے۔

4.1 مقاصد(Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- چین کی تہذیب کی جغرافیائی اور تاریخی آغاز وارتقاء میں زرد دریا کے کردار سے واقفیت حاصل کر سکتے ہے۔
- چین کی اہم ابتدائی سلطنتوں یعنی ژیا، شانگ اور زو کے بارے میں بھی جانکاری حاصل کر سکیں گے۔
- آسمانی حکم (Mandate of Heaven) کے تصور کے بارے میں بھی جان سکیں گے۔
- چین کے تحریری نظام کو سمجھ سکیں گے۔
- چینی معاشرت اور ثقافت کی تفصیل کے ساتھ جان کاری حاصل کر سکتے ہے۔

4.2 دریاپر چین کی تہذیبی ابتداء

شمالی چین کے میدانوں میں انسان نما مخلوقات اور بعدازاں حقیقی انسانی آبادیوں کی موجودگی کا سلسلہ صدہا ہزار سال پر محیط ہے۔ پیکنگ مین(Peking Man)، جو ابتدائی دوپایہ(hominids) میں سے ایک نمایاں مثال ہے، نے تقریباً چار لاکھ سال قبل فین دریا (Fen River) کے کنارے عارضی قیام گاہیں قائم کیں۔ علاوہ ازیں، قدیم پتھر دور(Palaeolithic) دور کی متعدد باقیات دریائے زرد کے اس حصے میں دریافت ہوئی ہیں جو آرڈوس(Ordos) کے صحرائی علاقے میں bend کھاتا ہے۔ نیولتھک(Neolithic) دور——یعنی تقریباً 8500تا3500 قبل مسیح—— سے تعلق رکھنے والی کاشتکار اقوام بتدریج آرڈوس کے ابھار کے نچلے خطوں کی طرف منتقل ہوئیں، جہاں مستقل قیام اور کاشتکاری کے لیے موزوں قدرتی حالات دستیاب تھے۔ یہ خطہ زرخیز لوس(loess) مٹی سے بھرپور تھا—— ایک باریک دانے دار، زرد مائل بھوری مٹی، جو ماقبل تاریخ کے زمانوں میں وسطی ایشیا سے چلنے والی شدید ہواؤں کے ذریعے اس علاقے میں جمع ہوتی رہی۔ بعض مقامات پر یہ مٹی ہزاروں برسوں پر محیط عرصے میں تہ بہ تہ جمع ہو کر تین سو فٹ سے زائد گہرائی تک پہنچ چکی تھی۔ دریائے زرد

(Yellow River) کا نام اسی مخصوص رنگت والی مٹی کے باعث رکھا گیا، جو بارشوں اور سطحی بہاؤ کے ذریعے دریا میں شامل ہوتی ہے۔

چار ہزار قبل مسیح تک، وہ انسانی بستیاں جو مستقل قیام پر مبنی زرعی معیشت سے وابستہ تھیں، زرخیز لوس (loess) خطے میں وسیع پیمانے پر پھیل چکی تھیں۔ یہی بستیاں دو وسیع تر ثقافتی نظاموں میں ڈھل گئیں، جنہوں نے بعد میں شانگ خاندان (shang dynasty) اور چینی تہذیب (Chinese Civilisation) کی بنیاد رکھنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ دونوں یانگ شاؤ (Yangshao) ثقافت (تقریباً 2500 تا 2000 ق م) اور لونگ شان (Longshan) ثقافت (تقریباً 2000 تا 1500 ق م) مختلف النوع زرعی و شکاری امتزاجات پر مشتمل تھیں۔ یانگ شاؤ دور میں بنیادی انحصار شکار اور ماہی گیری پر تھا، جسے وقتاً فوقتاً shifting cultivation کے ذریعے حاصل شدہ غذائی وسائل سے تقویت دی جاتی تھی۔ تاہم، لونگ شان دور تک آتے آتے باجرا (millet) جیسے اناج کی منظم کاشت زرعی سرگرمیوں کا مرکزی محور بن چکی تھی۔ اس مرحلے پر زرعی پیداوار کی وسعت اور تسلسل نے دریائے زرد کے خطے میں واقع انسانی آبادیوں کو بڑے اور مستقل نوعیت کے دیہات قائم کرنے کے قابل بنا دیا۔

بڑھتی ہوئی زرعی انحصار کے لیے آبپاشی کے وسیع تر نظام اہم تھے۔ شمالی چین کے میدانی علاقوں میں خالی ہونے کے بعد دریا کا کم گہری سطح اور اس کی بڑی مقدار میں گاد (silt) اسے خاص طور پر موسم بہار میں خطرناک بنا دیتی ہے۔ Tibetian plateau اور کنلن (Kunlun) پہاڑوں کی پگھلتی ہوئی برف دریا کو ایک تیز دھار میں بدل دیتی ہے جو میدانی علاقوں کے بڑے حصوں کو سیلاب میں بدلنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ قدیم زمانے سے، بڑے مٹی کے بند (dykes) کی تعمیر اور ان کی دیکھ بھال کرکے دریا پر قابو پانا کسانوں اور حکمران طبقات کا ایک بڑا مشغلہ رہا ہے۔

4.3 شانگ دور اور ان کے بادشاہ

نیم افسانوی (semi-legendary) چینی کہانیاں بتاتی ہیں کہ یو (Yu)، جو شمالی چین کے بندوں (dikes) اور نہروں (canals) کے نیٹ ورک کا بانی (patron) تھا، نے چین کی پہلی سلطنت ژیا (syah or Xia) بھی قائم کی۔ چونکہ ژیا کے متعلق کوئی آثارِ قدیمہ کی شواہد یا ثبوت نہیں ملی ہیں، اس لیے یہ ممکن ہے کہ یہ سلطنت بعد کے مصنفین کی تخلیق ہو۔ تاہم، پندرہ سو قبل مسیح سے پہلے کے صدیوں میں، اردوس بلج (Ordos bulge) کے جنوب اور شمالی چین کے میدانوں کے مشرقی حصوں میں متعدد چھوٹی سلطنتیں ابھریں۔ ان میں سے بیشتر پر خانہ بدوش قبائل حکمرانی کرتے تھے جو شمال اور مغرب سے اس علاقے میں آتے رہتے تھے۔ مختلف نسلی اور لسانی (ethno-linguistic) گرہوں کے اس علاقے میں ایک منفرد چینی ثقافت تشکیل پائی۔ اس ثقافت کی اہم خصوصیات میں اس کے پکوان کے برتن (cooking vessels) اور کھانا، پیشن گوئی کے لیے جانوروں کی ٹوٹے ہوئے ہڈیوں کا استعمال، ریشم کے کیڑے کی پالی ہوئی نسل اور لباس کے لیے ریشمی کپڑوں کا استعمال، اور آباواجداد کی پوجا (ancestral worship) شامل ہیں۔ آباواجداد کی پوجا یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ چینی ثقافت پہلے ہی patrilineal تھی۔

پندرہ سو قبل مسیح تک ،اردوس خطے(Ordos region) کے ایک قبیلے، شَانگ(shang)، نے بیشتر دوسرے قبائل کو فتح کر لیااور ایک ایسی سلطنت قائم کی جو چینی تہذیب کی بنیادوں کو استوار کرے گی۔ حالیہ دہائیوں تک ہمیں شَانگ(shang) کے بارے میں ان کے ژیا(Xia) کے پیش روؤں(predecessors) کے بارے میں بھی کم علم تھا۔ لیکن اہیانگ (Anyang)' زینگ-جو (Zhengzhou)اور دیگر sites کی وسیع کھدائیوں(excavation) نے ہمیں شَانگ ثقافت اور معاشرت کے کئی پہلوؤں کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ کچھ حوالوں سے وہ بہت حد تک آریوں(Aryans) کی طرح تھے، جو اسی دور میں شمالی بھارت میں منتقل ہو رہے تھے۔ آریوں کی طرح، شَانگ بھی جنگجو خانہ بدوش تھے۔ وہ گھوڑوں پر اور رتھوں(chariots) سے لڑتے تھے اور ان کے پاس مہلک کانسی(bronze) کے ہتھیار تھے۔ غیر شَانگ تابعدار قوموں(non-shang subject people) کے لوگ ان کے فوجیوں کا بڑا حصہ فراہم کرتے تھے۔ آرین(Aryans) اور یونان(Greece) کی طرح، شَانگ کی جنگیں بھی جنگجوؤں کے بڑے گرہوں کے درمیان تصادم ہوتی تھیں، جو ہر طرف کے چند نمایاں جنگجوؤں کے درمیان جسمانی مقابلے پر منحصر ہوتی تھیں۔ لیکن آریوں اور قدیم یونانیوں کے برعکس، شَانگ کے جنگجو مضبوط بادشاہوں کے زیر حکمرانی تھے، جو اپنے تابعداروں کی توانائی اور فوجی مہارت پر انحصار کرتے ہوئے ایک وسیع سلطنت قائم کرتے تھے۔

شنگڈی(Shangdi)، جسے دی(Di) بھی کہا جاتا ہے، کو قدیم چین میں سب سے بڑا دیوتا سمجھا جاتا تھا، شانگ بادشاہ اور شنگڈی کو عام انسانوں اور آسمانی دنیا کے درمیان ایک وسیلہ تصور کیا جاتا تھا۔ اس کی سلطنت کو دنیا کا مرکز(centre of world) سمجھا جاتا تھا، اور وہ تمام انسانیت پر حکمرانی کا دعویٰ کرتا تھا۔ شَانگ حکمران ریاست کے امور کی نگرانی کرتے تھے اور اپنی سلطنت کی زرخیزی اور اپنے عوام کی فلاح کے لیے مذہبی ذمہ داریوں کو بھی نبھاتے تھے۔ بہار کے موسم میں، وہ خاص رسومات میں حصہ لیتے تھے جن میں نسوانی زرخیزی کی روحوں کے ساتھ علامتی طور پر ملاپ(symbolic mating with female fertility spirits) شامل ہوتا تھا۔ خشک سالی اور قحط کے اوقات میں، شَانگ کے حکمرانوں، یا ان کے مقرر کردہ نمائندوں، کو ننگے جسم میں عبادتی رقص کرنے کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ رقص کرنے والا، جو ممکنہ طور پر نمائندہ ہوتا، بعد میں زندہ جلا دیا جاتا تھا تاکہ ان روحوں کو پر سکون کیا جا سکے جن کے غصے نے قدرتی آفات پیدا کی تھیں۔

4.4 شَانگ معاشرہ

شَانگ بادشاہوں کو اپنی دارالحکومت اینیانگ(Anyang) اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں ایک بڑی سرکاری افسران (bureaucracy) کی مدد حاصل تھی۔ لیکن سلطنت کی زیادہ تر کسانوں اور دستکاروں(peasant and artisan) کی آبادی کو ماتحت(vassal) افسران حکومت کرتے تھے: وہ ماتحت رہنما جو بادشاہ اور بڑے سرداروں کی خدمت کرتے تھے اور عموماً ذاتی تعلقات کے ذریعے ان سے جڑے ہوتے تھے۔ یہ افسران سابق حکومتی خاندانوں اور متعدد ماتحت ریاستوں کے اشرافیہ طبقات سے بھرتی

(recruit)کیے جاتے تھے۔ ماتحت کو ان علاقوں کے عوام کی پیداوار اور محنت (labour) پر انحصار ہوتا تھا تا کہ وہ اپنی فوجی قوتوں اور خاندانوں کی کفالت کر سکیں۔ کسانوں کی تعداد کے کنڑول پر مختصر ملکیت کے بدلے جنگجو اشرافیہ ٹریبیوٹ(tribute)جو عموماً زرعی پیداوار کی صورت میں جمع کرتے تھے، جو بادشاہ اور اس کے دربار کی خرچ کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ جنگ کے دوران وہ بادشاہ کی فوج کے لیے سپاہی فراہم کرتے تھے۔

شانگ حکمران اور ان کے خاندان، نوکر اور رئیس محافظ دیواروں والے شہروں کے اندر بڑے احاطوں والے گھروں میں رہتے تھے جن میں وسیع خاندان(extended family)رہتے تھے۔ یہ وسیع خاندان کئی نسلوں پر مشتمل ہوتا تھا، جس میں خاندان کے بزرگوں کے بیٹے اور پوتے اور ان کی بیویاں شامل ہوتی تھیں۔ آریز(Aryans)کی طرح، خاندان کی زندگی، کم از کم اشرافیہ طبقات میں، گھر کے بزرگ مردوں کے زیر تسلط ہوتی تھی۔ شادی کے بعد عورت اپنے شوہر کے خاندان میں منتقل ہو جاتی تھی۔ خواتین اور نوجوان مردوں سے مکمل اطاعت کی توقع کی جاتی تھی۔ اپنے خاندانوں اور گھریلو دائرہ کار میں، بزرگ مرد اور شوہروں کا مکمل اختیار ہوتا تھا۔ ان کے احکام خاندان کی hierarchyمیں بڑے بھائی سے چھوٹے بھائی اور ساس سے بیٹی بہو تک منتقل ہوتے تھے۔ چین میں بعد کے سماجی انتظامات کو دیکھتے ہوئے، توسیع شدہ خاندانی طرز(pattern of extended families)صرف اشرافیہ کے گروہوں میں رائج تھا۔ جن کے پاس بہت سے نوکروں کے ساتھ بڑے کنبوں کی کفالت کرنے کے وسائل تھے۔ عام کسان، جو آبادی کی بڑی اکثریت پر مشتمل تھے، nuclear familiesمیں رہتے تھے۔ کسان در حقیقت امرا(nobles)کے نوکر تھے۔ شانگ زمانے تک وہ فصلوں کی ایک وسیع اقسام اگاتے تھے، لیکن ان کی بنیادی خوراک باجرا، گندم اور چاول تھے۔ انہوں نے گاؤں کی زمین کو آپریٹو ورک ٹیموں میں مختلف قسم کے لکڑی کے hoe، بیلچہ اور خام ہل کا استعمال کرتے ہوئے کاشت کی اور مٹی اور چولہے کے مقامی دیوتاؤں(local gods of soil and hearth)کو نذرانہ(offerings)پیش کرتے تھے۔ اگرچہ کسانوں کے پاس سماجی اور معاشی ترقی کے محدود مواقع تھے، لیکن وہ زیادہ تر غلاموں سے بہتر تھے۔ غلام شانگ دور میں معاشرے کے سب سے نچلے طبقے پر مشتمل تھے۔ یہ ممکن ہے کہ بہت سے دستکار غلام تھے، لیکن کچھ آزاد اور کافی خوشحال(prosperous) بھی تھے۔ یہ آخری گروہ غالباً انتہائی مہارت والی دستکاریوں سے منسلق تھا، جیسے کہ ریشمی کپڑے بنانا اور کانسی کے برتن بنانا۔ دستکاروں کے مکانات شَانگ کے شہروں کی دیواروں کے باہر واقع تھے، اور کچھ حیران کن طور پر بڑے اور پیچیدہ تھے۔

4.5 شَانگ ثقافت

جیسے کہ ابتدائی تہذیبوں کے اشرافیہ، شَانگ حکمران اور اشرافیہ بھی رسومات(rituals)، اور قربانیوں(sacrifices) میں بھی آگے رہتے تھے۔ پوری اشرافیہ اچھی فصلیں اور بڑے خاندان فراہم کرنے کے لیے روحوں کو راضی کرنے میں میں بھی پیش پیش رہتے تھے۔ شَانگ فنون کا عروج ان خوبصورت اور ماہر انداز میں تیار کیے گئے کانسی کے برتنوں(bronze vessels) میں ہوا، جو ان نذرانوں(offerings) کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ ان نذرانے میں عمدہ اناج، شراب، اور جانور شامل تھے، لیکن شَانگ کے ریکارڈ پانی

کے تہواروں کے بارے میں بھی بتاتے ہیں جن میں حریف کشتیوں کے درمیان رسمی مقابلے کیے جاتے تھے، ہر ایک دوسرے کو ڈھبونے کی کوشش کرتا تھا۔ جو لوگ ہارنے والی کشتی میں سوار ہوتے تھے، وہ ڈوب کر مر جاتے تھے اور انہیں fertility اور اچھے فصلوں کے دیوتاؤں کو پیش کیے جاتے تھے۔

جنگی قیدی اور نوکر کو شَانگ کے حکمرانوں اور بڑے افسران کے ساتھ دفن کیا جاتا تھا۔ جیسے کہ قدیم مصر کے فرعونوں کے ساتھ ہوتا تھا، شَانگ کے بادشاہ اپنی بیویوں، خدام، وفادار معاونین کے ساتھ دفن کیے جاتے تھے، اور ان کے ساتھ ان کے پسندیدہ گھوڑے، شکاری کتے، جنگی رتھ (war chariot) اور ہتھیار بھی دفنایۓ جاتے تھے۔ آبا واجداد کی پوجا ایک ایسا عقیدہ بن گئی تھی جس میں جنگی قیدیوں کی قربانیاں، اجتماعی تدفین اور بادشاہوں کے لیے قبروں کی تعمیر شامل تھی۔

کثیر فصلوں اور جنگ میں فتح کی فکر نے شَانگ کے اشرافیہ کو ایسے پیشواؤں یا پجاریوں کی پیش گوئیوں پر بہت بھروسہ کرنے پر مجبور کیا جو مستقبل کی پیش گوئی کر سکتے تھے۔ جیسا کہ شَانگ کی بیشتر فنون میں وہ رسوماتی اشیاء شامل تھیں جو پیشواؤں کے ذریعے استعمال کی جاتی تھیں۔ جنگ میں جانے والے سپاہی، طویل سفر پر روانہ ہونے والے افسران، یا شادیوں کے معاہدوں پر بات کرنے والے خاندان معمولاً ان پیشواؤں سے مشورہ کرتے تھے تاکہ یہ یقینی بن سکے کہ ان کی کوششیں کامیاب ہوں گے۔ ان پر پیشواؤں کا اثر شَانگ دور میں بہت مضبوط تھا اور اس نے لوگوں کے عقائد اور رویوں کو بہت متاثر کیا۔

شامانوں shamans or priest کی طرف سے ان رسومات کے دوران اپنائے جانے والے طریقہ کار نے شاید چین کی ثقافت کا سب سے اہم عنصر یعنی تحریر (writing) کو جنم دیا۔ شَانگ سے پہلے چین کے پیشواؤں نے اپنے پیش گوئیاں جانوروں کی ہڈیوں یا کچھوے کا خول (tortoise shell) سے کی تھیں۔ ایک ہڈی یا خول (bone or shell) میں سوراخ کیا جاتا تھا اور اسے ایک گرم لوہے سے جلا دیا جاتا تھا۔ ہڈی یا خول میں دراڑ آجاتی تھی، اور ان دراڑوں کے نمونوں کی تشریح پیشوا یا پجاری کرتے تھے۔ وقت کے ساتھ یہ عمل ترقی کرتا گیا، اور ہڈیوں اور خولوں پر پینٹ (paint) کیے گئے ڈیزائنوں کی نقاشی کی جاتی تھی جو پیشواؤں کے ذریعہ پڑھی جانے والی دراڑوں کے نمونوں کا حصہ بن گئی۔ یہ ڈیزائن (design) بتدریج معیاری ہو گئے اور چینی زبان کی تحریر کی بنیاد بن گئے۔

قدیم مصریوں کی ہائر گلیفس (hieroglyphics) کی طرح، ابتدائی چینی حروف تصویری (pictographic) تھے۔ اس طرح، یہ وہ خیالات آسانی سے منتقل کرتے تھے جنہیں وہ ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ مثال کے طور پر سورج کے لیے اصلی حرف ایک دائرہ تھا جس کے وسط میں ایک نقطہ تھا، درخت کے لیے حرف ایک اکیلا درخت تھا، اور جنگل کے لیے تین درختوں کا سیٹ تھا۔ حروف کے مجموعے نے چینی اشرافیہ کو بڑھتے ہوئے پیچیدہ خیالات کو منتقل کرنے کا موقع دیا۔ مثال کے طور پر، شہنشاہ کے کردار نے بادشاہ، جنت، زمین اور ہم آہنگی کے نظریات کے عناصر کو یکجا کیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ حروف کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا۔ شانگ دور کے آخر تک تقریباً تین ہزار حروف تھے۔ جدید دور میں ایک تعلیم یافتہ اسکالر کو تقریباً آٹھ ہزار حروف سیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان کے لکھنے کا طریقہ بھی نمایاں طور پر تبدیل ہوا۔ کئی حروف کو سادہ بنایا گیا، اور زیادہ تر حروف کو اسٹائلائز(stylised) کیا گیا، جس کی وجہ سے وہ کم تصویری بن گئے۔ ہڈیوں یا کانسی (bones and copper utensils) کے برتنوں پر جن پر حروف ابتدا میں کھدوئے گئے تھے، انہیں آخر کار بانس کی پتیاں، ریشمی اسکرولز (silk scrolls)، اور لکڑی کے تختوں(wooden planks) سے تبدیل کر دیا گیا، اور بعد میں پہلی صدی عیسوی میں کاغذ نے ان کی جگہ لے لی، جو کہ ایک اہم چینی ایجاد تھی۔

4.6 تحریری نظام اور چینی شناخت

تحریر چینی شناخت اور چین میں تہذیب کے فروغ کی کلید بن گئی۔ لوئس(loess) کے علاقے اور شمالی چین کے میدانوں کے لوگ مختلف قسم کی زبانیں بولتے تھے، جو اکثر ایک گروہ سے دوسرے گروہ کے لیے ناقابل فہم ہوتی تھیں۔ ان کے ارد گرد شمال سے خانہ بدوش مویشی پالنے والے اور جنوب سے shifting cultivation کرنے والے لوگ تھے، جن کے رابطوں اور ان کی movements نے لوئس کے علاقے کی لسانی پیچیدگی کو مزید بڑھا دیا۔ لیکن بتدریج معیاری اور ترقی یافتہ تحریری حروف کا استعمال وہ رشتہ تھا جس نے ان لوئس کے علاقے کے لوگوں کو ایک مشترکہ شناخت فراہم کی۔ یہ شناخت کا احساس سب سے زیادہ اشرافیہ گرہوں س میں تھا، جو ان حروف کے استعمال پر monopoly رکھتے تھے. لیکن آخر کار یہ کسانوں اور دستکاروں تک بھی پہنچ گیا۔ اس شناخت کے برقرار رہنے اور اس کے بڑھنے کے ساتھ، چینی لوگ پہلی بار تاریخ میں داخل ہوئے۔

چین میں تحریری زبان انتہائی اہم تھی۔ اس کا آغاز تقریباً پندرہ سو قبل مسیح میں ہوا، اور یہ آج بھی بنیادی طور پر اسی شکل میں ہے۔ یہ دوسری تحریری زبانوں سے کیسے مختلف ہوا ، اور اس کی نشوونما کیسے ہوئی؟ زیادہ تر زبانوں کی طرح ، تحریری چینی اصل میں تصویری(pictographic) تھی، لیکن اس نے جلد ہی نشانیوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تیار کیا جس میں تصویر کے مساوی کوئی تصویر نہیں تھی اور ان کا بولنے والے لفظ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان حروف کو لاگو گراف(logograph)، یا "اشاروں میں الفاظ" کہا جاتا ہے۔ چینی بولی جانے والی زبان monosyllablic ہے، اور ایک ہی لاگو گراف دوسری زبانوں میں زیادہ سے زیادہ الفاظ کی جگہ لے سکتا ہے، جو ایک ہی نشانی میں پوری وضاحت یا اعمال کو بیان کرتا ہے۔ کچھ لاگ گراف بعض عام تصویری جڑوں سے اخذ کیے گئے تھے، لیکن دیگر کسی بھی طرح سے جڑے ہوئے نہیں تھے، جس کی وجہ سے انہیں سیکھنا مشکل ہو گیا۔ قابل فہم طور پر، خواندگی(literacy) نایاب تھی، اور جو لوگ پڑھنا لکھنا جانتے تھے وہ ایک قسم کے اشرافیہ کلب(club) میں داخل ہوئے جو زبردست وقار رکھتے تھے۔ چینی تحریر کا ارتقا ممکنہ طور پر خود مختار طریقے سے ہوا، کیونکہ چینی تحریر کے ابتدائی نمونوں کے آثار، جیسے اوریکل ہڈیاں(oracle bones)، اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ ان کی تحریر کا نظام کسی بیرونی اثرات سے متاثر ہوئے بغیر تشکیل پایا۔ اس کا آغاز شانگ سلطنت کے دوران ہوا، جہاں اوریکل

ہڈیوں(Oracle bones)پر سوالات لکھے جاتے تھے اور ان کے جوابات دراڑوں کے ذریعے معلوم کیے جاتے تھے۔اس کا نتیجہ ایک منفرد تحریری زبان کی شکل میں نکلا جو ایک طویل عرصے تک ترقی کرتی رہی اور چینی ثقافت کا ایک لازمی حصہ بن گئی۔

اگرچہ چین میں تحریر کا آغاز میسوپوٹیمیا(Mesopotamia)یا مصر(Egypt)کے مقابلے میں خاصی دیر سے ہوا، لیکن اس نے تیزی سے ترقی کی اور پہلی صدی عیسوی سے پہلے کسی بھی دوسری تحریری زبان سے زیادہ وسیع لغت اور تصوراتی نفاست حاصل کی۔ تحریر کا ابتدائی نمونہ، جو تصویری علامتوں سے آگے بڑھا، اوریکل ہڈیوں(oracle bones)پر پایا گیا، لیکن شانگ دور کے اختتام تک، تقریباً گیارہ سو قبل مسیح، تاریخیں اور کہانیاں لکھی جا رہی تھیں، اور ان میں سے کچھ کو محفوظ بھی کیا گیا ہے۔ تحریری زبان چین میں مختلف گروہ اور ذیلی گروہ کو یکجا کرنے میں انتہائی اہم تھی۔ چین میں کئی بولیوں کا استعمال ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور غیر قابل فہم ہیں، لیکن یہاں صرف ایک تحریری نظام ہے جو تمام پڑھنے والے افراد کے لیے سمجھا جا سکتا ہے۔

4.7 شَانگ کا زوال اور زوو(Zhou) کا غلبہ

اپنے حکمرانی کے ابتدائی صدیوں میں، زوُو بادشاہوں نے اپنے شَانگ پیشرووں(predecessors)کی نسبت زیادہ طاقت استعمال کی۔ وو(Wu)، جو کہ وہ فوجی کمانڈر تھا جس نے شَانگ کو شکست دی، اور اس کا بھائی، زوو کا ڈیوک(duke of Zhou)، ان کی حکمرانی میں سلطنت کو بہت بڑھایا گیا، خاص طور پر مشرق اور جنوب کی طرف۔ چونکہ ابتدائی زوُو دارالحکومت ژی این(Xi'an)مغرب میں بہت دور تھا اور ان نئے علاقوں کو مؤثر طریقے سے کنٹرول کرنا مشکل تھا، اس لیے ایک دوسرا دارالحکومت لویانگ(Luoyang)میں بنایا گیا، جو کہ سینکڑوں میل مشرق میں واقع تھا۔

وو(Wu)اور ابتدائی زوُو حکمران اپنے وسیع علاقوں کو ایک ماتحتوں کے طبقے کے ذریعے حکومت کرتے تھے، جنہیں شَانگ کے مقابلے میں زیادہ حد تک کنٹرول کیا گیا تھا۔ سب سے طاقتور ماتحت اکثر زوُو کے نزدیک رشتہ دار ہوتے تھے۔ اس طرح، خاندانی تعلقات نے ان کی وفاداری اور اطاعت کو زوُو حکمرانوں کے لیے مضبوط کیا۔ اس کے بدلے، ماتحت دوسرے کم طاقتور ماتحتوں کو کنٹرول کرتے تھے، جو اکثر ان کے اپنے ماتحت یا رشتہ دار ہوتے تھے۔ ابتدائی زوُو دور میں، وفاداری کے رسمی عہد اور اراضی کے تحفے دینے کے معمولات نے شَانگ کے ماتحت نظام کو ایک حقیقی جاگیر دارانہ نظام میں تبدیل کر دیا۔ یہاں، جیسا کہ بعد میں ایسے سیاسی نظاموں میں ہوتا ہے، جاگیر داری آپس کی ذمہ داریوں اور فوائد پر زور دیتی تھی، جو حکومتی قبیلے کے اندر رہوتی تھیں۔ زوُو حکمران اپنے وفادار جنگجو ماتحتوں کو جاگیر دیتے تھے، جس کی بدولت وہ کسانوں سے آمدنی اور خدمات حاصل کرتے تھے۔ اس کے بدلے میں، پسندیدہ ماتحتوں نے اپنے حکمران کے لیے وفاداری کا عہد کیا، جو ایک خاص تقریب میں حکمران کے محل میں کیا جاتا تھا۔ اس تقریب کے دوران، نئے جاگیر دار کو زمین کا ایک ٹکڑا دیا جاتا تھا، جو اُس زمین اور گاؤں کی علامت ہوتا تھا جو اُسے حکمران سے ملی تھی۔ اسی دوران، اُس کے فرائض اور اس کے حقوق کو بھی پیش کیا جاتا تھا جو اسے جاگیر دار کے طور پر ملے تھے۔

زؤو حکمرانوں کے پاس اپنے دارالحکومت سے باہر کے جاگیروں پر عملی طور پر کوئی کنٹرول نہیں تھا۔ اگر کوئی ماتحت دارالحکومت کو محصول بھیجنا بند کر دیتا یا جنگ کے لیے فوجی یا زؤو کے تعمیری منصوبوں کے لیے مزدور فراہم کرنے سے انکار کرتا، تو وہ دراصل جنگ کا اعلان کر رہا ہوتا اور اُس کے لیے تباہی کا خطرہ ہوتا۔ جب تک زؤو حکمران طاقتور تھے، ماتحت کے لیے یہ زیادہ محفوظ اور منافع بخش تھا کہ وہ آمدنی دربار کو بھیجیں اور حکمران کے جنگی پکار پر لبیک کہیں۔ لیکن جب سلطنت کمزور ہوئی، تو ماتحتوں کے علاقوں سے آمدنی کا بہاؤ رک گیا اور ان کے فوجیوں کو جاگیرداروں کے درمیان جنگوں یا زؤو حکمرانوں کے خلاف اتحادوں میں استعمال کیا جانے لگا۔

4.8 سماجی ترتیب میں تبدیلیاں

فیوڈل نظام (feudal system) کے تسلسل کے خلاف دو اہم عوامل نے کام کیا۔ پہلی یہ تھی کہ زؤو حکمرانوں نے اپنی حکمرانی کو جواز دینے کے لیے ایک نظریہ تیار کیا۔ جب بادشاہ وؤو (King Wu) نے شانگ سلطنت کو ختم کیا، تو اس نے دعویٰ کیا کہ شانگ نے فرمانِ الٰہی کے تحت حکمرانی کا حق (Mandate of Heaven) کھو دیا تھا، اور اس وجہ سے وہ اپنے ماتحت کی وفاداری کے لائق نہیں تھے۔ آسمانی حکم کا تصور زؤو حکمرانوں کے لیے اتھارٹی (authority) کو مرکزیت دینے کے لیے ایک طاقتور جواز فراہم کرتا تھا۔ وؤو نے الزام لگایا کہ تخت کے لیے اس کی کامیاب کوشش اس بات کا ثبوت تھی کہ زؤو کے پاس وہ اخلاقی اور قیادت کی صلاحیت تھی جس سے وہ آسمانی حکم کا وارث بننے کے قابل تھے۔

طاقت کے ایک غیبی ذرائع سے حاصل ہونے کا یہ دعویٰ دنیا بھر کی قبل از صنعتی (preindustrial) بادشاہتوں کی ایک عام خصوصیت تھی، اور یہ چین کے سیاسی نظام کا ایک ستون بن گیا۔ اس کا مطلب یہ بھی تھا کہ زو خاندان نے یہ اصول قائم کر دیا تھا کہ اعلیٰ ترین سیاسی اختیار آسمان (یعنی خدائی طاقت) سے ملتا ہے، نہ کہ کسی بادشاہ کے ماتحتوں یا عام لوگوں سے۔ اس دعوے نے زؤو اور بعد کے شاہی خاندانوں کی حکمرانی کی صلاحیت کو ایک مطلق العنان اور آمرانہ (absolutist and authoritarian) بادشاہ کے طور پر بہت بڑھا دیا۔ لیکن اس میں ان کی طاقتوں پر ایک ممکنہ اہم روک (check) بھی شامل تھا، جسے چین کے سماجی مفکرین نے زؤو دور کے آخر میں دریافت کیا۔ اگر حکمران آسمانی حکم کی بنیاد پر حکومت کرتا ہے، تو یہ ممکن ہے، جیسے شانگ کا پچھلا تجربہ واضح طور پر دکھاتا ہے، کہ ایک بادشاہ اور شاہی خاندان اپنی ذمہ داریوں میں ناکام ہو کر آسمانی حکم کھو دے۔ ایسی صورت میں، یہ جائز تھا کہ ان کے زیر حکمرانی لوگ انہیں اقتدار سے ہٹا کر ایک نئے شاہی خاندان کے ساتھ ان کی جگہ لے لیں۔

چین میں فیوڈلزم (feudalism) کے برقرار رہنے کے خلاف کام کرنے والی دوسرا جز اس بات سے متعلق تھی کہ فوجی محافظوں کے متبادل کے طور پر ایک نیا گروہ ابھرا جو سلطنت کے بیشتر حصے کا انتظام کرتا تھا۔ ابتدائی زؤو دور میں، پروفیشنل بیوروکریٹس کا چھوٹا گروہ جو کبھی شانگ حکمرانوں کی خدمت کرتا تھا، اس کی تعداد اور مہارت میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ یہ منتظمین، جو سلطنت کے سب سے زیادہ تعلیم یافتہ افراد تھے، زؤو کے آخری دور (770-400ق.م.) میں شی (shi) (شُہ) کہلائے جانے لگے، جس کا مطلب خدمت گزار

افراد۔اان کی خواندگی اور بطور کاتب(scribe)، کلرک(clerk)، مشیر(advisor)اور نگران خدمات انجام دینے کی آمادگی نے انہیں دربار اور جاگیرداروں کے ماتحتوں کے محلات میں بطور منتظم روزگار فراہم کیا۔ ان میں سے بعض خواہشمند منتظمین کو دیہات کی صورت میں جاگیریں عطا کی گئیں، جب کہ دیگر، خصوصاً شاہی دربار سے وابستہ افراد، کو باقاعدہ تنخواہیں شاہی خزانے سے ادا کی جاتی تھیں۔

اس طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد مختلف خدمات انجام دیتے تھے، جن میں بعض اوقات نہایت معمولی اور کمتر (menial)نوعیت کے کام بھی شامل ہوتے، جو ان کی سماجی حیثیت کے برعکس سمجھے جاتے۔ بعض کو تو اپنی معمولی تنخواہوں میں گزر بسر کے لیے چھوٹے چھوٹے قطعہ ہائے زمین خود کاشت کرنا پڑتے تھے۔ تاہم، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ منتظمین زیادہ تر ریکارڈ (record) محفوظ رکھنے، مختلف محکمے جیسے تعمیرات عامہ (public works) یا جنگ کی نگرانی کرنے، یا شاہی دربار کی رسومات و تقاریب(palace rituals and ceremonies) کو منظم کرنے میں مہارت حاصل کرنے لگے۔ بعض شواہد سے پتا چلتا ہے کہ ابتدائی زو عہد کے اختتام (آٹھویں صدی قبل مسیح کے وسط) سے قبل ہی، ان منتظمین میں سے چند منتخب افراد نے حکمرانوں اور بااثر امراء کے مشیران خاص کی حیثیت سے نمایاں اثر ورسوخ حاصل کرنا شروع کر دیا تھا۔

4.9 نیا طرز زندگی

ابتداء میں زو دور میں، فاتحین (conquerors) مقبوضہ (subjected) سیاہ بالوں والے لوگوں سے الگ رہتے تھے۔ یہ تفریق اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ زو اصل میں ترک (Turk) نسل کے لوگ تھے جن کے بال اور آنکھوں کا رنگ ان لوگوں سے ہلکا تھا جنھیں انہوں نے لوس علاقے اور شمالی چین کے میدانوں میں پایا۔ شیان اور لویانگ (Xi'an and Luoyang) کے دوہرے دارالحکومت میں، زو اور ان کے خادم ایک طرف شہر کی دیوار کے اندر رہتے تھے، جبکہ دیگر نسلی گروہوں کے لوگ شہر کی دوسری طرف رہتے تھے۔ زو کے ماتحت (vassal) دارالحکومتوں سے دور رہتے تھے اور وہ دیواروں والے شہروں میں سکونت پذیر ہوتے تھے۔ ہر شہر ایک مستطیل (rectangular) شکل کے جال پر بچھا ہوتا تھا، جس میں دو اہم سڑکیں ایک مرکزی چوک پر آپس میں ملتی تھیں۔ خادم، دستکار اور غلام فوجی شہروں میں یا ان کے قریب رہتے تھے۔ ان کے باہر وہ گاؤں اور زمینوں کا سلسلہ تھا جو غلاموں کی تھی، جو سلطنت کی اکثریت کو تشکیل دیتے تھے۔ ان کی اہم فصلیں milletاور گندم تھیں، مگر چاول زو کے مشرقی اور جنوبی علاقوں میں بڑے پیمانے پر کاشت کیا جاتا تھا۔ بہتر زرعی آلات کے نفاذ اور آبپاشی کے نظام کی توسیع نے پیداوار کو بڑھانے میں مدد کی۔ لیکن اس میں سے زیادہ تر پیداوار جاگیرداروں اور زو دربار کے خزانے میں جاتا، نہ کہ کسانوں کے اپنے فائدے کے لیے۔ کسان اپنے جاگیرداروں کی جانب سے سڑکوں، عمارتوں اور آبپاشی کے منصوبوں پر مسلسل محنت (labor) کی مانگوں سے بوجھل تھے۔ انہیں یہ بھی لازمی تھا کہ جب جاگیردار اپنے شہروں سے سفر کرتے تو وہ ان کے محافظوں کے لیے کھانا اور رہائش فراہم کریں۔ جنگ کے دوران، کسان جاگیرداروں کی فوج کے رتھوں اور گھڑ سواروں کے ساتھ پیدل چلا کرتے تھے۔

انڈس وادی کی تہذیب(Indus Valley Civilisation)کے برعکس، چینی تہذیب نے خانہ بدوشوں کے حملوں اور قدرتی آفات کو برداشت کیااور چینی تاریخ پر گہرا اثر ڈالا۔ شانگ(Shang)کی آبپاشی اور ڈائیک(dyke)کے نظام اور جوار اور گندم کی کاشت نے بعد کی سلطنتوں کی پھیلاؤ کی بنیاد فراہم کی۔ شانگ اور زو کے قلعہ بند شہر(fortified cities)اور گاؤں، جو مٹی کی دیواروں سے گھیرے ہوئے تھے، چینی تاریخ میں آبادکاری کے نمایاں نمونے کے طور پر برقرار رہے ہیں۔ شانگ اور زو کی سلطنتوں کے بانیوں کو اسکالرز اور کسانوں دونوں نے فلسفی بادشاہوں کے طور پر عزت دی ہے جنہیں تمام سطحوں پر رہنماؤں کے لیے مثال سمجھا جانا چاہیے۔ شانگ اور زو کا آسمان کی عبادت(worship of heavens)اوراپنے آباکا احترام(veneration of ancestors) چینی مذہبی عقیدہ اور عمل کا ایک مرکزی حصہ رہا ہے، جو ہزاروں سالوں سے جاری ہے۔ منڈیت آف ہیون(Mandate of Heaven)کا تصور چینی سیاست اور تنظیم میں بہت اہم رہا ہے۔ یعنی، یہ خیال کہ حکومت کو آسمان کی طرف سے اجازت ملتی ہے۔

سب سے بڑھ کر، وہ تحریری نظام(writing system)جو اصل میں شانگ کے اوراکلز(oracles)کے لیے وضع کیا گیا تھا، چینی تہذیب کے مرکزی علاقوں میں رہنے والے مختلف عوام کے اشرافیہ کے درمیان مواصلات کا اہم ذریعہ بن گیا۔ وہ عالم-بیوروکریٹس جو اس تحریری زبان کو تیار کرتے تھے اور جنہوں نے اس سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا، جلد ہی چینی ثقافت اور معاشرت میں غالب قوت کے طور پر ابھرے۔ چینی حروف نے تعلیمی نظام اور بیوروکریسی کی بنیاد فراہم کی، جو چینی تہذیب کو حملوں اور سیاسی بحرانوں کے ہزاروں سالوں کے دوران یکجا رکھی۔

4.10 ہجرت اور چین کے مرکزی علاقے کی توسیع

چو حکمرانی کے دوران صدیوں تک، اس کے وزیروں کے زیر کنٹرول علاقے اور وہ علاقے جہاں لوگوں نے خود کو چینی سمجھا، دونوں میں مستقل ترقی ہوئی۔ نئے زرعی اوزار اور پیداواری تکنیکوں (agricultural tools and techniques of production)نے آبادی میں اضافے کو بڑھاوادیا، جس کے نتیجے میں شمالی چین کے میدانوں میں نئی زمینوں پر کاشتکاری کی توسیع ہوئی، اور پھر ساحلی علاقوں کی طرف بھی۔ وقفے وقفے سے خانہ بدوش حملوں اور بعض اوقات مستقل فتوحات نے چینی کسانوں کو جنوب اور مشرق کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔

زو دور کے آخر تک، چینی تہذیب دو بڑے دریاؤں — دریائے زرد (Yellow River) اور دریائے یانگزی (Yangzi) — کے علاقوں تک پھیل چکی تھی، جو ہزاروں سال سے چینی تہذیب کا مرکز رہے ہیں۔ دریائے زرد کا علاقہ پوری طرح چین کے قبضے میں تھا، حالانکہ خانہ بدوشوں کا خطرہ ابھی بھی موجود تھا۔ دریائے یانگزی کے علاقے میں ابھی چین پوری طرح نہیں پہنچا تھا، لیکن جنوب کے چاول اگانے والے، بارشوں(especially monsoon rains)سے سیراب علاقوں کی زرخیز زمین سے فائدہ اٹھانا شروع ہو چکا تھا۔

4.11 زو دور کے آغاز میں ثقافتی تبدیلیاں

چو دور میں چین کے لوئس علاقے میں لوگوں کی آمد نے خاندان اور معاشرے میں مردوں کی بالادستی کو مزید مستحکم کیا۔ شاید آبا اجداد کی پوجا میں مردوں کے کلیدی کردار نے ان کی طاقت میں اضافے میں مدد کی۔ بادشاہی اور خاندان کے آبااجداد کے عقائد مذہبی عبادات کے مراکز بن گئے۔ انسانی قربانی(human sacrifices)کا خاتمہ ہو گیا، لیکن فلسفیانہ تفکر کم ہی رہا کیونکہ بڑھتے ہوئے رسوم ورواج اور تقاریب آباواجداد، خاندان، قبیلے اور سلطنت کے وفات شدہ ارکان کی عبادات کے گرد مزید پیچیدہ ہو گئی۔ خاندان کے بزرگ اور بادشاہ ان تقاریب پر monopoly رکھتے تھے جو آباواجداد یا آسمان سے برکات حاصل کرنے کے لیے کی جاتی تھیں۔ جیسا کہ آرین(Aryan)میں ،ان اور دیگر تقریبات کو بے عیب طریقے سے انجام دینے کی اہمیت پر زیادہ سے زیادہ زور دیا گیا۔

4.12 مغربی یا ابتدائی زو کا خاتمہ

آٹھویں صدی قبل مسیح تک زو کی طاقت میں کمی آچکی تھی۔ اس کی ماتحت پر قابو پانے کی صلاحیت میں واضح کمی آگئی تھی، اور کئی ماتحت کے علاقے اتنے طاقتور ہو گئے تھے کہ وہ سلطنت کے غلبے کو کھلے عام چیلنج کرنے لگے تھے۔ 771 قبل مسیح میں، شمالی جزیروں کے ایک اتحادی گروہ نے ژیان(Xi'an)پر حملہ کیا۔ زو کے حکمران کو جنگ میں قتل کر دیا گیا، اور اس کے بعد، سلطنت کے مغربی حصے زیادہ تر ماتحت کے اتحاد یا خانہ بدوش حملہ آوروں کے ہاتھوں چلے گئے، جو چینیوں کے اندرونی اختلافات کا فائدہ اٹھانے کے لیے تیار تھے۔ زو کے وفادار پیروکاروں نے ایک نوجوان شہزادے کو بچالیا اور اسے لویانگ (Luoyang) کی طرف محفوظ طریقے سے پہنچایا۔ مشرقی دارالحکومت کی طرف منتقلی ابتدائی یا مغربی زو(Zhou)دور کے اختتام کی نشاندہی کرتی ہے۔ ایک کمزور مشرقی زو سلطنت پانچ سو سال تک قائم رہی۔ اس کا کنٹرول صرف دارالحکومت(capital)اور اس کے قریب ترین علاقوں تک محدود ہو گیا۔ زو zhou کے ماتحت مسلسل جنگ کرتے رہے، شاہی خاندان کے دفاع کو اپنے حملوں اور فتوحات کی جوائزیت دینے کے لیے استعمال کرتے ہوئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ، کامیاب حکام نے شکست خوردہ ہمسایوں کی زمینوں کو اپنے قبضے میں کر لیا، اور کئی حریف (rivals) سلطنتیں ابتدائی زو کے fiefdoms کی جگہ ابھریں۔ بڑھتی ہوئی افراتفری نے "شی" بیوروکریٹس کی طرف سے ایک ردعمل پیدا کیا، جو چین کے عظیم ترین مفکرین کو جنم دیا اور چین کی تہذیب کے رخ کو بدل دیا۔

4.13 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

قدیم چینی تہذیب نے معاشرے، معیشت اور ثقافت کے ہر شعبے میں نمایاں خدمات انجام دیں، جس نے نہ صرف چینی معاشرے کو متاثر کیا بلکہ پوری دنیا کی ترقی میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ خاندانی اور سماجی تعلقات معاشرے میں انتہائی اہمیت کے حامل تھے، اور کنفیوشس ازم جیسے فلسفیانہ نظریات نے معاشرے میں اخلاقیات، نظم و ضبط اور ہم آہنگی کو فروغ دیا۔ معیشت نے

زراعت، تجارت، دستکاری اور صنعت کے ذریعے خوشحالی حاصل کی، جس میں تکنیکی ایجادات اور تجارتی راستوں نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ چینی ثقافت میں فنون، ادب، موسیقی، رقص اور سائنس نے نہ صرف معاشرے کو ثقافتی طور پر خوشحال کیا بلکہ زندگی کے مختلف پہلوؤں کو ایک جامع نقطہ نظر کے ساتھ روشن کیا۔ چینی تہذیب کے مذہبی عقائد، فلسفیانہ نظریات اور ثقافتی ورثے نے انسانیت کو گہرے اخلاقی، روحانی اور فکری تناظر فراہم کیے ہیں۔ اس طرح، قدیم چینی تہذیب کا معاشرہ، معیشت اور ثقافت ایک بھرپور اور متنوع نظام کی نمائندگی کرتی ہے جس نے نہ صرف اس وقت چین کو بااختیار بنایا تھا، بلکہ جس کے اثرات آج بھی پوری دنیا میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

4.14 کلیدی الفاظ (Keywords)

Peking Man: پیکنگ مین سے مراد قدیم انسانی نوع **ہومو ایریکٹس (Homo Erectus)** کی فوسل شدہ باقیات کا ایک گروہ ہے۔ یہ باقیات 1920 اور 1930 کی دہائی میں بیجنگ (جسے پہلے پیکنگ کہا جاتا تھا)، چین کے نزدیک ژوکوڈیان غار سے دریافت ہوئی تھیں۔ پیکنگ مین تقریباً 7 لاکھ سے 8 لاکھ سال پہلے زندہ تھا۔ پیکنگ مین کی دریافت انسانی ارتقاء کے مطالعے میں ایک نہایت اہم پیش رفت ہے۔ یہ فوسلز مشرقی ایشیا میں قدیم انسانی زندگی کے بارے میں اہم شواہد فراہم کرتے ہیں۔ ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قدیم انسان آگ کا استعمال کرتے تھے اور سادہ اوزار بناتے تھے۔

Oracle Bones: اوریکل بونز بیل کے کندھے کی ہڈی (ox scapula) یا کچھوے کے نچلے خول (turtle plastron) کے ٹکڑے ہوتے تھے، جنہیں قدیم چین میں، خاص طور پر شانگ عہد (تقریباً 1250–1046 قبل مسیح) کے دوران مستقبل کے بارے میں جاننے یا کسی سوال کا جواب حاصل کرنے کا طریقہ۔ یہ چینی تحریر کی قدیم ترین معلوم شکل کی نمائندگی کرتے ہیں اور موجودہ چینی حروف کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں۔ یہ شانگ عہد کی مذہبی، سیاسی، سماجی اور روزمرہ زندگی کے بارے میں تفصیلی ریکارڈ فراہم کرتے ہیں۔

4.15 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

4.15.1 معروضی سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. چینی تہذیب کی ابتدا کس عظیم دریا کے کنارے ہوئی؟

(الف) یانگسی دریا　(ب) میکانگ دریا　(ج) دریائے زرد (ہوانگ ہو)　(د) پرل دریا

2. شانگ خاندان کے دور میں مستقبل کی پیش گوئی کے لیے کس چیز کا استعمال کیا جاتا تھا، جس پر قدیم چینی تحریر کے نمونے ملے ہیں؟

(الف) ریشم کے طومار　(ب) بانس کی پٹیاں

(ج) اوریکل ہڈیاں (جانوروں کی ہڈیاں / کچھوے کا خول)　(د) کانسی کے برتن

3. زو (Zhou) خاندان نے شانگ خاندان کو شکست دینے کے بعد اپنی حکمرانی کو جائز قرار دینے کے لیے کونسا نظریہ پیش کیا؟

(الف) آباواجداد کی پوجا　(ب) کائنات کا مرکز

(ج)آسمانی حکم (Mandate of Heaven)　　　(د)زرخیزی کی رسومات

4. شانگ دور کے بعد زو دور میں ابھرنے والے تعلیم یافتہ منتظمین کے طبقے کو کیا کہا جاتا تھا؟

(الف)وانگ(بادشاہ)　　(ب)ماتحت (Vassal)　　(ج)شی (Shi)　　(د)کسان

5. ابتدائی چینی حروف بنیادی طور پر کس نوعیت کے تھے؟

(الف)حروف تہجی (Alphabetical)　　(ب)صوتی (Phonetic)

(ج)تصویری (Pictographic)　　(د)لوگو گرافک(Logographic)

4.15.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. شانگ سلطنت میں آرکل ہڈیوں(Oracle Bones) کی اہمیت بیان کریں۔ یہ ابتدائی چینی تحریر، مذہب، اور معاشرے کے بارے میں ہمیں کیا معلومات فراہم کرتی ہیں؟

2. ابتدائی زوُو بادشاہوں نے کس طرح اپنے ماتحتوں کے ساتھ تعلقات قائم رکھے؟ان تعلقات میں خاندانی رشتوں اور وفاداری کے عہد کا کیا کردار تھا؟

3. شانگ دور میں دستکاروں اور کسانوں کی سماجی حیثیت، معاشی سرگرمیوں اور مذہبی رسومات پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

4.15.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1. قدیم چینی تحریر کی ابتدااور تاریخی ارتقاء بیان کریں۔ اوریکل ہڈیوں سے شروع ہو کر تحریری نظام نے کن مراحل سے گزرا؟

2. مذہبی اور رسوماتی سرگرمیاں شَانگ سماج میں کس طرح منظم تھیں؟

3. وادی سندھ اور مصری تہذیبوں جیسی دیگر تہذیبوں کی طرح چینی تہذیب دریا کے کنارے کیسے ابھری؟

اکائی 5۔ قدیم چین کے شاہی خاندان

(Ruling Dynasties of Ancient China)

اکائی کے اجزا

5.0 تمہید

5.1 مقاصد

5.2 ما قبل تاریخِ چین

5.3 زیا خاندان: 2070 سے 1600 قبل مسیح تک۔

5.4 شانگ خاندان: 1523 سے 1027 قبل مسیح تک

5.5 مغربی چو خاندان: 1100 سے 771 قبل مسیح تک

5.6 مشرقی چو خاندان: 771 سے 256 قبل مسیح تک

5.7 چو خاندان کے تحت معاشرہ اور ثقافت

5.8 چن خاندان: 221 سے 207 قبل مسیح تک

5.9 ہان خاندان: 206 قبل مسیح سے 220 عیسوی تک

5.10 تانگ خاندان: 618 سے 907 عیسوی تک

5.11 تانگ خاندان کے تحت سماجی اور ثقافتی ترقی

5.12 اکتسابی نتائج

5.13 کلیدی الفاظ

5.14 نمونہ امتحانی سوالات

5.0 تمہید (Introduction)

چینی تہذیب دنیا کی قدیم ترین اور بااثر ثقافتوں میں سے ایک ہے، جس کی تاریخ 5000 سال پر محیط ہے۔ یہ تہذیب دریائے ہوانگ ہو (Hwang Ho) اور دریائے یانگسی (Yangtze) کے زرخیز میدانوں میں نمودار ہوئی، جہاں ابتدائی چینی معاشرے نے زراعت، تحریری نظام اور پیچیدہ سماجی ڈھانچے کو جنم دیا۔ اس تہذیب نے کئی تاریخی اور شاہی خاندانوں جیسے شانگ، چو، چن، ہان اور تانگ خاندانوں کے ذریعے ترقی کا ایک سلسلہ پیش کیا۔ یہ تہذیب تبدیلی اور تسلسل، متعدد کامیابیوں، شاہی خاندانوں کی حکومت، فلسفوں اور ثقافتی اقدار کی حامل ہے۔ چینی تہذیب فلسفہ، سائنس، فن اور ٹیکنالوجی میں اپنی اہم شراکت کے لیے مشہور ہے۔ کنفیوشیت، تاؤازم اور بدھ مت نے اس کے روحانی اور ثقافتی منظر نامے کو تشکیل دیا ہے۔ کاغذ کی ایجاد، کمپاس، بارود اور پرنٹنگ چین کی تاریخی اختراعات کی چند مثالیں ہیں۔ چینی تہذیب کے پاس ادب، فنِ تعمیر اور طرزِ حکمرانی کا بھرپور ورثہ ہے، جو نہ صرف مشرقی ایشیا بلکہ اہلِ دنیا کو متاثر کرتی ہے۔ اگرچہ اس تہذیب نے مصر، میسوپوٹیمیا اور وادی سندھ کی تہذیبوں کے بعد اپنی شکل اختیار کی؛ پھر بھی یہ تہذیب وجود میں آنے والی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے۔ مزید برآں، اس کی بنیادیں ایسی آبادی پر ہے جس نے اپنی شناخت کو قابل ذکر حد تک برقرار رکھا ہے۔ مشرق وسطیٰ اور یورپ کے برعکس، چین کے علاقے نے ایک ایسی تہذیب پیدا کی جو بنیادی طور پر آزاد اور مثالی تھی۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ چینی باقی دنیا سے الگ تھلگ تھے یا انہیں غیر ملکی رابطوں سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ دراصل، وہ اپنے پڑوسیوں کے خلاف جارحانہ طور پر لڑے، دفاعی کاروائی کرنے اور ایشیا کے بڑے حصوں پر اپنی حکمرانی قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ انہوں نے طاقت کے بل پر مقبوضہ علاقوں پر اپنی مرضی مسلط کردی، ان کو اپنی ثقافت میں ضم کیا اور ان کی ترقی کو اپنا تہذیبی مشن قرار دیا۔

5.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- ماقبل تاریخ چین کی اہم خصوصیات کو جان سکیں گے۔
- قدیم چین میں مختلف شاہی خاندانوں کی حکومت کا جائزہ لے سکیں گے۔
- شاہی خاندانوں کے ذریعے حاصل کی گئی اہم پیش رفتیں کو سمجھ سکیں گے۔
- مختلف شاہی خاندانوں کے تحت معاشرے اور ثقافت کا مختصر جائزہ کر پائیں گے۔

5.2 ماقبل تاریخِ چین (Prehistoric China)

ابتدائی ثقافتوں کے مطالعے سے ہم یہ جان چکے ہیں کہ چین قدیم ترین انسانی نسلوں میں سے ایک نام نہاد نسل پیکنگ انسان کا گھر تھا۔ 1926 اور 1930 کے درمیان، اس نسل کے کنکال کے باقیات پیکنگ سے 25 میل جنوب مغرب میں ایک غار میں پائے گئے۔ ماہرینِ بشریات کا اندازہ ہے کہ پیکنگ انسان کم از کم 500,000 سال پہلے زندہ تھا اور یہ کہ شاید وہ جاوا انسان (Java man) کا ہم عصر تھا، جو قدیم

ترین انسانی نسلوں میں سے ایک ہے۔ یہ ثقافت یقیناً انتہائی قدیم ہے، لیکن اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ یہ ثقافت پتھر اور ہڈیوں کے اوزار استعمال کرتی تھی، آگ کے علم سے واقف تھی اور مردوں کو دفن کرتی تھی۔ دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے چین میں آثار قدیمہ کی تحقیق میں خلل ہوئی، لیکن 1949 کے بعد چین کی عوامی جمہوریہ کے تحت اس مضمون پر کافی تحقیق ہوئی۔ پیکنگ کے مقام پر (جہاں پیکنگ انسان کی ہڈیاں پہلی بار دریافت ہوئی تھیں) حالیہ کھدائیوں سے انسانی نوعیت کے نئے نمونے دریافت ہوئے ہیں لیکن ان کا تعلق پیکنگ انسان کی پہلی ظاہری شکل سے تقریباً 200,000 سال بعد کے دور سے ہے۔ ان حالیہ دریافتوں کا مطالعہ دو لاکھ سال کے دوران اہم ارتقائی تبدیلیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ مذکورہ دور میں اس مخلوق کے دانت اور جبڑے کے سائز کم ہو گئے اور دماغی صلاحیت میں 20 فیصد تک اضافہ ہوا، جو ذہانت میں اضافے کے ساتھ ساتھ غذائی عادات میں تبدیلی کی نشاندہی کرتا ہے۔ سابقہ معلومات کے برعکس، اب یہ معلوم ہوا ہے کہ پتھر کے زمانے کے دوران چین کا زیادہ تر علاقہ متواتر نیم بشری (sub-human) یا انسانی نسلوں کے زیر قبضہ رہا۔ ہوموسیپینز (Homo Sapiens) تقریباً 50,000 سال پہلے نمودار ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ، بعد کی قدیم پتھر والی ثقافت کی شناخت ان لوگوں کے ساتھ کی جاتی ہے جو بظاہر نسل میں منگولائڈ تھے۔

چین میں جدید پتھر کا زمانہ چھٹے ہزار سال قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔ اس تہذیب میں جدید پتھر کی ثقافت کے تین آثار دریافت کیے گئے ہیں، جن میں سے ایک پہاڑی علاقے میں واقع ہے؛ دوسرا ہنگسی اور ہوائی ندیوں کی وادیوں میں واقع ہے؛ اور تیسرا جنوب مشرقی ساحلی علاقے یعنی تائی وان جزیرے میں واقع ہے۔ یہ ثقافتی آثار کسان برادریوں کے ذریعے قائم کیے گئے تھے، جن میں شمال میں باجرا، یانگزی کے علاقے میں چاول اور جنوب مشرق میں درختوں کی جڑیں ہیں۔ مزید برآں، اِن کسان برادریوں میں سے سبھی نے ایک مخصوص قسم کے برتن تیار کیے تھے۔

اس بات پر ابھی اختلاف ہے کہ جدید حجری ثقافت نے ایک تہذیب کی شکل کب اختیار کی، جس میں دھاتی کام، شہر کاری، تحریری علم اور موثر سیاسی نظام شامل ہے۔ عام طور پر اوپر بیان کردہ تین علاقوں میں سے پہلا شمالی پہاڑی علاقہ چینی تہذیب کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے۔ ایک ہم عصر اسکالر کا کہنا ہے کہ نیل، دجلہ اور فرات کی وادیوں کے باشندوں کے برعکس، چینی کسانوں نے خشک زمین پر کاشتکاری کا آغاز کیا اور شاید چھٹی صدی قبل مسیح تک ان کے پاس آبپاشی کی سہولتیں میسر نہیں تھیں۔ دریائے ہوانگ ہو کے درمیانی راستوں سے متصل بالائی زمینیں ایک قسم کی ڈھیلی (Loess) مٹی سے ڈھکی ہوئی ہیں، جو ایشیا کے مرکزی سطح مرتفع سے شمال مغربی ہواؤں سے اٹھنے والی دھول کے باریک ذرات پر مشتمل ہے اور وادی میں اور شمال مشرقی ساحل پر موجود ہے۔ اس مٹی نے اپنے رنگ کی وجہ سے دریائے ہوانگ ہو (Yellow River) اور زرد سمندر (Yellow Sea) جیسے جغرافیائی ناموں کو جنم دیا ہے۔ جدید حجری دور (Neolithic Age) میں شمالی چین کی اہم فصلوں میں باجرا کے کئی اقسام، بھنگ اور شہتوت (ریشم کے کیڑے پالنے کے لیے) شامل تھے۔ چاول شمالی میدان کے دلدلی علاقوں میں اگایا جاتا تھا، جو یانگزی کے علاقے سے جنوب میں متعارف کیا گیا تھا۔

5.3 زیاخاندان:2070سے 1600 قبل مسیح تک (The Xia Dynasty: 2070-1600 BC)

متعدد چھوٹے دیہاتی اور کاشتکاری برادریوں نے زیاخاندان کے نام سے ایک مرکزی حکومت قائم کی۔ زیاخاندان کو کئی سالوں تک حقیقت سے زیادہ افسانہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن 1960اور 1970 کی دہائی میں کھدائیوں نے ایسی جگہوں کا انکشاف کیا جو اس خاندان کے وجود کے لیے مضبوط دلیل بن گئی۔ کانسے کا کام اور مقبروں کی تعمیر واضح طور پر حجری دور کے دیہاتوں اور ایک قابل شناخت ہم آہنگ تہذیب کے درمیان ترقی کے ارتقائی دور کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس خاندان کی بنیاد عظیم یو(Yu the Great) نے رکھی تھی۔ انہوں نے دریائے ہوانگ ہو کے سیلاب کو کنٹرول کرنے کے لیے تیرہ سال تک انتھک محنت کی جس سے کسانوں کی فصلیں معمول کے مطابق تباہ ہو جاتی تھیں۔ وہ اپنے کام پر اس قدر مرکوز تھے کہ وہ ان سالوں میں ایک بار بھی گھر واپس نہیں گئے۔ اس لگن نے دوسروں کو ان کی پیروی کرنے پر مجبور کیا۔ سیلاب پر قابو پانے کے بعد عظیم یو نے سانمیا قبیلوں کو بھی فتح کیا۔ انہوں نے جانشینی کا موروثی نظام قائم کیا اور اس طرح خاندانی حکومت کے نظریہ کو مضبوط بنادیا۔ حکمران طبقہ اور اشرافیہ شہری علاقوں میں رہتے تھے جبکہ کسانوں کی آبادی دیہی علاقوں میں رہتے تھے۔ عظیم یو کے بعد ان کے بیٹے کیوی نے حکومت سنبھالی اور اس طرح آخری زیا حکمران تک اقتدار زیاخاندان کے کنٹرول میں رہا۔ اس خاندان کے آخری حکمران جائی(Jie) کو تانگ نے معزول کر دیا، اور شانگ خاندان (1523 سے 1027 قبل مسیح تک) کی بنیاد ڈالی۔

5.4 شانگ خاندان:1523سے1027 قبل مسیح تک(The Shang Dynasty: 1523-1027 BC)

آثار قدیمہ کی دریافتوں نے نہ صرف چین کی ماقبل تاریخ بلکہ ابتدائی تاریخی دور پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ کانسے کا دور عالمی طور پر قدیم تہذیبوں سے وابستہ تھا جو چین میں کہیں 2000 قبل مسیح میں شروع ہوا تھا۔ کانسے کے دور کی کھدائی شمالی چین میں شانگ خاندان (1523 سے 1027 قبل مسیح تک) کے بارے میں ٹھوس ثبوت فراہم کرتی ہے، جو روایت کے مطابق چین کا دوسرا شاہی خاندان تھا۔

شانگ خاندان کا آغاز تقریباً اسی وقت ہوا جب آریائی حملہ آوروں نے ہندوستان کا کنٹرول سنبھال لیا۔ شانگ لوگ مقامی تھے اور چین میں ان کی بنیاد جدید حجری دور سے وابستہ تھی۔ چین کی تاریخ اس لحاظ سے منفرد ہے کیونکہ اس کی ترقی خاص طور پر مقامی پیشرفتوں سے ہوئی ہے۔ شانگ خاندان نے اس خطے پر ایک پرامن حکمرانی کا طویل عرصہ قائم کیا۔ واضح رہے کہ شانگ سلطنت چین کے ایک چھوٹے سے حصے پر کنٹرول کرتی تھی، جس میں خاص طور پر وادئ ہوانگ ہو شامل ہے، لیکن ان کا اثرورسوخ وسیع علاقے تک پھیلا ہوا تھا۔ شانگ سلطنت کے لوگ دوسرے خطوں بشمول وادئ یانگسی کے ساتھ تجارت کرتے تھے، اور شمال اور مغرب سے اپنی سلطنت کو خانہ بدوش قبائل سے دفاع کرتے تھے۔ اس سلطنت کا آخری دارالحکومت ہونان صوبے کے شمالی سرے پر واقع ایک شہر تھا، جو دریائے ہوانگ ہو سے تقریباً 80 میل شمال میں واقع تھا۔

شانگ ثقافت کی بنیاد جدید حجری دور کی کسان برادری پر منحصر تھی۔اس خاندان کا قیام ایک فوجی سردار کی فتح سے ہوا تھا، جس میں آبادی کی کوئی وسیع نقل مکانی نہیں ہوئی تھی۔اس تہذیب کے مخصوص پہلوؤں میں قلعہ بند شہروں کی تعمیر، جنگ میں گھوڑوں سے چلنے والے رتھوں کا استعمال، کانسے کی دھات کاری، ایک وسیع تحریری نظام، اشرافیہ، کاریگروں اور کسانوں کے مختلف طبقات شامل ہیں۔ان مختلف طبقات میں کسان نہ صرف کھیتی بلکہ فوجی خدمات انجام دینے کے بھی پابند تھے۔

منگولیا کے آوارہ چرواہوں کے مقابلے میں چینی لوگ بنیادی طور پر کسان تھے۔زراعت شانگ کے لوگوں کی روزی روٹی کا سب سے بڑا ذریعہ تھی، حالانکہ ان کے زرعی اوزار اب بھی کافی قدیم تھے۔یہ لوگ زمین سے جوار کے علاوہ گندم کی کاشتکاری کرتے تھے۔اس کے علاوہ، وہ شکار اور گلہ بانی سے بھی اپنا خوراک حاصل کرتے تھے۔ان کے پالتو جانوروں میں کتا، سور، بکرا، بھیڑ، بیل، گھوڑا، مرغی، بھینس، بندر اور شاید ہاتھی بھی شامل تھے۔اس کے علاوہ، لوگ کتے کے گوشت کے ساتھ ساتھ سور کا گوشت بھی پسند کرتے تھے۔

شانگ لوگوں کے مکانات ماحول کے ساتھ ان کی ذہین موافقت کو ظاہر کرتے ہیں۔اس خطے میں جدید حجری دور کے دیہی باشندے زمین میں کھودے گئے گڑھوں میں رہا کرتے تھے؛اور شہری باشندے آرام دہ گھروں میں رہا کرتے تھے۔ مستطیل بنیادوں کے اوپر ایک چھت کا ڈھانچہ کھڑا کیا جاتا تھا، جس میں لکڑی کے کھمبے چھت کے مرکزی حصے کو مضبوطی بخشتے تھے اور چھوٹے چھوٹے ستون دونوں اطراف سے اس تعمیر کو سہارا دیتے تھے۔ چھت کے لیے گھاس یا کھجلی کا استعمال کیا جاتا تھا اور گھر کی دیواروں کے لیے مٹی استعمال کی جاتی تھی۔

شانگ دستکاری کے جو نمونے ماہرین آثار قدیمہ نے برآمد کیے ہیں وہ اعلیٰ درجے کی مہارت اور استعداد کو ظاہر کرتے ہیں۔دھات سے واقفیت کے باوجود، شانگ کاریگر اب بھی پتھر کے چاقو، کلہاڑی اور برتن بناتے تھے؛اور مختلف کاموں کے لئے ہڈی اور سینگ کا استعمال کرتے تھے۔معدنی نوعیت کی فیروزی پتھر کے ساتھ جڑے ہوئے ہڈیوں کے آلات اور ہاتھی دانت کے شاندار نقش و نگار کثرت سے تیار کیے جاتے تھے۔ تیر بانس کی چھڑیوں سے بنائے جاتے تھے جن پر کانسے یا ہڈیوں کی نوکیں لگائی جاتی تھیں۔دو گھوڑوں پر مشتمل رتھ، جس میں وسیع و عریض کاریگری کے پہیے ہوتے تھے، غالباً اشرافیہ کی خصوصی ملکیت تھی۔اس کے علاوہ، چمڑے سے بنا ہوا زرہ بکتر بعض اوقات لکڑی کے تختیوں سے مضبوط کیا جاتا تھا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے،اس تہذیب میں رہنے والے لوگ تحریری نظام سے واقفیت رکھتے تھے۔خوش قسمتی سے تحریر کے بہت سے نمونے جانوروں کی ہڈیوں، سینگوں، اور کچھوے کے خولوں اور مٹی کے برتنوں پر لکھے گئے ہیں۔اگرچہ شانگ تحریری نظام کے حروف **مشرقِ** بعید میں لکھائی کی ابتدائی مثال معلوم ہوتی ہے، لیکن پھر بھی وہ سب سے قدیم نہیں تھے۔ہر ایک شانگ حرف پورے ایک لفظ کی نمائندگی کرتا تھا جیسا کہ یہ کلاسیکی اور جدید چینی میں کرتا ہے۔ان حروف میں مختلف علامتوں یا تصورات کو ملا کر معنی بیان کیا جاتا تھا؛مثال کے طور پر، سورج اور چاند ایک ساتھ مل کر روشن یا چمک کی نمائندگی کرتے ہیں؛اور ایک درخت کے پیچھے طلوع ہونے والا سورج مشرق کی

طرف اشارہ کرتا ہے۔ شانگ ریکارڈز میں اب تک تقریباً 3,000 حروف کی شناخت کی جا چکی ہے۔

شانگ دور کے سیاسی اور سماجی اداروں کے بارے میں بہت کم یقینی معلومات دستیاب ہیں۔ فوجی سرگرمیوں کے علاوہ، بادشاہ غالباً عوامی کاموں کی نگرانی بھی کرتا تھا اور ایک اہم مذہبی کارکن کا کردار بھی ادا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ، پادریوں کا ایک پڑھا لکھا طبقہ بادشاہ کی مدد کرتا تھا، جو نجومیوں اور رسومات کی خدمات انجام دیتے تھے۔ چونکہ ان کا کیلنڈر قمری تھا، اس لیے اسے شمسی سال کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے ایڈجسٹ کرنا پڑتا تھا۔ شانگ پادریوں نے ریاضی اور فلکیات میں بھی نمایاں کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ چودھویں صدی قبل مسیح کے اوائل میں ہی انہوں نے چاند گرہن کو ریکارڈ کر لیا تھا۔

شانگ لوگ متعدد قدرتی تخلیقات کی پوجا کرتے تھے جیسا کہ زمین، دریا، ہوا، وغیرہ۔ وہ لوگ دیوتاؤں کے لیے مندروں میں قربانیاں پیش کرتے تھے۔ جانوروں کے گوشت کی قربانی عام تھی اور باجرے سے بنی ایک قسم کی شراب کو بھی قابل قبول سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ شانگ لوگ کچھ پہلوؤں میں سے انتہائی مہذب تھے، لیکن اس کے برعکس وہ لوگ انسانوں کی قربانی بھی انجام دیتے تھے۔ بظاہر قربان کیے جانے والے لوگ غلام یا جنگی قیدی ہوا کرتے تھے۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ شانگ مذہب بنیادی طور پر روحانی یا اخلاقی تھا؛ بلکہ سمیریوں اور بابلیوں کی طرح ان کا مذہب انسانی خوشحالی پر مبنی تھا۔ مصری فرعون کی طرح چینی حکمران خدائی کا دعویٰ نہیں کرتے تھے، لیکن ان کی وفات ان کے مزار عبادت کے مراکز بن گئے۔

شانگ سوسائٹی مشرقی ایشیا کی ایک قدیم ترین حقیقی تہذیب کی نمائندگی کرتی ہے جس کے متعدد تاریخی ماخذات دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ، اس سوسائٹی نے مختلف ترقیاتی پہلوؤں جیسے کہ زراعت کے طریقوں، دستکاریوں، تعمیراتی شکلوں، مذہبی تصورات، اور تحریری نظام پر زور دے کر ایک مخصوص ثقافت کی بنیاد رکھی۔ 1027 قبل مسیح کے آس پاس شانگ خاندان کا تختہ الٹ دیا گیا، لیکن نئے حکمرانوں نے بنیادی اداروں کو محفوظ رکھا، ثقافتی ترقی کی حوصلہ افزائی کی، اور چینی تاریخ کے طویل ترین خاندان (چو خاندان) کو قائم کیا۔

5.5 مغربی چو خاندان: 1100 سے 771 قبل مسیح تک (The Western Chou Dynasty: 1100-771 BC)

جب ہندوستان میں ویدک تہذیب اپنے ابتدائی مراحل سے گزر رہی تھی، چین کی ہوانگ ہو وادی میں شانگ خاندان کے بعد چو خاندان نے اقتدار سنبھال لیا۔ تاہم، اس نئے خاندان کی آمد سے معاشرے کے کردار میں ایسی کوئی گہری تبدیلی واقع نہیں ہوئی جتنی کہ ہندوستان میں آریائی حملے سے ہوئی تھی۔ چو لوگ شانگ اراضی کے مغرب میں واقع تھے۔ یہ دونوں خاندان ایک ہی نسل سے وابستہ تھے اور ان دونوں خاندانوں کے درمیان گہرے تعلقات قائم تھے۔ شانگ خاندان کا خاتمہ غالباً اقتدار کے اندرونی کشمکش کا نتیجہ تھا۔ اس خاندان نے لوگوں کو یقین دلانے کی پُرزور کوشش کی کہ ان کی جانشینی جائز تھی۔ انہوں نے اس دعوے کو آگے بڑھایا کہ آخری شانگ حکمران نااہل اور عیاش تھے اور یہ کہ خدائی طاقتوں نے چو کو اس کی برطرفی کے لیے ایک آلہ کے طور پر استعمال کیا تھا۔

ابتدائی چو حکمرانوں نے **وادیٔ ووی(Wei)** کے جدید سیان(Shensi Province) کے قریب اپنادارالحکومت تعمیر کیا، جہاں ان کی طاقت پہلے ہی قائم ہو چکی تھی۔ چو بادشاہوں نے ایک مضبوط فوجی نظام قائم کیا، جسے سیاسی اقتدار کو بڑھانے اور بغاوتوں کو دبانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ چو حکمرانوں نے دارالحکومت کے آس پاس علاقوں میں براہ راست حکومت قائم کی؛اور دور دراز علاقوں کاانتظام بالواسطہ طور پر مقرر کردہ اہلکاروں کے ذریعے کرواتے رہے۔ چو انتظامیہ تقریباً جاگیر داری نظام سے ملتا جلتا تھا جو بعد میں یورپ میں وجود میں آگیا۔ ضلعی گورنر، شاہی خاندان کے افراد یا اہلیت کے حامل جرنیل بادشاہ کے جاگیر دار ہوا کرتے تھے۔ یہ جاگیر دار یا علاقائی حاکم وسیع فوجی اور عدالتی اختیارات کا استعمال کرتے تھے۔انہوں نے آہستہ آہستہ اپنی مقرر کردہ حیثیت کو موروثی بنادیا۔ یورپی جاگیر داری کی طرح، چو جاگیر داری مرکزی حکومت کے لیے خطرے کی علامت تھی، حالانکہ دو یا تین صدیوں تک چو عدالت حوصلہ منداہلکاروں کو ہٹانے اور اپنی بالادستی کو برقرار رکھنے کے لیے کافی مضبوط تھی۔

آٹھویں صدی قبل مسیح تک چو حکومت اس حد تک کمزور ہو گئی تھی کہ وہ مغربی سرحد کو وحشیوں اور قبائلیوں کے حملوں سے بچانے کے قابل نہیں رہی تھی۔ 771 قبل مسیح میں،اس خاندان کے ایک ناکارہ بادشاہ نے اپنی پسندیدہ لونڈی کو خوش کرنے کے لیے امرا کی تذلیل کی۔ بادشاہ کو قتل کر دیا گیااور ان کا محل لوٹ لیا گیا۔اس کے بعد سلطنت کے شرفاء نے اصل اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتے ہوئے، بادشاہ کے بیٹے کو برائے نام تخت نشین کرنا مناسب سمجھا۔ یہ واقعہ "مغربی چو" دور کے اختتام کی نشاندہی کرتا ہے۔اس کے بعد دارالحکومت کو تقریباً100 میل دور مشرق کی جانب منتقل کر دیا گیا۔اسی مناسبت سے اس خاندان کے آنے والے حکمران "مشرقی چو(771 سے 256 قبل مسیح تک)" کے نام سے جانے جاتے تھے۔

5.6 مشرقی چو خاندان:771 سے 256 قبل مسیح تک(The Eastern Chou Dynasty: 771-256 BC)

مشرقی چو خاندان کے پانچ سو سالوں کے دوران، چین سیاسی انتشار اور اندرونی کشمکش کا شکار رہا۔ بادشاہ نے کچھ عظیم موروثی شہزادوں کے مقابلے میں بہت چھوٹے خطے پر حکومت کی۔ بادشاہ کے اختیارات کو نظریاتی طور پر اعلیٰ تصور کیا جاتا تھا۔اسے سرکاری طور پر "جنت کا بیٹا" سمجھا جاتا تھا۔اس کا کردار مذہبی اور رسمی افعال تک محدود تھااور مختلف ریاستوں میں جانشینی کے حقوق سے متعلق تنازعات کا فیصلہ کرنا تھا۔ان حالات کے باوجود مشرقی چو دور کو جاگیر داری دور قرار دینادرست نہیں ہوگا۔اس خاندان میں موروثی شرفاء سماجی شہرت، دولت اور طاقت سے لطف اندوز ہوتے تھے اور مختلف درجات اور مرتبے حاصل کرتے تھے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ شرفاء جاگیر دار بن گئے اور فوجی خدمات انجام دینے لگے۔انہوں نے نہ صرف بہتر فوجی نظام قائم کیا، بلکہ اپنی سلطنتوں سے محصول وصول کیا اور نظام عدل بھی قائم کیا۔انہوں نے مجرموں پر جرمانے، مسخ کرنے اور موت سمیت سخت سزائیں عائد کیں۔انہوں نے زراعت پر مبنی ٹیکس کا باقاعدہ نظام متعارف کرایا۔اگرچہ مشرقی چو کے دور حکومت میں چین کو کئی ریاستوں میں تقسیم کیا گیا تھا، پھر بھی اقتدار کا توازن صرف چند بڑی ریاستوں نے برقرار رکھا تھا، جو کہ شمال، مغرب اور جنوب کی سرحدوں پر قائم تھیں۔ عام طور پر ایک وقت میں ایک ریاست کو سب سے بڑا اور

بالادست تسلیم کیا جاتا تھا۔ بعض اوقات ان سرحدی ریاستوں نے جارحانہ اقدامات کے ذریعے چینی تہذیب کے حدود کو بڑھادیا۔ جزیرہ نما شانتنگ، شنگھائی، ہانگچو، اور وادیٔ یانگسی کو چینی دائرہ اختیار میں لایا گیا۔ منچوریا کے جنوبی حصے پر بھی قبضہ کر لیا گیا، اور منگولیا کے خانہ بدوشوں سے تحفظ کے لیے دریائے ہوانگ ہو کے جنوب اور شمال میں مشہور دیوارِ چین کی توسیع کی۔

پانچویں صدی قبل مسیح کے وسط میں، چین کے اندرونی حالات انتہائی انتشار کا شکار ہو گئے، جس میں مختلف ریاستوں نے ایک دوسرے کے خلاف کئی لڑائیاں لڑی۔ ان لڑائیوں نے جاگیرداروں کے اندر بالادستی حاصل کرنے کی آگ پیدا کر دی۔ یہاں تک کہ کئی ریاستوں کے حکمرانوں نے "بادشاہ" (وانگ) کا لقب بھی اختیار کیا، جو پہلے صرف چو شہزادوں کے لیے مخصوص تھا۔ چوتھی اور تیسری صدی قبل مسیح میں ریاستِ چن (Ch'in) مغربی سرحد پر وادیٔ ووی (Wei) میں عروج پر تھی۔ چن (Ch'in) کے حکمران نہ صرف جارحانہ تھے بلکہ انہوں نے اپنی حکومت کے اندر موثر مرکزی حکومت بھی تیار کی۔ وادیٔ ووی (جدید شینچوان صوبے میں) کے جنوب میں واقع زرخیز میدان کو فتح کرنے کے بعد، انہوں نے آبپاشی کا ایک شاندار نظام تعمیر کیا جو آج بھی قائم ہے۔ دیگر جاگیرداروں کے اتحاد کے باوجود، چین کی افواج نے ایک کے بعد ایک خطے کو اپنے اراضی میں ضم کر دیا۔ آخر کار، 256 قبل مسیح میں، انہوں نے شاہی عملداری کے باقی ماندہ حصے پر قبضہ کر لیا اور چو خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ اس طرح، پینتیس سال کے اندر چین (Ch'in) شہزادے نے تمام چینی علاقوں کو اپنے کنٹرول میں لے لیا، شہنشاہ کا خطاب اختیار کیا، اور جاگیرداری نظام کے باقیات کو ختم کر دیا۔

5.7 چو خاندان کے تحت معاشرہ اور ثقافت (Society and Culture under Chou Dynasty)

چو حکمرانی کے 800 یا 900 سالوں کے دوران، ثقافتی ترقی جاری رہی۔ اس دور کو چینی تہذیب کا کلاسیکی دور سمجھا جاتا ہے اور اس کی شراکتیں مشرق بعید کی تاریخ میں بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ چو خاندان کے دور میں دستکاری کی تکنیکوں میں بہتری آئی اور لوہے کو پگھلانے کا عمل متعارف ہوا۔ چو حکومت میں آبادی کی بڑی اکثریت دیہاتوں میں رہتی تھی، لیکن وہیں آبادی کا کافی حصہ شہروں اور قصبوں میں بھی رہا کرتے تھے۔ شاید تیسری صدی قبل مسیح سے پہلے گدھے اور اونٹ کے متعارف ہونے سے اناج، نمک، ریشم اور دیگر اشیاء کی نقل و حمل کے لیے وسطی ایشیا میں تجارتی راستے قائم ہوئے۔ پانچویں صدی قبل مسیح کے اختتام سے پہلے تانبے کے سکے متعارف کیے گئے۔ ریشم کی پیداوار میں اضافہ ہوا، اور کئی گھریلو پودوں کے ریشوں کو بھی کپڑا بنانے میں استعمال کیا گیا۔

چین میں قدیم زمانے سے لے کر سب سے اہم پیشہ زراعت اور کاشتکاری رہا ہے۔ چو خاندان کے دور میں یہ کاشتکاری زمین کی بحالی، نہروں کی کھدائی، آبی ذخائر کی تعمیر، دلدلوں کی نکاسی اور یانگسی وادی کی زرخیز زمینوں کے حصول کے ذریعے بڑھادی گئی۔ اگرچہ چین ایک بڑا ملک ہے، لیکن قابل کاشت زمین کی کمی اور بڑھتی ہوئی آبادی نے خوراک کی پیداوار کو برقرار رکھنا مشکل بنادیا۔ زمین کی زرخیزیت کو برقرار رکھنے کے لئے مختلف موسموں میں مختلف فصلوں کی کاشت کی جاتی تھی۔ زمین میں نمی برقرار رکھنے کے لئے ڈھلان نما پٹیوں پر کاشتکاری (terrace cultivation) کی جاتی تھی۔ چینی لوگ زیادہ تر سبزیوں کی خوراک پر گزارہ کرتے تھے، اس لیے نہیں کہ وہ ہندوؤں کی طرح

گوشت کھانے سے گریز کرتے تھے، بلکہ اس لئے کہ وہ اپنی معیشت کو بڑھانا چاہتے تھے۔ گوشت کے لیے انہوں نے ایسے جانوروں کا انتخاب کیا جنہیں سستے طریقے سے پالا جا سکتا تھا، جیسے، مرغ، بطخ، سور اور مچھلی۔ چو دورِ حکومت میں معاشرہ کردار کے لحاظ سے اشرافیہ تھا۔ بڑے زمینداروں اور کسانوں کے درمیان ایک زبردست خلیج تھی۔ چینی معاشرہ ہندوستان کی طرح ذات پات سے متاثر نہیں تھا۔ اس معاشرے میں واضح طور پر دو ہی ممتاز طبقے تھے ،امراطبقہ اور عام لوگ یا غلام۔ لیکن، بدقسمتی سے ہمارے پاس نچلے طبقے کے بارے میں بہت کم معلومات مہیا ہیں۔

چینی معاشرہ پدرانہ تھا جس میں خواتین یقینی طور پر مردوں کے ماتحت رہتی تھیں۔ مبینہ طور پر، ابتدائی چو دور حکومت میں کسان طبقے کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو موسمِ بہار کے تہوار کے بعد آزادانہ طور پر اپنے ساتھیوں کا انتخاب کرنے کی اجازت تھی۔ اس کے برعکس، اشرافیہ طبقے کے مردوں اور عورتوں کو یہ آزادی حاصل نہ تھی۔ البتہ کبھی کبھی اشرافیہ طبقے سے وابستہ کچھ افراد اس روایت کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ اس دور میں طلاقیں نایاب تھیں، خاص طور پر عاجز اور شریف لوگوں میں۔ کثیر ازدواجی نظام اور لونڈیاں رکھنے کا رواج عورتوں کی مشکلات اور ذلت میں اضافہ کرتے تھے۔ لیکن یہ رواج صرف امیر طبقے تک ہی محدود تھے اور یہ کسی بھی طرح سے ملک گیر نہیں تھے۔ اس کے باوجود چینی معاشرے میں خواتین کو کچھ حقوق اور دیگر مراعات حاصل تھیں؛ اور مجموعی طور پر ان کی صورتحال ذات پات سے متاثر ہندوستانی خواتین سے کافی بہتر تھی۔

تاریخِ چین میں، عام آدمی کے مذہب میں اس کی خاندانی قبروں کی دیکھ بھال، اور اپنے آباؤاجداد کی روحوں کے لیے دعائیں اور نذرانے پیش کرنا شامل تھا۔ مذہب بنیادی طور پر وہی تھا جیسا کہ شانگ حکومت کے دور میں تھا۔ لوگ متعدد دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے، جن میں مقامی روح، چھوٹے دیوتا اور زمین اور آسمان جیسے عظیم الشان دیوتا شامل ہیں۔ انسانی قربانی کا رواج دھیرے دھیرے ختم ہو گیا۔ رتھ کی قربانی کا ثبوت آثار قدیمہ کے ماہرین نے دریائے ہوانگ ہو کے شمال میں اس وقت دریافت کیا جب انہوں نے تقریباً 30 فٹ مربع گہرے گڑھے کی کھدائی کی۔ اس کے علاوہ، بادشاہ کو "جنت کے بیٹے" (T'ien-ming) کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا؛ تاہم، اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ خدائی یا الہامی تھا۔

اس وقت ہندوؤں کی طرح چینیوں کے پاس بھی کوئی واضح مذہبی نظام، مکمل عقیدہ، اور کوئی چرچ یا مندر نہیں تھا۔ تاہم، ہندو سماج کے برعکس، چینی پجاری دوسرے گروہوں پر غلبہ پانے کی صورت میں مقدس طبقے کی حیثیت کا دعویٰ کرتے تھے۔ زیادہ تر لوگوں کے لیے مذہب یا تو خاندانی معاملہ ہوتا تھا جس میں کچھ سماجی سرگرمیاں شامل ہوتی تھیں؛ یا ریاست کا معاملہ تھا جسے حکام نے عام فلاح کو یقینی بنانے کے لیے قائم کیا ہوتا تھا۔ عام طور پر، سب سے بڑے دیوتاؤں کے لیے صرف اعلیٰ حکام قربانیاں انجام دیتے تھے؛ اور چھوٹے عہدے دار چھوٹے دیوتاؤں کے لئے قربانیاں پیش کرتے تھے۔

چو دور کی سب سے نمایاں شراکت ادب اور فلسفے کے شعبوں میں تھی۔ شانگ نظامِ تحریر، جو پہلے ہی ایک ترقی یافتہ تحریر بن چکا تھا، کو معمولی ترامیم کے ساتھ جاری رکھا گیا۔ آبادی کا ایک چھوٹا سا حصہ پڑھا لکھا تھا، جس میں جاگیرداروں کے ساتھ ساتھ تاجر بھی شامل تھے۔ مغربی یورپ کے جاگیردارانہ دور کے برعکس، چو اشرافیہ کو ادب پر کافی عبور حاصل تھا۔ چو اشرافیہ اپنی جائیدادوں، اپنے زیرِ کفالت افراد اور بعض اوقات اپنی ذاتی سرگرمیوں کا مکمل ریکارڈ رکھتے تھے۔ چینی، قدیم زمانے میں بھی، تاریخ کی اہمیت، حقائق اور ترتیب پر مبنی واقعات کی ریکارڈنگ کے حوالے سے اپنے رویے میں ہندوؤں سے مختلف تھے۔

جب یونانی طبیعیات کی نوعیت کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے، اور ہندوستانی مفکرین روح سے متعلق وجود کے تعلق پر غور کر رہے تھے، چینی اسکالر اس وقت بہتر انسانی معاشرے کی بنیاد اور اچھی حکومت کے بنیادی اصولوں کو دریافت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ چینی مفکرین کو طبعی سائنس یا مابعد الطبیعیات میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ انہوں نے تجریدی سچائی کی خاطر نہیں بلکہ انسانی وجود کے مسائل کو حل کرنے کے لیے فطری اور مادی کائنات کے بنیادی اصولوں کی وضاحت کی۔ انہوں نے معاشرے کے استحکام اور بہتری کے لیے اصول وضع کرنے کی کوشش کی۔ اس فکری سرگرمی کے رہنما زیادہ تر اشرافیہ اور علمی دنیا سے وابستہ تھے، جنہوں نے انتظامی عہدوں پر فائز ہونے یا ایسے عہدوں کے خواہشمند شاگردوں کو پڑھانے میں دلچسپی برقرار رکھی۔ یہ خیالات کے جاندار تبادلے کا وقت تھا، اور رائے کی ایک بڑی قسم تھی۔ اس فکری عمل میں چار مکاتبِ فکر سامنے آ گئے، جن میں کنفیوشسٹ اور تاؤسٹ فکر سب سے اہم تھے۔

کنفیوشس (551 سے 479 قبل مسیح)، جو تاریخ کے سب سے بااثر انسانوں میں سے ایک ثابت ہوا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ان اصلاحات کی وکالت کی، جن پر بعد میں بہت کم عمل کی گئی۔ اس کے باوجود انہوں نے چین اور دیگر ممالک کے سیاسی افکار اور اداروں پر بہت اثر ڈالا۔ وہ ریاستِ لو (جدید شان تنگ صوبے میں) کے رہنے والے تھے، اور کونگ نامی ایک سپاہی کے بیٹے تھے۔ کنفیوشس نے استاد اور فلسفی کے طور پر ایک حقیقی کردار ادا کیا۔ اپنے ہم عصر گوتم بدھ کی طرح، اور اپنے قریبی ہم عصر سقراط کی طرح، کنفیوشس مانتے تھے کہ علم خوشی اور کامیاب طرزِ عمل کی کلید ہے۔ جاگیردارانہ جھگڑوں کی برائیوں سے متاثر ہو کر کنفیوشس نے سلطنت میں مرکزی اقتدار کی بحالی کی وکالت کی۔ انہوں نے مثالی ریاست کو ایک خیر خواہ اور مشفق باپ کے طور پر پیش کیا، جس میں حکمران نہ صرف حکم دیتا ہے بلکہ لوگوں کے لیے طرزِ عمل کی ایک مثال بھی قائم کرتا ہے۔ وہ مساوات پر یقین نہیں رکھتے تھے اور جمہوریت کے بجائے قابلیت اور اعلیٰ اصولوں کے اشرافیہ کی وکالت کرتے تھے جن میں سے عہدیداروں کا انتخاب حکمران کی رہنمائی کے لیے کیا جائے گا۔

کنفیوشس نے ایک ایسا سیاسی فلسفہ پیش کیا، جس نے ریاست کو ایک فطری ادارہ سمجھا جو انسان کے ذریعے قابلِ ترمیم ہے اور انفرادی شخصیات کی عمومی فلاح و بہبود کو فروغ دینے کے لیے وقف ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ ریاست انسان کے لیے ہے، نہ کہ انسان ریاست کے لیے۔ اخلاقی پہلو پر انہوں نے باہمی احساس، تعاون اور ہمدردی پر زور دیا، جس کا آغاز گھر سے ہونا چاہیے اور پھر رفاقت کے بڑے پہلوؤں تک پھیلنا چاہیے۔

تاؤازم ایک اور فلسفہ تھا جو کنفیوشس کے فلسفے کے مخالف تھا۔اس کا بانی لاؤزے تھا، جو چھٹی صدی قبل مسیح کی ایک اہم شخصیت تھی۔ روایت کے مطابق انہوں نے چو انتظامیہ میں آرکائیوز کے انچارج کے طور پر کام کیا تھا۔ وہ دنیا سے اکتا گئے تھے، اور امن کی تلاش میں مغربی پہاڑوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اپنی وفات سے پہلے انہوں نے حکمت پر مبنی ایک چھوٹی سی کتاب لکھی۔ تاؤازم کی تعلیم کے مطابق انسانوں اور جانوروں کو تاؤ یا کائنات کے ساتھ توازن میں رہنا چاہیے۔تاؤازم کا ماننا ہے کہ روح لافانی ہے، اور جسم کی موت کے بعد روح کائنات میں شامل ہو جاتی ہے۔

5.8 چن خاندان: 221 سے 207 قبل مسیح تک (The Chin Dynasty: 221-207 BC)

چو خاندان کے خاتمے نے چن خاندان کے قیام کی راہ ہموار کی۔اس خاندان کی حکومت 221 سے 207 قبل مسیح تک قائم رہی۔ یہ چینی تاریخ میں ایک اہم خاندان تھا کیونکہ اس نے ریاست کے کردار پر مستقل اثرات مرتب کیے۔اس خاندان کا بانی شی ہوانگ تی تھے جسے بعد از مرگ "پہلے شہنشاہ" کا خطاب دیا گیا۔ شی ہوانگ تی ایک مضبوط اور انتظامی ذہانت کے آدمی تھے۔ انہوں نے ملک کو صوبوں میں تقسیم کرنے والی حریف سلطنتوں کا خاتمہ کیا، اور ایک وسیع افسر شاہی قائم کی۔ انہوں نے مرکزی انتظامیہ اور فوجی نظام کو مضبوط کر دیا۔ انہوں نے جاگیر دارانہ نظام کے باقیات کو مکمل طور پر ختم کیا اور حکومت کا عوام سے براہ راست رابطہ قائم کیا۔اس کے علاوہ، شہنشاہ کے حکم سے وزیر اعلیٰ نے فلسفیانہ مکاتب فکر کو اپنی بحث جاری رکھنے سے منع کیا، اور ان کی تحریروں کو تباہ کرنے کا حکم دیا۔ مزید یہ کہ ممنوعہ کتابوں کو شاہی کتب خانے میں بند کرنے کے احکام صادر کیے گئے۔ کھیتی باڑی، ادویات اور تاؤازم سے متعلق چند کتابوں کی تشہیر پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ وہ خاص طور پر کنفیوشس اور موحتی کی تعلیمات کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے بے چین تھے کیونکہ وہ حکمرانی سے متعلق اخلاقی اصولوں پر زیادہ زور دیتے تھے۔

چِن خاندان کی اعلیٰ سطحی تکنیکی مہارت اور فنکارانہ صلاحیتوں کی تصدیق 21 مربع میل کے رقبے پر پھیلے ہوئے پہلے شہنشاہ کے مقبرے سے ہوتی ہے۔اس کی تعمیر کے لیے 700,000 مزدوروں نے انتھک محنت کی۔ اگرچہ قدیم مصنفین نے مقبرے سے متعلق متعدد تحریرات چھوڑدئے ہیں، لیکن اس تعمیر کو اس وقت تک منظرِ عام پر نہیں لایا گیا جب تک کہ 1970 کی دہائی میں مقبرے کی کھدائی نہیں کی گئی۔ شہنشاہ شی ہوانگ تی کے کا مقبرہ ایک نایاب شہکار ہے جس میں آج تک سنجیدہ طور پر کوئی کھدائی نہیں ہوئی ہے۔اس مقبرے کی چھت زیورات سے بھری ہوئی ہے۔اس مقبرے اور دیگر تعمیرات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چین کی شاندار فنکارانہ کامیابیوں کی بنیاد تقریباً 2,000 سال پہلے رکھی گئی ہیں۔ شی ہوانگ تی کے دورِ حکومت کا ہر پہلو اُن کی شخصیت اور زبردست قوت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ انہوں نے ہر طرف فتوحات حاصل کیں۔ انہوں نے جنوبی چین میں نہ صرف متعدد علاقوں کو فتح کیا بلکہ نہریں بھی تعمیر کھدوائیں۔ بیگاری یا اِجباری مزدوری (forced labor) کے ذریعے انہوں نے پرجوش عمارت سازی کے پروگرام کو انجام دیا۔ انہوں نے دارالحکومت سے نکلنے والی متعدد فوجی سڑکیں تعمیر کروائیں۔ ان کا سب سے متاثر کن منصوبہ دیوارِ چین میں متعدد قلعوں کی تعمیر تھی۔ اپنے دارالحکومت (سیان کے

قریب) میں، انہوں نے 2500 فٹ لمبا 500 فٹ چوڑا کا ایک شاندار محل تعمیر کروایا۔ اس کے علاوہ، انہوں نے وزن اور پیمائش میں اصلاح کرنے کی کوشش کی؛ اور چینی نظام تحریر کو یکجا کرنے کے بھی اقدامات اٹھائے۔ ان بنیادی اصلاحات نے مختلف بولی جانے والی بولیوں کے درمیان رابطوں کو آسان بنادیا۔ انہوں نے تمام کتابوں کو نئے رسم الخط میں لکھنے یا دوبارہ نقل کرنے کا حکم دیا۔ شی ہوانگ تی نے نہ صرف چینیوں پر بلکہ غیر ملکی طاقتوں پر بھی بہت اثر ڈالا۔ اس کی مثال اس حقیقت سے ملتی ہے کہ آج یہ ملک ان کے خاندان کے نام (چین) سے جانا جاتا ہے۔

شہنشاہ شی ہوانگ تی نے چین کے سماجی اور سیاسی پہلو میں بھی بہتر کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے زراعت اور تجارت کی ترقی کے لئے کسانوں اور تاجر طبقے کی حوصلہ افزائی۔ انہوں نے غلامی کو ختم کرنے، اور کسانوں کو ان کی زمینوں کا مالک بنانے کے احکام صادر کیے۔ اس کے علاوہ، شہنشاہ نے ملک کی آمدنی بڑھانے کے لئے لوگوں پر مختلف قسم کے محصولات نافذ کیے، جن میں پول ٹیکس بھی شامل تھا۔ انہوں نے لوگوں کی آزادی اور وقار کو کم کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے آبادی کی ایک بہت بڑے حصے کو زبردستی ایک خطہ سے دوسرے خطے میں منتقل کروایا۔ چِن حکومت نے جبر، سزا اور خوف کے ذریعے قانونی نظریات کو عملی جامہ پہنایا؛ اور اس طرح بیسویں صدی کی یورپی مطلق العنانیت سے مشابہت پیدا کی۔

5.9 ہان خاندان: 206 قبل مسیح سے 220 عیسوی تک (The Han Dynasty: 206 BC to 220 AD)

چِن خاندان کا تختہ الٹنے کے بعد ہان خاندان کا قیام عمل میں آگیا۔ اس خاندان کا ظہور فوجی صفوں سے ہوا تھا۔ عام طور پر چینی تہذیب میں وقتاً فوقتاً ایک نئی حکمرانی کا افتتاح ہوتا تھا۔ ان خاندانی حکومتوں کی بنیاد ڈالنے والا کبھی کوئی اجنبی سپہ سالار، یا کبھی کوئی عام رہنما ہوا کرتا تھا۔ ہان خاندان کے بانی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک غریب کسان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک جائز حکمران کے طور پر قبول کرنے کے لیے، انہیں عوامی خوشحالی کے ساتھ ساتھ ملک کا دفاع اور اندرونی کشمکش کو دبانا تھا۔ ہان خاندان کے ابتدائی سالوں کے دوران مضبوط اور موثر حکمرانی کے ساتھ ساتھ امن، خوشحالی اور آبادی میں اضافہ ہوا۔

ہان خاندان (206 قبل مسیح سے 220 عیسوی تک)

چینی تاریخ کے سب سے شاندار ادوار میں سے ایک کی نشاندہی کرتا ہے، جس میں اچھی خاصی ثقافتی ترقی واقع ہوئی تھی۔ ہان حکومت ایک مرکزی حکومت تھی لیکن اس نے مقامی اختلافات اور قدیم روایات کا بہت احترام کیا۔ جاگیرداری نظام کے چند پہلوؤں کو دوبارہ متعارف کرایا گیا کیونکہ پہلے ہان شہنشاہ نے اپنے رشتہ داروں اور دیگر اہم شخصیات کو جاگیریں عطا کیں۔ لیکن اس جاگیرداری نظام سے سلطنت کی مرکزی نوعیت متاثر نہیں ہوئی، کیونکہ جاگیرداروں کو ایک حکم نامے کے ذریعے مطلع کیا گیا تھا کہ ان کی جاگیریں بڑے بیٹے کو منتقل ہونے کے بجائے ان کے وارثوں میں تقسیم ہو جائیں گی۔ چینی معاشرہ ابھی بھی مساوات سے دور تھا، لیکن اس کا اشرافیہ کردار بہت حد تک متاثر ہو گیا۔ اس طرح شاہی حکومت ہان خاندان میں قائم رہی، اور جاگیردارانہ اصولوں کو دوبارہ قائم ہونے سے روک دیا گیا۔ اس کے علاوہ، جہاں چِن

شہنشاہ نے اسکالر طبقے کی مخالفت کی تھی، وہیں ہان حکمران نے ان کی حمایت کی، اور حکام کو ہدایت کی کہ وہ عوامی خدمت کے لئے جوانوں کی تقرری کو یقینی بنائے۔ فلسفیانہ مکاتبِ فکر کے تئیں حکومت کی دوستانہ پالیسی سے کنفیوشس کے پیروکاروں کو بہت فائدہ ہوا۔ ہان بادشاہت کی سرپرستی میں کنفیوشس کی تعلیمات کی دوبارہ تشریح کی گئی، جس میں کنفیوشس کی تعلیمات کے برعکس ہان بادشاہت کی مرکزی بالادستی پر زیادہ زور دیا گیا۔ اس طرح، انہوں نے ایک موثر سامراجی حکومت کی تشکیل پیش کی۔ ہان حکومت پُرجوش، موثر، اور نسبتاً کافی روشن خیال حکومت تھی۔ چِن حکومت کی طرح، ہان حکومت نے بھی نہریں اور سڑکیں تعمیر کروائیں۔ اس حکومت نے ٹیکس بڑھادئے، اور نمک اور لوہے کی صنعتوں پر ریاستی اجارہ داری قائم کی۔ اس کے علاوہ، ہان شہنشاہ نے قیمتوں کو کنٹرول کرنے کی بھی کوشش کی، اور سلطنت کے پھیلتے ہوئے غیر ملکی تجارت میں بھی حصہ لیا۔

ہان حکومت نے جنوبی منچوریا اور شمالی کوریا کو اپنی سلطنت میں ضم کر کے سرحدوں کو وسعت دینے کی کوشش کی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چینی آبادکار اور ثقافت جنوبی منچوریا اور شمالی کوریا میں داخل ہوگئی۔ وسطی ایشیا کو کنٹرول کرنے کی ہان کوششوں کو خانہ بدوش ہن سلطنت (Hsiüng-nu or Hun Empire) نے روک دیا، جو ہان حکمرانی کے بالکل شروع میں قائم ہوئی تھی۔ اگرچہ ہان شہنشاہوں نے اپنے زیادہ تر وسائل ہنوں کے خلاف لڑنے پر خرچ کیے؛ لیکن وہ انھیں کچلنے میں ناکام رہے، اور بالآخر انہیں ہنوں کے ساتھ معاہدہ کرنا پڑا۔ شاہی طاقت اور علاقائی وسعت کے معاملے میں، ہان حکمرانوں کے تحت چینی سلطنت تقریباً عصری رومی سلطنت کے برابر تھا۔ اس کے علاوہ، چین نے سمندری تجارت کا بھی آغاز کیا، حالانکہ سمندری تجارت بنیادی طور پر ہندوستانی بحری جہازوں کے ذریعے کی جاتی تھی جو تجارت کے لئے بحیرہ جنوبی چین (South China Sea) تک جایا کرتے تھے۔ چینی تاجروں نے نہ صرف ہندوستان اور سیلان بلکہ جاپان، ایران، عرب، شام اور روم کے ساتھ بھی مصنوعات کا تبادلہ کیا۔ تجارتی توازن عام طور پر چین کے لیے سازگار تھا کیونکہ مہنگے ریشم کی قیمت اکثر سونے یا قیمتی پتھروں میں ادا کی جاتی تھی۔

ہان خاندان نے دوسری صدی قبل مسیح کے نصفِ آخر میں ہان ووتی (140 سے 87 قبل مسیح تک) کی قابل قیادت میں عروج حاصل کیا۔ انہوں نے پچاس سال سے زیادہ عرصے تک چین پر حکومت کی۔ پہلی صدی عیسوی کے آغاز میں، وانگ مینگ (Wang Mang) نامی ایک درباری وزیر نے فوجی حمایت کے بغیر اور وسیع عوامی حمایت کے ساتھ شاہی تخت پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح وانگ مینگ نے ایک نئے خاندان کی بنیاد ڈالی، جو 23 عیسوی میں وانگ مینگ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہوئی۔ اپنے مختصر اور تباہ کن دور حکومت میں وانگ مینگ نے ایک بنیادی اصلاحی پروگرام کا آغاز کیا۔ انہوں نے ایک اشتراکی معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کی جو دراصل کنفیوشس کے اصولوں سے متاثر تھا۔ انہوں نے ابتدائی چو حکومت کے اداروں کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی، جس میں نیم جاگیردار امرا کا انتخاب بھی شامل تھا۔ انہوں نے غلاموں کی حالت کو سدھارنے کی کوشش کی۔ اس نظریے پر عمل کرتے ہوئے کہ تمام زمین شہنشاہ کی ہے، انہوں نے بڑے زمینداروں کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔ تاہم، وانگ کی اصلاحات کو ان کی نااہلی اور بدعنوانی کی وجہ سے نقصان پہنچا۔ بالآخر، باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے کے بعد وانگ مینگ کی حکومت ختم ہوگئی؛ اور 25 عیسوی میں، ہان خاندان نے تخت دوبارہ حاصل کیا اور مزید دو صدیوں تک

حکومت کی۔ اسی لیے اس دور کو بعد کا یا مشرقی ہان دور کے نام سے جانا جاتا ہے، کیونکہ انہوں نے اپنا دارالحکومت مشرق میں ہونان کے مقام پر قائم کیا تھا۔ بعد کے ہان دور میں زوال کی مخصوص علامات ظاہر ہونے لگی، حالانکہ انتظامیہ برقرار رہا۔ اس کے بعد مختلف اطراف میں متعدد بغاوتیں ہوئی، اور اقتدار جنگجوؤں کے ہاتھوں میں چلا گیا، جن میں سے ایک نے 220 عیسوی میں ہان شہنشاہ کو معزول کر دیا۔

ہان خاندان کے خاتمے کے بعد تقریباً چار صدیوں تک چین افراتفری اور الجھن کا شکار رہا۔ ملک ہنگامہ خیز حالات سے گزر رہا تھا، اور ایسا لگتا تھا کہ پچھلے دور کی تمام کامیابیاں خطرے میں پڑ گئی ہیں۔ چین میں سیاسی انتشار کا یہ دور اس الجھن کی طرح تھا، جس کا تجربہ مغرب میں رومن سلطنت کے زوال کے بعد یورپ میں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ، چین کا یہ اختلافی دور یورپ میں ابتدائی قرونِ وسطیٰ سے بہت مختلف تھا۔ اس دور میں چین کا مرکزی اقتدار متاثر ہوا، لیکن تجارت یا شہری زندگی میں کوئی قابل تعریف کمی واقع نہیں ہوئی، اور نہ ہی ثقافت اور اداروں میں کوئی سنجیدہ تبدیلی آ گئی۔ اس وقت چین میں ایک مضبوط مرکزی اتھارٹی کی عدم موجودگی ہی ایک واحد حقیقی نقصان تھا جس سے ملک کو دوچار ہونا پڑا۔ الغرض، اس لاقانونیت کا طویل عرصہ بھی چینی تہذیب کو تباہ نہ کر سکا۔ مزید یہ کہ، چین کی شمالی سرحدوں پر خانہ بدوش لوگوں نے چین کی اندرونی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک پر قبضہ کر لیا۔ چوتھی سے چھٹی صدی عیسوی کے اواخر تک، تمام شمالی چین بشمول وادیٔ ووی اور وادیٔ ہوانگ ہو پر ہنوں، ترکوں اور دیگر خانہ بدوش خاندانوں نے حکومت کی۔ اس کے علاوہ، چینی ثقافت کے تاریخی مرکز، وادیٔ ہوانگ ہو پر غیر چینی حکمرانوں کے تسلط نے کسی بھی طرح سے اس ثقافت کو تباہ نہیں کیا۔ اس کے برعکس، یہ غیر چینی حکمران چینی تہذیب کے رکھوالے اور محافظ ثابت ہو گئے۔

5.10 تانگ خاندان: 618 سے 907 عیسوی تک (The Tang Dynasty: 618-907 AD)

چین میں انتشار کی چار صدیوں کے بعد ایک اور طاقتور اور انتہائی کامیاب حکومت قائم ہوئی۔ یہ حکومت تاریخ میں تانگ خاندان (618 سے 907 عیسوی تک) کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اس خاندان نے شاہی انتظامیہ کو دوبارہ قائم کیا، سلطنت کی سرحدوں کو بڑھادیا اور چینی ثقافت کو فروغ دیا۔ اس طرح، جس وقت یورپ میں جاگیرداری نظام اپنی جڑیں مضبوط بنا رہا تھا، چین دوبارہ تانگ خاندان کی قیادت میں ایک مرکزی حکومت قائم کر رہا تھا۔ درحقیقت، تانگ خاندان کو کئی پہلوؤں میں چین کے ثقافتی ارتقاء میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

آٹھویں صدی کے پہلے نصف میں تانگ خاندان کا سیاسی اقتدار اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ تانگ خاندان کے دوران، چین کے تحت زیر کنٹرول رقبہ باقی شاہی خاندانوں سے زیادہ تھا۔ منگولیا میں حکومت کرنے والے ترک تانگ شہنشاہ کے اتحادی بن گئے۔ اس خاندان نے منچوریا کے چند حصوں کو اپنی اراضی میں ضم کیا۔ اس کے بعد، انہوں نے کوریا، اور انڈوچینا پر بھی اپنا قبضہ جمالیا۔ اس خاندان کے دور حکومت میں چینی دائرہ اختیار بحیرہ کیسپین اور افغانستان کی سرحدوں تک پہنچ چکا تھا، اور وادی سندھ کے کچھ حکمرانوں نے چینی تسلط کو قبول کر لیا تھا۔ اسی دور میں اپنے فوجی کارناموں کو انجام دینے میں، تانگ حکمرانوں نے غیر چینی لوگوں کی مدد پر بہت انحصار کیا۔ اب جب کہ چینی اقتدار اپنے عروج پر تھا، منگولوں، ترکوں اور ہنوں کو چین کے اتحادی بننے میں خوشی محسوس ہوئی۔ جب ساتویں صدی میں عربوں کی قیادت میں

مسلمانوں کا دائرہ اقتدار تیزی سے پھیل رہا تھا، تو ایسا لگتا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف صرف چین ہی موثر مزاحمت کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس اثنا میں فارس کے آخری ساسانی بادشاہ نے بھاگ کر تانگ دربار میں پناہ لے لی۔ اس کے بعد تانگ حکومت نے مقامی شہزادوں کی مدد سے ترکستان میں مسلمانوں کی پیش قدمی کو روک دیا۔ تاہم، یہ روک عارضی اور قلیل المدت تھی۔

جب تانگ انتظامیہ اپنے عروج (تقریباً 750 عیسوی میں) سے نکل کر زوال کی طرف بڑھ رہا تھا، تو عربوں نے ترکستان پر اپنا قبضہ جما لیا، اور ترکستان کے لوگوں نے مذہبِ اسلام کو مستقل ورثے کے طور پر قبول کیا۔ تانگ حکمرانوں کو تبت کے ساتھ بھی سنجیدہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ساتویں صدی کے اوائل میں تبت میں ایک بادشاہی کی بنیاد ایک ایسے رہنما نے رکھی تھی جس نے چینی اور ایک ہندوستانی بادشاہ سے کافی وقار حاصل کیا تھا۔ تبتیوں نے کئی بار چینی سرزمین پر حملہ کیا، باری باری ترکوں اور عربوں کے ساتھ اتحاد کیا، اور پامیر پہاڑوں سے گزرنے والے راستوں کو روک کر چین اور فارس کے درمیان تجارت میں خلل ڈالا۔ 798 میں، تانگ حکومت نے بغداد کے مشہور خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ معاہدہ کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ دریں اثنا، ترکوں کے کچھ جنگجوؤں نے منگولیا پر دوبارہ قبضہ کر لیا، اور ایک طویل جدوجہد کے باوجود چینی اپنی شمالی اور مغربی سرحدوں کو بچانے میں ناکام رہے۔ نویں صدی کے اواخر میں اندرونی بغاوتوں اور حکومتی بدعنوانی نے اس خاندان میں انتشار پیدا کیا، جس سے یہ حکومت زوال کا شکار ہو گئی۔

ہان شہنشاہوں کی طرح، تانگ خاندان کے تحت انتظامی مشینری کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس حکومت کے تحت چین کو پندرہ صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا، جو مزید کمشنریوں میں اور پھر ذیلی کمشنریوں میں تقسیم کیے گئے تھے۔ ہر سیاسی اکائی کی سربراہی دارالحکومت سے مقرر کردہ ایک اہلکار کے ذریعے ہوتی تھی۔ انتظامی مشینری کے لیے قابل اور ہنر مند لوگوں کی بھرتی کرنے کا عمل تانگ خاندان نے جاری رکھا۔ اس عمل میں وقتاً فوقتاً مختلف خاص عہدوں کے لئے تحریری امتحانات کے ذریعے قابل اور ہنر مند لوگوں کا انتخاب کیا جاتا تھا۔

5.11 تانگ خاندان کے تحت سماجی اور ثقافتی ترقی

(Social and Cultural Developments under Tang Dynasty)

تانگ شہنشاہوں نے چین میں کوئی آمرانہ حکومت قائم نہیں کی، بلکہ سول اور فوجی اتھارٹی کے درمیان واضح علیحدگی اختیار کی۔ حالانکہ عام طور پر سیاسی افراتفری کے دور میں جنگجو سیاسی اداروں اور سرگرمیوں پر قابض ہو جاتے تھے۔ تانگ حکومت کے قیام تک چینیوں کو یہ تجربہ حاصل ہو چکا تھا کہ فوجی حکومتیں ایک مہذب ریاستی نظام سے مطابقت نہیں رکھتی ہیں۔ روایت کے مطابق، چینی معاشرہ پانچ طبقات پر مشتمل سمجھا جاتا تھا، جن میں علماء، کسان، کاریگر، تاجر اور فوجی شامل تھے۔ اس کے علاوہ، بھکاری، چور اور ڈاکو بھی اس سماج میں رہا کرتے تھے۔ چینی معاشرے میں یہ پانچ طبقوں کی درجہ بندی پیدائش کی بجائے انفرادی صلاحیتوں پر مبنی تھی۔ لیکن پانچ طبقاتی نظام کو کبھی بھی مکمل طور پر محسوس نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کا مکمل احترام کیا جاتا تھا، کیونکہ یہ ایک ایسا مثالی نظام تھا جس نے چین میں سماجی اداروں کی سختی کو کم کیا۔ مزید برآں، انتظامیہ میں علماء کی اہمیت اور مقابلہ جاتی امتحانات کے نظام نے اشرافیہ خاندانوں کے غلبہ کو روکنے میں مدد کی۔

زرعی نظام کی حوصلہ افزائی کو جاری رکھتے ہوئے، ہر شاہی خاندان نے آبپاشی کے کاموں پر توجہ دی اور قحط کے سالوں میں خوراک کی تقسیم فراہم کرنے کے لیے عوامی غلہ جات کو برقرار رکھا۔ حکمرانوں نے کبھی کبھی کسانوں کو قرضوں اور ٹیکسوں کے بھاری بوجھ سے نجات دلانے کی بھی کوشش کی۔ عام کسان انتہائی پست معیار اور تنگدستی کی زندگی گزارتے تھے جیسا کہ پوری تاریخ میں ہوتا رہا ہے۔ مزید برآں، کسانوں پر ریاست کی کفالت کا سب سے بڑا بوجھ تھا۔ اس کے برعکس، تاجر طبقے نے اس دور میں یورپی تاجروں کے مقابلے میں بہت برتری حاصل کی۔ تانگ حکومت کے تحت غیر ملکی تجارت میں اضافہ ہوا، لیکن اس کے بڑھتے ہوئے تناسب کی وجہ سمندری تجارت تھی۔ تجارتی بندرگاہوں میں کینٹن (Canton) اور جنوب مشرقی ساحل پر واقع دوسرے شہر بھی شامل ہیں، جہاں جنوب مشرقی ایشیاء اور مشرق وسطیٰ کے مختلف ممالک سے وابستہ تاجر پائے جاتے تھے۔ ریشم اور مصالحوں کے علاوہ، یہاں سے چینی مٹی کے برتن بھی درآمد کیے جاتے تھے۔

زیرِ بحث دور میں مذہب میں نمایاں پیش رفتیں واقع ہوئی۔ ان پیش رفتوں میں سب سے اہم چین میں بدھ مت کا قیام تھا۔ اس مذہب نے پہلی بار چین میں ایک پیچیدہ نظام قائم کیا، کلیسائی تنظیم اور نجات کا تصور پیش کیا۔ گوتم بدھ کی وفات کے بعد، بدھ مت نے ہندوستان کے آس پاس ممالک میں اس قدر زور پکڑا کہ اس کا اثر چین پر بھی پڑھ گیا۔ پہلی صدی عیسوی کے اوائل میں یہ مذہب مغرب شمالی تجارتی راستوں پر لایا گیا تھا، اور ہان خاندان کے خاتمے کے بعد اس نے تیزی سے ملکِ چین میں اپنا اثر ظاہر کیا۔ چین میں بدھ مت کو پرجوش استقبال اور نفرت کا سامنا کرنا پڑا۔ بدھ مت کے ذریعے پیش کیے گئے تصوف، ضبطِ نفس، حقیر دنیا، اور روحوں کی منتقلی کے تصورات چینی روایات سے بالکل مختلف تھے۔ اس کے علاوہ، کنفیوشیت کے برعکس، بدھ مت غیر اشرافیہ تھا، اور تمام طبقات کو اپنے اندر شامل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ چینی لوگ بدھ مت کی علامتوں، اور مشنریوں کے ذریعے ہندوستان سے لائے گئے بدھ مت کے صحیفوں سے متاثر ہوئے۔ بدھ مت کے دوسری دنیاوی رجحان نے پسماندہ اور مظلوم طبقوں کو بھی متاثر کیا۔ کچھ چینی حکمرانوں کی پرتشدد مخالفت کے باوجود، چین میں بدھ مت کے پیروکاروں کی تعداد بڑھتی گئی۔ تقریباً 500 عیسوی تک، عملی طور پر چین میں بدھ مت غالب ہو چکا تھا۔

اگرچہ تانگ شہنشاہوں میں سے چند نے بدھ مت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی، ان میں سے کئی نے اس کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ تانگ خاندان کے ایک شہنشاہ نے چین میں 40,000 مندروں کو تباہ کیا۔ لیکن یہ بات بھی واضح رہے کہ تانگ خاندان کے دور میں ہی چینی بدھ مت نے سب سے زیادہ ترقی کی۔ مہایان بدھ مت کے علاوہ، چین میں اور بھی کئی فرقے پنپنے لگے۔ سب سے مشہور فرقوں میں "پاک زمین" یا "لوٹس مکتبہ فکر" شامل تھا، جس نے امیڈا (یا امیتابھ) کا نام لینے والے تمام لوگوں کے لیے "مغربی جنت" میں نجات کا وعدہ کیا۔ امیڈا، نظریاتی طور پر بدھ کا ایک اوتار تھا، جسے دیوتا تصور کیا گیا، اور بتایا گیا تھا کہ وہ خوشی کے آسمانی مغربی دائرے میں ایک کنول سے پیدا ہوا ہے۔ تانگ حکومت کے تحت سب سے زوردار فلسفیانہ قیاس بودھ حلقوں میں پایا گیا۔ لیکن بدھ مت کی عظیم کامیابی کے باوجود اس کی فتح اسی دور میں مغربی یورپ میں عیسائیت کے عروج کے مقابلے کے برابر نہیں تھی۔ چینی بدھ مت نظم وضبط کے لحاظ سے متحد نہیں تھے، ان کے پاس کوئی مضبوط طاقت بھی نہیں تھی، اور ان کی تنظیم نے مغرب کے عیسائیوں کی طرح ریاستی اقتدار کو چیلنج نہیں کیا۔ مزید یہ کہ بدھ مت ملکِ چین کے تقریباً تمام حصوں میں رائج تھا، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے مذاہب کا وجود ختم ہو چکا تھا۔

تاؤازم بدھ مت سے بہت متاثر ہوا تھا؛اور اس نے مختلف غیر ملکی عقاید کو قبول کیا، جس میں کرما، روح کی نقل مکانی اور تینتیس آسمانوں اور اٹھارہ جہنموں کا عقیدہ شامل تھا۔ اس مذہب میں پادریوں کا عہدہ بودھ خانقاہی کے مطابق قائم کیا گیا، لیکن تاؤازم کے پیروکار برہمی اصول پر عمل نہیں کرتے تھے،اور بعد کے تاؤی صحیفے بدھ مت کے متون سے گہری مشابہت رکھتے ہیں۔ دونوں مسابقتی مذاہب کے درمیان دشمنی ظاہر ہوئی، لیکن دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو ختم نہ کر سکا، کیونکہ دونوں کو شاہی اور عوامی حمایت حاصل ہوئی۔ چوتھی صدی عیسوی میں یورپیوں سے پہلے چینیوں نے ایندھن اور لوہے کو پگھلانے کے لیے کوئلہ استعمال کرنا شروع کیا تھا۔ 28 قبل مسیح میں چینی نجومیوں نے سورج پہ دھبوں (sunspots) کا مشاہدہ کیا تھا۔ 132 عیسوی میں، چین نے ایک زلزلہ پیما (seismograph) بنالیا تھا۔ 500 عیسوی کے آس پاس، تاؤی نے ایک مقناطیسی کمپاس تیار کیا تھا۔ اس کے علاوہ، بارود کی دھماکہ خیز خصوصیات بھی دریافت کی گئی، جو ناپاک روحوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے پٹاخوں کے طور پر استعمال کیے جانے لگے۔ دوسری صدی عیسوی کے آغاز میں کاغذ کی ایجاد ہوئی؛اور اس کے پانچ سو سال بعد پرنٹنگ بھی متعارف کرائی گئی۔ دسویں صدی تک کتابوں کی اشاعت نہ صرف چین بلکہ کوریا اور جاپان میں بھی عام ہو چکی تھی۔

اس دور کی فکری اور فنی ترقی کا بہت بڑا سہرا بدھ مت کے پیروکاروں کو دیا جانا چاہیے، جن کی شراکتیں صرف مذہب تک محدود نہیں تھیں۔ بدھ مت نے موسیقی کے کئی نئے آلات متعارف کرواکر چینی موسیقی کو تقویت بخشی، جن میں سلٹری، گٹار، شہنائی، اور بانسری کی ایک قسم شامل تھی۔ ابتدائی تانگ خاندان کے دوران، چینی سنگ تراشی اپنے عروج تک پہنچ چکی تھی، جس نے کامیابی کے ساتھ ہندوستانی، ایرانی اور یونانی خصوصیات کو ایک مخصوص چینی انداز میں پیش کیا تھا۔ فن تعمیر کے سب سے زیادہ متاثر کن کام شمال مغربی چین میں بدھ مندر یا مقدس گروٹو تھے۔ اس کے علاوہ، مصوری بھی حقیقت پسندی اور حساسیت کی ایک چوٹی پر پہنچ چکی تھی۔ فریسکو میں کچھ تصویرے تانگ کے زمانے سے محفوظ کی گئی تھی جو بدھ مت کے اثر کو ظاہر کرتی ہیں۔ معمولی فنون میں سب سے نمایاں ظروف سازی تھی جو چینی معاشرے میں بڑے پیمانے پر عملائی جارہی تھی۔ سفید چینی مٹی کے برتن، اور دنیا کے مشہور "چین" کے سامان کی شروعات بظاہر چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی میں ہوئی تھی۔ درحقیقت، چینی تہذیب کے ظہور نے سامراجی حکومت کے قیام، ادبی اصلاح، سماجی اور ثقافتی ترقی، فکر کی پختگی، اور جمالیاتی حساسیت کا مظاہرہ کیا۔

5.12 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

درحقیقت، چینی تہذیب فلسفہ، سائنس، فن، فنِ تعمیر، اور حکمرانی میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔ اس کی نمایاں کامیابیوں میں شاہی خاندانوں کا ظہور، کنفیوشیت، تاؤازم اور بدھ مت کی ترقی، کاغذ، کمپاس، بارود اور پرنٹنگ جیسی اختراعات شامل ہیں۔ چینی تہذیب کی تشکیل مختلف خاندانی حکومتوں سے ہوئی ہے، جس میں اتحاد اور تقسیم کے متعدد ادوار شامل ہیں۔ اس کے علاوہ، جدید چیلنجوں کے باوجود، اس تہذیب کا گہرا ثقافتی ورثہ عالمی معاشرے پر اثرانداز ہو رہا ہے۔ مزید برآں، اس کی بنیادیں ایسی آبادی پر ہے جس نے اپنی شناخت کو قابلِ ذکر حد

تک برقرار رکھا ہے۔اس نے کنفیوشس کی فکر، روایت کا احترام، اور قدرت سے گہرا تعلق رکھ کر اس تہذیب کے بنیادی عناصر کو محفوظ رکھا؛ اور عالمی تاریخ میں اپنی دیرپا اہمیت کو واضح کیا۔

5.13 کلیدی الفاظ (Key Words)

کنفیوشیت: کنفیوشیت سوچ اور طرز عمل کا ایک نظام ہے جسے ایک روایت، فلسفہ، مذہب، نظریہ حکومت، یا طرز زندگی کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔اس کا ظہور چین میں ہوا۔

تاؤازم: لاؤزے کی تحریروں پر مبنی تاؤازم کا چینی فلسفہ عاجزی اور مذہبی تقویٰ کی وکالت کرتا ہے۔تاؤازم کا خیال ہے کہ انسانوں اور جانوروں کو تاؤ، یا کائنات کے ساتھ توازن میں رہنا چاہیے۔تاؤازم روحانی لافانیت پہ یقین رکھتا ہے، جہاں جسم کی روح موت کے بعد کائنات میں شامل ہو جاتی ہے۔

5.14 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

5.14.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. چین کا پہلا (نیم افسانوی) شاہی خاندان کونسا مانا جاتا ہے، جس کی بنیاد عظیم یو نے رکھی؟

(الف) شانگ خاندان (ب) زو خاندان (ج) زیا خاندان (د) چن خاندان

2. کس چینی شہنشاہ نے چین کو متحد کیا، دیوارِ چین کی تعمیر شروع کروائی اور خود کو "پہلا شہنشاہ" کہلوایا؟

(الف) ہان ووتی (ب) وو (زو خاندان) (ج) شی ہوانگ تی (چن خاندان) (د) تانگ تائی زونگ

3. ہان خاندان کے دور میں کونسے فلسفے کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوئی اور انتظامیہ کی بنیاد بنایا گیا؟

(الف) تاؤازم (ب) لیگلزم (ج) کنفیوشس ازم (د) بدھ مت

4. چین کی تاریخ کا سنہری دور کس خاندان کے عہد کو سمجھا جاتا ہے، جس میں ثقافت، فنون اور تجارت کو بے مثال عروج حاصل ہوا؟

(الف) چن خاندان (ب) ہان خاندان (ج) تانگ خاندان (د) شانگ خاندان

5. تانگ خاندان کے دور میں انتظامی عہدوں کے لیے امیدواروں کا انتخاب کس نظام کے تحت کیا جاتا تھا؟

(الف) موروثی جانشینی (ب) فوجی قابلیت (ج) تحریری امتحانات (د) قرعہ اندازی

5.14.2 مختصر جواب طلب سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ما قبل تاریخ چین پر یک مختصر نوٹ لکھئے
2. تانگ خاندان کے تحت چین کی سماجی اور ثقافتی ترقی پر ایک تفصیلی مضموں تحریر کیجئے۔

3. شہنشاہ شی ہوانگ تی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔

5.14.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. مغربی اور مشرقی چو خاندان کے دور میں چینی تہذیب کی وسعت پر ایک مضمون لکھئے۔
2. تانگ خاندان کے تحت سماجی، مذہبی اور ثقافتی صورتحال پر بحث کیجیے۔

اکائی 6۔ معاشرہ، معیشت، ثقافت اور مذہبی زندگی

(Society, Economy, Culture and Religious Life)

اکائی کے اجزا

6.0 تمہید
6.1 مقاصد
6.2 قدیم چینی تہذیب کی سماجی حالت
6.2.1 قدیم چینی معاشرہ: شاہی خاندان، حکومتی طبقہ اور سماجی ڈھانچہ
6.2.2 چینی معاشرے میں تفریح و مشاغل
6.3 قدیم چینی تہذیب کی معاشی حالت
6.3.1 زراعت: قدیم چین کی معیشت کی بنیاد
6.3.2 تجارت: داخلی و بین الاقوامی
6.3.3 صنعت و دستکاری
6.3.4 محصول کا نظام
6.3.5 معاشی و ثقافتی اثرات
6.4 قدیم چینی تہذیب کی ثقافت
6.4.1 قدیم چین کی فنِ لطیفہ
6.4.2 مذہب اور رسم رواج
6.4.3 قدیم چینی رسم الخط
6.4.4 چینی ادب: تہذیب کا آئینہ
6.4.5 قدیم چین کا فکری نظام
6.5 اکتسابی نتائج
6.6 کلیدی الفاظ

6.7	نمونہ امتحانی سوالات

6.0 تمہید (Introduction)

چین کی تہذیب اگرچہ ہند، سمیری(Sumerian) اور مصری(Egyptian) تہذیبوں کے برابر قدیم نہیں مانی جاتی، لیکن تاریخی اور تہذیبی لحاظ سے اس کا شمار دنیا کی اہم ترین تہذیبوں میں ہوتا ہے۔ادبی اور آثارِ قدیمہ(Archaeological) دونوں قسم کے شواہد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ چین میں کانسی کے دور(Bronze Age) کی خواندہ اور شہری تہذیب کا آغاز غالباً دوسری ہزاری قبلِ مسیح کے وسط میں ہوا۔اگرچہ اس کی ابتدا دیگر قدیم تہذیبوں سے بعد میں ہوئی، تاہم بعض اہم خصوصیات کی بنا پر چین کو عالمی تہذیب کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ اول تو، ہندوستان کے علاوہ صرف چین ہی وہ تہذیب ہے جو اپنے تسلسل(Continuity) پر فخر کر سکتی ہے۔جہاں دیگر قدیم تہذیبیں وقت کے ساتھ زوال پذیر ہو گئیں، وہیں چین کی تہذیب صدیوں پر محیط ہو کر آج تک قائم ہے۔دوم، چین نے مشرقی ایشیا میں وہی فکری، ثقافتی اور تمدنی مقام حاصل کیا جو ہندوستان نے جنوبی ایشیا اور بابلیہ(Babylonia) نے مغربی ایشیا میں حاصل کیا تھا۔چین کو مشرقی ایشیا کا مرکزی رہنما اور علم و حکمت کا منبع سمجھا جاتا رہا ہے۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ چین قدرتی طور پر پہاڑوں، صحراؤں اور سمندروں سے گھرا ہوا ملک ہے۔اس جغرافیائی تنہائی نے چینی تہذیب کو دیگر اقوام سے کافی حد تک الگ رکھا، جس کے نتیجے میں یہاں کی ثقافت نے بالکل خود مختار اور اصلی(Original) انداز میں ترقی کی۔اگر بدھ مت(Buddhism) کو مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو چین کی قدیم ثقافت میں کوئی بھی نمایاں عنصر ایسا نہیں ہے جسے غیر ملکی کہا جا سکے۔

دیگر قوموں سے عمومی لاتعلقی اور قدرتی وسائل میں خود کفالت(Self-sufficiency) نے چینی قوم میں ایک خاص قسم کا قومی فخر اور خود اعتمادی پیدا کر دی تھی۔وہ قدیم زمانے میں اپنے سوا کسی بھی قوم کو مہذب تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے۔اسی احساسِ برتری کی بنیاد پر وہ اپنے ملک کو "مملکتِ وسطیٰ"(Zhongguo – Middle Kingdom) یا "زمین کے نیچے کی ریاست"(Tianxia – All under Heaven) جیسے القابات سے یاد کرتے تھے۔ان کے نزدیک ان کا وطن دنیا کا مرکز تھا اور باقی تمام اقوام غیر مہذب یا اجنبی۔چینیوں نے اپنے ملک کو کبھی کسی مخصوص نام سے موسوم کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔چنانچہ "چین" کا نام غالباً تیسری صدی قبلِ مسیح میں حکمرانی کرنے والے "چِن"(Qin) خاندان کے نام پر غیر ملکیوں نے دیا، جو بعد میں تمام دنیا میں معروف ہو گیا۔قدیم چین کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین اور عظیم تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے، جس کی تاریخ تقریباً چار ہزار سال پر محیط ہے۔یہ تہذیب ایک ایسے ثقافتی، علمی اور تمدنی ورثے کی حامل ہے جس نے نہ صرف ایشیا بلکہ پوری دنیا کو متاثر کیا ہے۔چین کی سرزمین پر مختلف سلطنتیں(Dynasties) قائم ہوئیں، جنہوں نے اپنے اپنے دور میں معاشرتی، سیاسی، اقتصادی اور مذہبی نظام کو فروغ دیا۔

چینی معاشرہ ایک منظم سماجی ڈھانچے(Social Structure) پر قائم تھا، جہاں بادشاہت کے تحت مختلف طبقات، جیسے کسان، کاریگر، سپاہی اور اہلِ علم، اپنے مخصوص فرائض سرانجام دیتے تھے۔چین کا انتظامی نظام قدیم دور میں ہی ترقی یافتہ شکل اختیار کر چکا تھا،

جہاں قوانین، محصول اور زمین کی تقسیم کا واضح نظام موجود تھا۔ معاشی اعتبار سے، قدیم چین نے زراعت، تجارت اور دستکاری کے میدانوں میں بے مثال ترقی کی۔ چاول، گیہوں اور ریشم کی کاشت نے معیشت کو مضبوط بنیاد فراہم کی، جب کہ ریشم کی شاہراہ(Silk Road) نے بین الاقوامی تجارت کے دروازے کھولے۔ چینی تاجروں نے مغرب کی منڈیوں تک رسائی حاصل کی اور ثقافتی و تجارتی تبادلوں کو فروغ دیا۔ چین کی سائنسی و تکنیکی ترقی بھی دنیا کی تاریخ میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ کاغذ، بارود(Gunpowder)، قطب نما(Compass) اور طباعت کا طریقہ(Printing Press) جیسی ایجادات نے دنیا کے علمی اور صنعتی میدانوں میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کیں۔ ثقافتی طور پر، چینی معاشرہ گہرے فکری اور اخلاقی اصولوں پر قائم تھا، جس کی بنیاد کنفیوشس ازم(Confucianism)، تاؤازم(Taoism) اور بدھ مت(Buddhism) جیسے نظریات پر رکھی گئی۔ ان فلسفوں نے نہ صرف فرد اور ریاست کے تعلقات کو مرتب کیا بلکہ زندگی کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کو بھی فروغ دیا۔ چینی فنونِ لطیفہ، جیسے مصوریاں (Paintings)، خطاطی (Calligraphy)، موسیقی (Music) اور ادب(Literature) نے عالمی سطح پر اپنی منفرد پہچان بنائی۔ یوں چین کی قدیم تہذیب نے ایک ایسا ہمہ جہت تمدنی ڈھانچہ تشکیل دیا جو نہ صرف اس کے اپنے معاشرے کی ترقی کا باعث بنا بلکہ اس نے ایشیائی اور عالمی تمدن کو بھی گہرے اثرات دیے۔ آج بھی قدیم چین کی یہ علمی، ثقافتی اور اخلاقی روایات دنیا بھر میں علمی و فکری رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

6.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- قدیم چینی تہذیب کے سماجی حالات کو سمجھ سکیں گے۔
- قدیم چینی تہذیب کی اقتصادی حلات کا جائزہ کر پائیں گے۔
- قدیم چینی تہذیب کی ثقافتی سرگرمیوں پر بحث کر سکیں گے۔
- ،قدیم چینی تہذیب کے فن تعمیر، مجسمہ سازی مصوری اور دستکاری سے متعلق علم میں اضافہ کر سکیں گے۔

6.2 قدیم چینی تہذیب کی سماجی حالت

قدیم چین میں رہنے والے لوگ ایک ہی نسل(race) سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ جنوبی چین اور یانگسی(Yangtze) دریا کی وادی میں غالباً مقامی باشندے رہتے تھے، مگر ان کے بارے میں یقینی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ چینی لوگ وسطی ایشیا (Central Asia) سے آکر زرد دریا(Yellow River) کے کنارے شان شی(Shaanxi) صوبے میں 3000 قبل مسیح کے قریب آباد ہوئے۔ بعد ازاں، مختلف اقوام جیسے ہنگنو(Huns)، ترک(Turks)، منگول، تانگت، جُرچن اور مانچو(Manchus) یہاں آتی رہیں۔ ان مختلف نسلوں کے امتزاج سے چینی قوم کی تشکیل ہوئی، اسی لیے پورے چین پر یکساں طور پر کوئی مخصوص نسلی (ethnic) دعویٰ کرنا مشکل ہے۔ چینی معاشرت میں خاندان(family) اور گھریلو زندگی کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ شادی 30 برس کی

عمر تک لازمی سمجھی جاتی تھی اور خاندان کی سربراہی عمر رسیدہ مرد و خواتین کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ عمر کے لحاظ سے افراد کی عزت طے ہوتی تھی اور والدہ کو خاص درجہ حاصل تھا۔ اس کی وجہ بعض مؤرخین کے مطابق ماضی میں رائج مادری نظام (matriarchal society) تھا۔ یہی نظریہ چینی معاشرتی آداب (etiquette) کی بنیاد بنا، جو بعد میں پورے معاشرے میں رائج ہو گیا۔ اس نظام کو کنفیوشس (Confucius) کے اخلاقی اصولوں نے تقویت دی۔

چینی تصور کے مطابق ہر شخص کے لیے اولاد کا ہونا لازم تھا، خاص طور پر بیٹے کا۔ بے اولاد مرد بد قسمت سمجھا جاتا تھا، کیونکہ اسے نہ تو باپ دادا کا قرض (ancestral debt) چکانا ممکن ہوتا، نہ ہی ان کی روح کی تسکین۔ شادی طے کرنے کا اختیار والدین یا قریبی رشتہ داروں کے پاس ہوتا اور منگنی کے بعد رشتہ توڑنا برا سمجھا جاتا تھا۔ بیوی شادی کے بعد شوہر کے خاندان کا حصہ بن جاتی اور اس کے خاندان کے قواعد کی پابند ہوتی۔ عورت کے لیے طلاق (divorce) دینا ناپسندیدہ عمل تھا اور طلاق کے بعد دوبارہ شادی مناسب نہ سمجھی جاتی تھی۔ مرد کو یہ اجازت تھی۔ بیوہ (widow) اور مترمل مرد دوبارہ شادی کر سکتے تھے۔ اگرچہ اصولاً ایک بیوی کا رواج تھا، مگر امیر افراد اکثر دیگر بیویاں (concubines) بھی رکھتے تھے۔ نرینہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں گود لینا (adoption) عام بات تھی۔ لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں کو اہم سمجھا جاتا تھا اور مردوں کا درجہ خواتین سے بلند تصور ہوتا تھا۔ لڑکوں کے لیے علیحدہ تعلیم کا بندوبست تھا، جب کہ لڑکیوں کو گھریلو تربیت (domestic training) دی جاتی تھی۔

چین میں نہ ذات پات (caste) کا نظام تھا، نہ ہی طبقاتی تفریق۔ البتہ روایتی طور پر عالم، سرکاری ملازم، سپاہی اور استاد کو عزت دی جاتی تھی۔ عام لوگ نو طبقات میں تقسیم تھے، جیسے کسان، مالی، چرواہے، بُنکر، مزدور، کاریگر، تاجر وغیرہ۔ پیشوں میں فرق ضرور تھا، مگر قابلیت کے مطابق ترقی ممکن تھی۔ مختلف طبقات کے مابین شادی پر کوئی پابندی نہ تھی۔ مخنث، غلام، رقاص، قاصد اور طوائفیں کمتر سمجھے جاتے تھے، مگر غلاموں (slaves) کی حالت نسبتاً بہتر تھی۔ چین میں بھکاریوں کی تعداد زیادہ تھی، جس کی وجہ قدرتی آفات، لوٹ مار، اور تاؤازم (Taoism) کا سست روی کا نظریہ تھا۔ اگرچہ خیرات دی جاتی تھی، مگر مسئلہ ختم نہ ہو سکا۔ شائستگی اور نرم گفتاری چینی سماج کا خاصہ تھا۔ کنفیوشس نے اسے اپنی تعلیمات کا مرکزی نکتہ بنایا۔ خندہ پیشانی، نرمی اور باادب گفتگو کو تہذیب کا معیار سمجھا جاتا تھا اور بد تمیزی کو معیوب قرار دیا جاتا تھا۔ مگر اس کو کمزوری سمجھنا غلط ہوگا، کیونکہ چینی لوگ باوقار اور خوددار ہوتے تھے۔

6.2.1 قدیم چینی معاشرہ: شاہی خاندان، حکومتی طبقہ اور سماجی ڈھانچہ

شاہی خاندان اور شہنشاہ

قدیم چینی معاشرے میں حکمران طبقہ (Ruling Class) کو نہایت اہم مقام حاصل تھا۔ اس طبقے کی سب سے اعلیٰ شخصیت شہنشاہ یا "ہوانگ" (Huang) کہلاتی تھی، جسے آسمان کا بیٹا یا "تیانزی" (Son of Heaven) بھی کہا جاتا تھا۔ شہنشاہ کو دیوتاؤں کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا اور اس کے احکامات کو قانون کی حیثیت حاصل ہوتی تھی۔ شہنشاہ کی حیثیت مؤروثی (hereditary) ہوتی تھی، یعنی

بادشاہت باپ سے بیٹے کو منتقل ہوتی تھی۔ شہنشاہ کے اختیارات میں فوجی قیادت، قومی پالیسی سازی، جنگ و امن کے فیصلے اور مذہبی امور کی نگرانی شامل تھی۔ عوام کی خوشحالی کو آسمانی رضامندی کا ثبوت سمجھا جاتا تھا اور اگر ریاست میں بدحالی ہوتی تو اسے شہنشاہ کی نااہلی قرار دیا جاتا۔ شہنشاہ کی بیوی کو "ہوانگ ہو" (Empress) کہا جاتا تھا، جو شاہی محل میں خاص مقام رکھتی تھی۔ شہنشاہ کو متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت تھی، جنہیں لونڈیاں (Concubines) کہا جاتا تھا، مگر صرف ایک کو مہارانی کا درجہ حاصل ہوتا۔ ملکہ اکثر درباری سیاست میں متحرک کردار ادا کرتی اور اپنے بیٹوں کو اگلا شہنشاہ بنانے کی کوشش کرتی تھی۔ شہزادے (Princes) ریاست کے مختلف حصوں پر حکمرانی کے لیے تعینات کیے جاتے تھے اور انہیں اہم فوجی اور انتظامی عہدے سونپے جاتے تھے۔ شہزادیاں (Princesses) عمومی طور پر سیاسی اتحاد کے لیے دوسرے شاہی خاندانوں میں بیاہی جاتیں، تاکہ سلطنت کے مختلف علاقوں میں استحکام قائم رہے۔

حکام اور نوکر شاہی (Bureaucracy and Officials)

شاہی خاندان کے بعد سب سے بااثر طبقہ حکام اور عہدیداران پر مشتمل تھا۔ یہ طبقہ ریاستی نظم و نسق، عدالتی، مالیاتی اور انتظامی امور کا ذمہ دار تھا۔ شروع میں یہ عہدے موروثی ہوا کرتے تھے، لیکن کنفیوشس ازم (Confucianism) کے اثر سے یہ خیال فروغ پایا کہ عہدوں کا تقرر خاندانی پس منظر کے بجائے اہلیت کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے "امپیریل امتحانی نظام" (Imperial Examination System) متعارف کرایا گیا، جس میں امیدواروں کو کنفیوشس فلسفہ، ادب، قانون، اور اخلاقیات میں اپنی مہارت ثابت کرنا ضروری تھا۔ یہ عہدیداران عدالتی فیصلے کرتے، ٹیکس وصول کرتے، امن و امان قائم رکھتے اور شہنشاہ کے مشیر کے طور پر کام کرتے تھے۔ بعض افسران فوجی انتظامات (Military Administration) میں بھی شامل ہوتے تھے۔ ان کا معاشرتی درجہ بلند ہوتا اور انہیں معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

دانشور طبقہ (Intellectual Class)

دانشور طبقہ قدیم چینی معاشرے میں اخلاقی، علمی اور فکری رہنمائی کا مرکز تھا۔ اس طبقے میں فلسفی، اساتذہ، ادیب، شعرا، اور مذہبی رہنما شامل تھے۔ ان کا اہم کردار تعلیم، اخلاقیات، مذہب اور فلسفے کو فروغ دینا تھا۔ خاص طور پر کنفیوشس (Confucius) کے خیالات نے چینی معاشرے میں انفرادی کردار، خاندانی ذمہ داری اور سماجی ہم آہنگی کو بنیاد فراہم کی۔ اساتذہ کا خاص احترام تھا۔ وہ نہ صرف ادب اور ریاضی سکھاتے بلکہ اخلاقیات اور زندگی کے اصولوں کی تربیت بھی دیتے۔ فلسفیوں جیسے کنفیوشس، تاؤ زی (Laozi) اور مون زی (Mencius) نے سیاسی اور اخلاقی نظام کی بنیاد رکھی، جن کے اثرات آج بھی چینی تہذیب میں نظر آتے ہیں۔

کسان طبقہ (Peasant Class)

قدیم چین کی معیشت زراعت پر مبنی تھی اور کسان معاشرتی ڈھانچے میں دوسرے درجے پر فائز تھے۔ کنفیوشس ازم کے مطابق کسان معاشرے کا اہم ترین طبقہ تھے، کیونکہ وہ خوراک پیدا کرتے تھے اور عوام کی بقا ان پر منحصر تھی۔ کسان زمین کی کاشت، آبپاشی اور

فصلوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے۔ چاول، گندم، مکئی اور ریشم جیسی اہم فصلیں اگاتے تھے۔ انہیں اپنی پیداوار کا بڑا حصہ بطور محصول ریاست کو دینا پڑتا تھا۔ اکثر انہیں جبری مشقت (Forced Labor) یا فوجی خدمات بھی انجام دینی پڑتی تھیں۔ کسانوں کی زندگی سخت تھی مگر ان کی محنت سے ریاست کی معیشت چلتی تھی۔ کنفیوشس ازم کا نظریہ تھا کہ اگر کسان خوشحال ہوں گے تو پورا معاشرہ ترقی کرے گا۔

تاجر اور کاریگر (Merchants and Artisans)

تاجر اور کاریگر چینی معاشرے میں ضروری مگر کم عزت یافتہ طبقات میں شامل تھے۔ ان کا کام تجارتی لین دین اور اشیاء کی تیاری تھا۔ تاجروں کو کم تر سمجھا جاتا کیونکہ ان کا کام تخلیقی نہ تھا بلکہ اشیاء خرید کر منافع پر فروخت کرنا تھا۔ انہیں اکثر خود غرض، لالچی اور غیر ملکی اثرات کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ کاریگر اگرچہ معاشرے کے لیے اہم تھے کیونکہ وہ روزمرہ کے استعمال کی چیزیں بناتے تھے، جیسے کپڑے، برتن، آلات، مگر انہیں محض محنت کش تصور کیا جاتا۔ کچھ کاریگر جو شاہی دربار سے منسلک ہوتے، انہیں عزت ملتی، مگر عام کاریگر معمولی مقام پر فائز ہوتے تھے۔ یہ دونوں طبقات سیاسی طور پر غیر مؤثر تھے اور انہیں محدود حقوق حاصل تھے۔ ریاست ان پر بھاری محصول عائد کرتی تھی اور انہیں حکومتی فیصلہ سازی میں شامل نہیں کیا جاتا تھا۔

غلام طبقہ (Slaves)

قدیم چین میں غلام سب سے نچلا اور محروم طبقہ تھا۔ ان کی آزادی، حقوق اور عزت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ غلام اکثر جنگی قیدی، جرائم کے مجرم یا قرض دار ہوا کرتے تھے۔ بعض اوقات لوگ غربت کے باعث خود یا اپنے بچوں کو فروخت کر دیتے تھے۔ غلاموں کو کھیتوں میں، گھروں میں یا شاہی خدمات میں سخت محنت کرنی پڑتی تھی۔ ان کی کوئی ذاتی جائیداد نہ ہوتی اور وہ مکمل طور پر اپنے مالک کے رحم و کرم پر ہوتے۔ ان کو انسان نہیں بلکہ ایک چیز سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ بعض اوقات بہادری یا خدمات کے اعتراف میں آزادی دی جاتی تھی، لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ عمومی طور پر غلاموں کو معاشرے میں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور انہیں سماجی اور مذہبی سرگرمیوں سے الگ رکھا جاتا تھا۔ قدیم چینی معاشرہ ایک مرکزی بادشاہت (Central Monarchy) پر مبنی نظام تھا جس میں مختلف سماجی طبقات نے مخصوص کردار ادا کیے۔ شہنشاہ اور اس کا خاندان سب سے بالاتر تھے، ان کے بعد نوکر شاہی اور دانشور طبقہ آتا تھا جو نظم و نسق اور فکری رہنمائی فراہم کرتا تھا۔ کسان معاشی لحاظ سے ریڑھ کی ہڈی تھے، جب کہ تاجر و کاریگر اگرچہ اہم کردار ادا کرتے تھے، مگر انہیں عزت کم ملتی تھی۔ غلام طبقہ مکمل طور پر محروم اور مظلوم تھا۔ یہ سماجی ڈھانچہ کنفیوشس ازم، مذہبی عقائد اور ریاستی ضروریات پر مبنی تھا، جس نے چینی تہذیب کو ہزاروں سال تک ایک مربوط اور مستحکم معاشرہ بنائے رکھا۔

6.2.2 چینی معاشرے میں تفریح و مشاغل (Recreation and Entertainment in Ancient China)

قدیم چینی عوام کو دھوکہ دہی یا چالاکی سے جیتے جانے والے کھیلوں کا زیادہ شوق نہیں تھا۔ ان کے مشاغل عموماً فطری اور جسمانی سرگرمیوں پر مبنی ہوتے تھے۔ ان میں تیر اندازی (Archery)، شکار، مچھلی پکڑنا (Fishing)، تیرنا (Swimming)، گیند سے

کھیلنا اور اسٹیج ڈرامے دیکھنا یا ادا کرنا شامل تھا۔ ان کے لیے یہ سب تفریح کے عام ذرائع تھے۔ چینی معاشرے میں سادہ طرز کی کشتی (Wrestling) بھی عام تھی۔ اس کے علاوہ، جوا کھیلنا(Gambling)، تاش اور دیگر بورڈ گیمز کھیلنا(Card & Board Games)، نیز "اَکش" جیسے روایتی کھیل، ان کے دل پسند مشاغل میں شامل تھے۔ اگرچہ چاول سے بنی ہوئی شراب(Rice Wine) کی مقدار دو سے تین پیالے تک پی جاتی تھی، لیکن شراب نوشی نے چینی سماج میں کبھی خطرناک اجتماعی عادت (Mass Drunkenness) کی صورت اختیار نہیں کی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ وہاں اعتدال پسندی کو اہمیت دی جاتی تھی۔ چین میں درمیانے اور اعلیٰ طبقے کی عورتوں اور مردوں میں مل کر کھیلنے، سیر و تفریح کرنے، گپ شپ کرنے یا اجتماعی تفریح کے مواقع کم تھے۔ گھروں میں عورتوں اور مردوں کے لیے علیحدہ علیحدہ حصے(Separate Living Quarters) بنائے جاتے تھے— جنہیں اردو میں عموماً "زنانی" اور "مردانہ" کہا جاتا ہے۔ تاہم، نچلے طبقے میں نسبتاً زیادہ آزادی پائی جاتی تھی اور وہاں تفریح میں زیادہ غیر رسمی انداز دکھائی دیتا تھا۔

قدیم چین میں ہان دور (Han Dynasty) سے ہی ڈرامہ (Theatre) کا ارتقاء جاری رہا۔ مختلف میلوں، تہواروں اور بڑے بازاروں میں ڈرامے پیش کیے جاتے تھے۔ ان میں موسیقی اور ساز و آواز کا بھی اہتمام ہوتا تھا، جو تفریح کو مزید جاندار بناتا تھا۔ ڈراموں کے دوران عورتوں اور مردوں کے بیٹھنے کے لیے الگ انتظام کیا جاتا تھا۔ اس سے چینی معاشرت میں صنفی حدود کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں، جادوگروں(Magicians) اور کٹھ پتلی کے کھیل(Puppet Shows) بھی عوامی تفریح کے اہم ذرائع تھے، جنہیں بچے اور بڑے یکساں طور پر پسند کرتے تھے۔ چینی معاشرے میں تفریح سادہ، فطری اور مہذب انداز کی حامل تھی۔ اگرچہ معاشرتی طبقات کے درمیان فرق پایا جاتا تھا، مگر ہر طبقہ اپنی استطاعت اور رسم و رواج کے مطابق کسی نہ کسی تفریحی سرگرمی میں شامل رہتا تھا۔ فنونِ لطیفہ، ڈرامہ، قصہ گوئی اور قدرتی کھیلوں نے چینی ثقافت کو ایک زندہ دل، مگر نظم و ضبط پر مبنی معاشرہ بنانے میں مدد دی۔

6.3 قدیم چینی تہذیب کی معاشی حالت(The Economy of Ancient Chinese Civilisation)

چینی تہذیب کو سمجھتے وقت یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ قدیم چین کی اقتصادی زندگی کی بنیاد زرعی نظام پر قائم تھی، خاص طور پر دریاؤں کی وادیوں اور ان کے آس پاس کے علاقوں میں۔ پہاڑی علاقوں، شمالی علاقوں جیسے گوبی کا ریگستان(Gobi Desert) اور سائبیریا(Siberia) کے سرد ترین علاقوں میں زراعت کے وسائل نہایت محدود تھے۔ ان علاقوں کا اقتصادی ڈھانچہ کمزور اور غیر یقینی تھا۔ وہاں رہنے والے قبائل عام طور پر چرواہے(Nomadic Tribes) ہوتے تھے، جو بہتر چراگاہوں یا بعض اوقات لوٹ مار کی تلاش میں ادھر اُدھر گھوما کرتے تھے۔ زرعی علاقوں کے لوگ عموماً دیہات(Villages) میں رہتے تھے، جو زیادہ تر اونچی جگہوں پر آباد کیے جاتے تھے تاکہ دریاؤں کی طغیانی یا شدید بارشوں سے کم سے کم نقصان ہو۔ اونچے مقامات سے کھیتوں کی نگرانی بھی آسان ہوتی تھی۔ دیہات کے گرد یا تو کچی دیواریں بنائی جاتی تھیں یا گھنی جھاڑیاں لگا دی جاتی تھیں، جو سیکیورٹی کا کام دیتی تھیں۔ گھروں کی تعمیر میں درختوں کی چھال، گھاس پھوس اور مٹی استعمال کیے جاتے تھے۔ جھونپڑیوں کی چھتیں پھوس سے ڈھکی جاتیں اور ان پر مٹی کا پلستر کیا جاتا۔ زیادہ تر جھونپڑیوں

میں صرف ایک کمرہ ہوتا تھا، جس کے ایک طرف پتھر کا چولہا ہوتا اور دوسری طرف چارپائیاں یا پٹ سن کی چٹائیاں بچھی ہوتیں۔ دروازہ عام طور پر جنوب کی جانب بنایا جاتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، گھروں میں میز اور کرسی کا استعمال بھی ہونے لگا۔

قدیم چینی لوگ بڑے جانور پالنے کے زیادہ شوقین نہیں تھے۔ وہ جانوروں سے کھیتی کا کام لینے کے بجائے اپنے ہاتھوں سے محنت کرنا پسند کرتے تھے۔ اگر کہیں گھوڑوں سے کھیتی کی جاتی، تو بھی یہ خوف رہتا کہ جنگ کی صورت میں ریاست انہیں ضبط نہ کر لے۔ رکھوالی کے لیے کتے رکھے جاتے تھے اور خوراک کے لیے مرغیاں، سور وغیرہ پالتے تھے۔ مچھلیاں اور پرندے جال کے ذریعے پکڑے جاتے تھے۔ کھانے کے لیے وہ عمومی طور پر چٹائیوں پر بیٹھ کر کھاتے اور کبھی کبھار شراب بھی پی لیتے تھے۔ امراء اور بزرگ افراد سردیوں میں ریشم کے کپڑے (Silk Clothes) پہننے کو ترجیح دیتے تھے، لیکن عام لوگ عموماً سوتی لباس پہنتے تھے۔ بارش میں بھیگنے سے بچنے کے لیے قدیم چین میں چھتری کا استعمال بہت پرانا تھا۔ جوتے کپڑے یا چمڑے سے بنائے جاتے تھے۔ دیہات میں کسان جن زمینوں پر کام کرتے تھے، وہ زمینیں عموماً جاگیردار یا بادشاہ کی ملکیت ہوتی تھیں۔ کسان ان زمینوں پر محنت کرتے اور پیداوار کا حصہ بطور محصول ادا کرتے تھے۔

6.3.1 زراعت: قدیم چین کی معیشت کی بنیاد

(Agriculture as the Basis of the Ancient Chinese Economy)

قدیم چینی تہذیب کی معیشت کا بنیادی ستون زراعت تھی۔ چین کے بیشتر لوگ زرعی پیشے سے منسلک تھے اور ان کی روزمرہ زندگی کا انحصار زمین اور فصلوں پر ہوتا تھا۔ مختلف علاقوں کی جغرافیائی اور موسمی حالت کے مطابق کاشتکاری کی جاتی تھی۔ جنوبی چین کی مرطوب (humid) آب و ہوا چاول کے لیے موزوں تھی، جبکہ شمالی چین میں گندم، جو اور باجرہ (Millet) کی کاشت رائج تھی۔ قدیم چینی کسانوں نے کھیتی باڑی کے لیے روایتی اوزار جیسے ہل، کدال، بیلچہ (Shovel) استعمال کیے۔ آبپاشی اور سیلاب سے بچاؤ کے مؤثر نظام تیار کیے گئے، جن میں نہریں (Canals)، آبی ذخائر (Reservoirs) اور بند (Dams) شامل تھے۔ کسان زمین کی زرخیزی برقرار رکھنے کے لیے "فصلوں کی گردش" (Crop Rotation) کا نظام اپناتے تھے۔ انسانی اور جانوروں کے فضلے کو قدرتی کھاد (Organic Fertilizer) کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

6.3.2 تجارت: داخلی و بین الاقوامی (Trade: Internal and External)

زراعت کے ساتھ ساتھ تجارت نے بھی قدیم چین کی معیشت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ داخلی تجارت بڑے شہروں جیسے لوویانگ، چانگان اور ژیان میں قائم بازاروں کے ذریعے انجام پاتی تھی، جہاں زرعی اجناس اور دستکاری کی اشیاء خریدی اور بیچی جاتیں۔ چین میں تیار کردہ ریشم، چینی مٹی کے برتن، کاغذ اور چائے اندرون ملک اور بیرون ملک تجارت کا حصہ تھیں۔ بین الاقوامی سطح پر، "شاہراہِ ریشم"، چین کی سب سے مشہور تجارتی گزرگاہ تھی، جو وسطی ایشیا، ہندوستان، ایران اور یورپ سے چین کو جوڑتی تھی۔ اس راستے سے چین ریشم، چینی مٹی کے برتن، طبّی جڑی بوٹیاں اور چائے برآمد کرتا تھا، جبکہ اس کے بدلے میں مصالحے، جواہرات اور قیمتی اشیاء درآمد کی جاتی تھیں۔ شاہراہِ ریشم نہ

صرف تجارتی بلکہ ثقافتی تبادلے کا بھی ذریعہ بنی۔

6.3.3 صنعت و دستکاری (Industries and Handicrafts)

قدیم چین کی دستکاری اور صنعتیں اس کی ثقافتی اور معاشی عظمت کی عکاس تھیں۔ سب سے نمایاں صنعت ریشم کی پیداوار تھی، جو صدیوں تک چین کا تجارتی راز رہا۔ چینی خواتین کو ریشم سازی (Sericulture) میں خاص مہارت حاصل تھی۔ چینی مٹی کے برتن جن میں گلدان، پیالے، دیئے اور مجسمے شامل تھے، دنیا بھر میں چین کی پہچان بنے۔ کاغذ سازی کا عمل 105 عیسوی میں چین میں ایجاد ہوا، جس نے تعلیم، ادب اور سرکاری ریکارڈ کی دنیا میں انقلاب برپا کیا۔ کاغذ کی برآمد بھی تجارتی لحاظ سے اہم تھی۔ اسی طرح کانسی اور لوہے کی صنعتیں زرعی آلات، ہتھیاروں اور مذہبی برتنوں کی تیاری میں اہم تھیں۔ لکڑی کی دستکاری میں چین نے بے پناہ مہارت حاصل کی، جس سے آرائشی اشیاء، فرنیچر اور مذہبی مجسمے تیار کیے جاتے تھے۔

6.3.4 محصول کا نظام (Taxation System)

قدیم چین میں محصول اور ٹیکس کا ایک منظم اور مؤثر نظام قائم تھا، جو ریاست کی مالیاتی طاقت اور انتظامی استحکام کا ضامن تھا۔ ٹیکس کی بنیادی اقسام میں زرعی ٹیکس، تجارتی ٹیکس اور جائیداد ٹیکس شامل تھے۔ زرعی ٹیکس عموماً زمین کی پیداوار پر عائد ہوتا تھا، جس کے تحت کسان اپنی فصل کا ایک معیّنہ حصہ ریاست کو دیتے تھے۔ یہ ٹیکس "زمین ٹیکس" (Land Tax) کہلاتا تھا۔ تجارتی سرگرمیوں پر بھی ٹیکس عائد کیے جاتے تھے، خاص طور پر ان مصنوعات پر جو بیرون ملک برآمد کی جاتی تھیں، جیسے ریشم اور چائے۔ ریاستی افسران ٹیکس وصول کرنے کے ذمہ دار تھے۔ ان کا کام نہ صرف محصول کی وصولی تھا بلکہ اس بات کو یقینی بنانا بھی تھا کہ ٹیکس کے نظام میں کوئی بدعنوانی نہ ہو۔ بادشاہت کے تحت یہ افسران شہنشاہ کی طرف سے مقرر ہوتے اور ان کی کارکردگی براہ راست ریاست کی طاقت سے منسلک ہوتی۔

6.3.5 معاشی و ثقافتی اثرات (Impact of Economy and Culture)

اگرچہ ٹیکس کے نظام نے ریاست کو مضبوط بنایا، لیکن اس کا بوجھ زیادہ تر کسانوں پر تھا۔ وہ اپنی پیداوار کا بڑا حصہ بطور ٹیکس ادا کرتے، جس کی وجہ سے اکثر ان کی معیشت کمزور ہو جاتی۔ اس کا نتیجہ بعض اوقات بے اطمینانی اور بغاوت کی صورت میں نکلتا تھا۔ اس کے باوجود، ٹیکس کا نظام ریاستی اخراجات، فوجی مہمات اور عوامی منصوبوں کے لیے وسائل فراہم کرتا رہا۔ چین کی ترقی یافتہ صنعتوں، وسیع تجارتی نیٹ ورک اور منظم مالیاتی نظام نے اسے دنیا کی ایک بڑی تہذیب میں تبدیل کر دیا۔ چینی مصنوعات نے نہ صرف اقتصادی بلکہ ثقافتی سطح پر بھی عالمی اثرات مرتب کیے۔ ریشم، چینی مٹی کے برتن، چائے اور کاغذ جیسی مصنوعات نے چین کو دنیا بھر میں ایک منفرد مقام دلایا۔ چینی تجارت نے دنیا کے مختلف حصوں کے ساتھ ثقافتی روابط قائم کیے، جس سے مذاہب، فنون اور زبانوں کا تبادلہ ہوا۔ اس تبادلے نے چین کے سماجی ڈھانچے اور علم و فن کی ترقی کو جلا بخشی۔ قدیم چین کی معیشت ایک متوازن اور منظم نظام پر قائم تھی جس میں زراعت، تجارت، صنعت و دستکاری اور ٹیکس کا مربوط اشتراک موجود تھا۔ زراعت نے بنیادی غذائی ضروریات کو پورا کیا، صنعت و دستکاری نے فنی ترقی کو فروغ دیا،

تجارت نے دنیا بھر سے روابط قائم کیے اور محصول و ٹیکس کے نظام نے ریاستی ڈھانچے کو مالی استحکام عطا کیا۔
یہ عناصر مل کر چین کو نہ صرف اقتصادی طور پر خود کفیل بناتے تھے بلکہ اسے عالمی سطح پر ایک ثقافتی، تجارتی اور صنعتی طاقت کے طور پر بھی نمایاں کرتے تھے۔ قدیم چین کا یہ نظام آج بھی تاریخ میں ایک مثالی معیشتی ماڈل (Economic Model) کے طور پر جانا جاتا ہے۔

6.4 قدیم چینی تہذیب کی ثقافت (Culture of Ancient Chinese Civilisation)

چینی تہذیب کی ثقافت دنیا کی قدیم اور گہری تہذیبی روایات میں شمار ہوتی ہے۔ اس کے مختلف پہلو انسان کی فکری، فنی، سماجی اور روحانی ترقی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس حصے میں ہم قدیم چین کی ادبی روایت، موسیقی، فنِ تعمیر، مصوری، مجسمہ سازی، رسم الخط اور رسم و رواج پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔ علاوہ ازیں، تعلیمی نظام، زبان و خطاطی، فلسفہ اور اخلاقی اقدار کا بھی جائزہ لیا جائے گا، تاکہ چینی معاشرے کی تہذیبی بنیادوں اور اس کی فکری عظمت کو سمجھا جا سکے۔

6.4.1 قدیم چین کی فنِ لطیفہ (Fine Arts of Ancient China)

قدیم چین میں فنِ تعمیر کے بہت سے آثار اس لیے محفوظ نہیں رہ سکے کہ وہاں مردوں کو دفن کر کے اُن پر مقبرہ یا قبر کی تعمیر یا غاریں کھودنے اور اُن میں روزمرہ کی اشیاء رکھنے کی روایت موجود نہ تھی۔ اس وجہ سے اُس عہد کی تعمیراتی ہنرمندی کی سب سے بڑی علامت "دیوارِ چین" (Great Wall of China) کو قرار دیا جاتا ہے، جو انسانی تخلیق کا ایک حیران کن نمونہ ہے۔ چین کی دیوار دنیا کی قدیم اور عظیم ترین دفاعی تعمیرات میں سے ایک ہے، جس کی تعمیر کا آغاز چین کے پہلے شہنشاہ "شی ہوانگ دی" (Qin Shi Huang) نے 221 قبل مسیح میں کیا۔ اس کا بنیادی مقصد شمالی چین کو منگول اور ہن قبیلوں کے حملوں سے محفوظ رکھنا تھا۔ اگرچہ ابتدائی دیواریں اس سے پہلے بھی الگ الگ ریاستوں نے بنائی تھیں، لیکن پہلی بار انہیں متحد کر کے ایک مکمل دفاعی نظام کی صورت Qin سلطنت نے دیا۔ اس کے بعد ہان، سُوئی، تانگ اور خاص طور پر منگ سلطنت (Ming Dynasty) نے 14ویں تا 17ویں صدی کے دوران اس دیوار کو بہتر بنایا اور اسے پختہ اینٹوں، پتھروں اور چونے سے تعمیر کیا۔ چین کی دیوار کی مجموعی لمبائی تقریباً 21,196 کلومیٹر ہے، جو پہاڑوں، وادیوں، صحراؤں اور سبزہ زاروں سے گزرتی ہے۔ اس میں نگرانی کے لیے مینار، چوکیاں، قلعے اور فوجی بیرکیں شامل تھیں۔ اس دیوار کی تعمیر میں لاکھوں مزدور، کسان، فوجی اور قیدی شریک تھے، جن میں سے ہزاروں سخت حالات کے باعث جاں بحق ہو گئے۔ آج چین کی دیوار نہ صرف چین کی تہذیبی عظمت کی علامت ہے بلکہ یہ یونیسکو کے عالمی ورثے (UNESCO World Heritage Site) میں بھی شامل ہے۔ یہ سیاحتی لحاظ سے دنیا بھر کے لوگوں کو اپنی جانب کھینچتی ہے اور چینی فنِ تعمیر، عزم اور عسکری حکمتِ عملی کا زندہ ثبوت ہے۔ قدیم زمانے کی عمارات غالباً اسی طرز کی تھیں جیسی کہ بعد میں ملتی ہیں۔ عموماً یہ عمارتیں ایک منزلہ ہوتی تھیں جن کی چھتیں رنگین کھپریل سے ڈھکی جاتی تھیں۔ عمارتوں کو سجانے کے لیے لکڑی پر باریک اور نفیس نقش و نگار (Wood Carving) کا کام کیا جاتا تھا۔

- ابتدائی ادوار ہی میں چینیوں کو رنگین اور سفید مٹی، تانبے، کانسے، اور خاص طور پر قیمتی "جَیڈ پتھر" (Jade Stone) سے اشیاء بنانے

کا شوق تھا۔ان کی تیار کردہ چیزیں خوش نما، متناسب (Symmetrical) اور رنگین لکیروں سے مزین ہوتی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی اشیاء سے لے کر بڑی بڑی چیزوں کی تیاری میں ان کی مہارت نمایاں نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر، کنفیوشس کے مندر کا گنبد جس کا وزن ایک من اور تیس سیر بتایا جاتا ہے، ان کی فنی عظمت کا گواہ ہے۔ اس دور کے مختلف برتن، نالدیاں، صراحی، گھڑے، جن پر رنگین یا ابھرا ہوا کام (Embossed Work) کیا جاتا تھا، آج بھی دستیاب ہیں۔ قدیم دور کی عجیب و غریب اشکال و ڈیزائن والی اشیاء بھی ملتی ہیں جو ان کے تخلیقی ذوق کو ظاہر کرتی ہیں۔ شانگ عہد میں کانسے کی بنی ہوئی اشیاء اس معیار کی تھیں کہ ان کا مقابلہ بعد کے ادوار میں بھی مشکل تھا۔ جانوروں کی مختلف نشستوں میں بنی ہوئی کانسے کی مورتیاں نہایت حیران کن اور مہارت کا شاہکار ہیں۔ بڑے بڑے گھنٹے اور گھڑیال (Bells & Clocks) چاؤ عہد (Zhou Dynasty) میں تیار کیے گئے۔

- مُجسمہ سازی اور نقاشی (Sculpture & Carving): انسانوں اور جانوروں کی مورتیوں میں ایک خاص قسم کی زندگی اور حرکت کا اظہار ملتا ہے۔ کانسے پر کی گئی پالش شیشے کی مانند چمکدار اور عکس دار (Reflective) ہوتی تھی۔ لکڑی پر کیا گیا نقاشی کا کام بھی عجیب اور دیدہ زیب تھا۔ ان پر مختلف رنگوں کی پالش کی جاتی تھی، جو ممکنہ طور پر غیر ملکی اقوام سے مستعار لی گئی تکنیک تھی۔

ہان عہد میں چینی مصوری نے قابلِ ذکر ترقی کی۔ وسیع پیمانے پر جانوروں، دیوی دیوتاؤں اور قدرتی مناظر کے منقش (Painted) نمونے بنائے جانے لگے۔ انسانی چہروں کے خاکے اور تاثرات میں پہلے کے مقابلے میں زیادہ نزاکت اور مہارت نظر آنے لگی۔ چینی مصوروں نے اس دور میں خط و نقش (Line Work) کے استعمال میں نزاکت اور چُست کاری (Delicacy and Fluidity) پر خصوصی توجہ دینا شروع کر دی تھی، جس نے بعد کے ادوار میں ان کے فن کی اہمیت کو مزید بڑھایا۔ مٹی، دھات یا لکڑی کی اشیاء پر نقش نگاری (Engraving) اور تصویریں بنائی جاتیں اور پھر اُن پر سونے چاندی کے سے تزئین کی جاتی، جو ان کی فنکارانہ نفاست کی دلیل ہے۔

چینی فن میں دیوی دیوتاؤں، جانوروں اور پرندوں کو غیر حقیقی اور تصوراتی انداز (Mythical Form) میں پیش کیا جاتا، جن کا حقیقی دنیا میں کوئی وجود نہ ہوتا۔ اس طرزِ اظہار سے چینیوں کی تخلیقی دنیا (Imaginary World) کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔ اجتماعی مصوری (Group Painting) اور جلوسوں کی منقش تصاویر بھی چینی فن میں عام تھیں۔ اگرچہ ان تصاویر میں طنز، مزاح اور خوف کا عنصر پایا جاتا تھا، لیکن فنکار ان کے ذریعے انسانوں اور جانوروں کے جذباتی تاثرات اور جسمانی حرکات کو نمایاں کرنے کی بھرپور کوشش کرتے تھے۔ شہنشاہ ہُوآن تی (Emperor Huan Ti) خود بھی ایک ماہر مصور تھا۔ اُس نے فنکاروں کی سرپرستی کی اور شاہی دربار میں ایک باضابطہ مصوری کی مجلس قائم کی، جہاں اس دور کے مشہور مصوروں کو تعینات کیا گیا۔ اس عہد کے معروف مصوروں میں "ماو این شو" (Mao En Shu) کا شمار ہوتا ہے، جسے اپنی اعلیٰ مہارت اور فنونِ لطیفہ میں مہارت کے باعث بڑی عزت حاصل تھی۔

ہان عہد کے آخر میں یونانیوں اور بدھ مت کی مخلوط فنون چین میں داخل ہوئے، جس کے اثرات بعد کی چینی مصوری اور فنِ لطیفہ پر گہرے انداز میں مرتب ہوئے۔ ان تہذیبوں کے میل نے چینی فن کو ایک نئی جہت دی۔ ہان شہنشاہ "ووتی" (Emperor Wu Ti)

نہ صرف موسیقی سے محبت رکھتا تھا بلکہ اُس نے شاہی دربار میں ایک ''موسیقی مجلس''(Imperial Music Court) قائم کی، جہاں اُس دور کے موسیقی کے ماہرین کو تعینات کیا گیا۔ یہ مجلس نہ صرف موسیقی کے فروغ بلکہ فنونِ لطیفہ کی ترقی میں بھی اہم کردار ادا کرتی تھی۔ قدیم چین کی، فنون لطیفہ اس کی تہذیبی عظمت، فنکارانہ نفاست اور تخلیقی ذہن کی علامت تھیں۔ چاہے وہ دیوارِ چین جیسی شاندار تعمیر ہو، کانسے اور لکڑی پر کی گئی نقاشی ہو، یا دیوی دیوتاؤں کی خیالی مورتیاں—ہر ایک فن پارہ چینی قوم کی اعلیٰ تخلیقی سطح کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ فنون نہ صرف چین کی تہذیبی شناخت کا حصہ بنے، بلکہ آنے والے زمانوں کے فنکاروں اور تہذیبوں کے لیے بھی الہام کا ذریعہ ثابت ہوئے۔

6.4.2 مذہبی عقائد اور رسم رواج (Religious Beliefs and Traditions)

شانگ دور سے ہی چینیوں کا مذہب کائنات کو ماورائی قوتوں(Supernatural Powers) سے معمور مانتا تھا۔ ان کا مذہب ہمہ شعوری(Animistic) اور کثرت خدائی(Polytheistic) نوعیت کا تھا۔ چینیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ پوری دنیا میں بڑی اور چھوٹی الٰہی طاقتیں موجود ہیں۔ وہ صرف پہاڑیوں، دریاؤں، درختوں، ستاروں اور ٹیلوں کے دیوتاؤں(Gods) کی عبادت نہیں کرتے تھے، بلکہ چولہے، بھٹی اور ہتھیاروں جیسی اشیاء کے دیوتاؤں کو بھی تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے آباواجداد(Ancestors) اور قدیم بہادروں کی پوجا بھی کرتے تھے۔ یہ الٰہی طاقتیں انسانوں سے زیادہ طاقتور سمجھی جاتی تھیں، اگرچہ وہ مطلق العنان(Almighty) نہیں مانی جاتی تھیں۔ ان کو عموماً دو زمروں میں تقسیم کیا گیا تھا: زمینی دیوتا(Earthly Gods) اور آسمانی دیوتا(Heavenly Gods)؛ زمینی دیوتاؤں میں سب سے اعلیٰ درجہ غالباً دیوی ''ہُوتُو''(Hou Tu) کو حاصل تھا، جب کہ آسمانی دیوتاؤں میں ''شَانگ تی'' (Shang Ti) کو سب سے برتر مانا جاتا تھا۔ شَانگ کے دور کے تحریری ریکارڈز(Inscriptions) میں ''شَانگ تی'' کو 'اعلیٰ ترین حکمران'(Supreme Ruler) کہا گیا ہے۔ چو(Chou/Zhou) دور میں ''شَانگ تی'' کی جگہ ''تیئن''(T'ien) یعنی 'آسمان' نے لے لی۔ چو بادشاہ اصولی طور پر اسی ''تیئن'' کی اجازت سے حکومت کرتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ''تیئن'' اور ''شَانگ تی'' کو ایک ہی تصور کیا جانے لگا۔

چینی لوگ اپنے دیوتاؤں کو خوش رکھنے اور ان کی رحمت حاصل کرنے کے لیے اناج، گوشت اور دیگر اشیاء کی قربانی دیا کرتے تھے۔ قدیم دور میں انسانوں کی قربانی کی روایت بھی رائج تھی، حالانکہ بعد کے چَو دور میں اخلاقیات کو مذہب سے قریب تر سمجھا جانے لگا تھا۔ آباو اجداد کی پوجا کے لیے یا تو الگ مندر تعمیر کیے جاتے تھے یا گھر میں ایک مخصوص کمرہ ان کی روحوں کے قیام کے لیے مختص کیا جاتا تھا۔ دوسرے دیوتاؤں کی عبادت عموماً گاؤں کے ٹیلے پر کی جاتی تھی۔ مذہبی رسومات کی مکمل اور صحیح ادائیگی کو فرد، سماج اور ریاست کی فلاح کا ضامن مانا جاتا تھا، اسی لیے ریاستی اہلکاران پر خاص توجہ دیا کرتے تھے۔ یہ رسومات خود جاگیرداروں کی نگرانی میں انجام پاتیں اور سب سے اہم رسومات بادشاہ (Wang) کی زیر نگرانی ہوتی تھیں۔ چین میں پجاریوں کا کوئی علیحدہ طبقہ نہیں تھا، لیکن ایسے ماہرین ضرور موجود تھے جو ان مذہبی امور میں مدد دیتے تھے، جیسے کہ رسومات کے ماہرین، نجومی اور فال نکالنے والے(Diviners) وغیرہ۔

6.4.3 قدیم چینی رسم الخط (Ancient Chinese Script)

چین میں رسم الخط کی ضرورت (The Need for a Writing System in China)

شانگ دور کے چینیوں کی سب سے بڑی تہذیبی کامیابی "رسم الخط" یعنی لکھنے کے فن کی ایجاد تھی۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ چینی رسم الخط کب وجود میں آئی، لیکن اتنا یقینی ہے کہ شانگ دور کے "ہڈیوں پر کندہ تحریری ریکارڈز"(Oracle Bone Inscriptions) میں جو رسم الخط استعمال ہوئی ہے وہ ابتدائی یا نوزائیدہ حالت میں نہیں تھی، بلکہ خاصی ترقی یافتہ اور پیچیدہ (complex and developed) تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جدید چینی رسم الخط کے تقریباً تمام اصول اس زمانے تک موجود ہو چکے تھے، اگرچہ بعد کے ادوار میں صرف اس کی ظاہری شکل میں تبدیلی آئی۔ یہ بات بھی اندازے سے کہی جاسکتی ہے کہ چینی رسم الخط کا آغاز شانگ دور سے پہلے ہی ہو چکا تھا، گو کہ اس کا قطعی تعیّن کرنا ممکن نہیں۔ چینیوں کو رسم الخط کی ضرورت غالباً مذہبی مقاصد کے لیے پیش آئی۔ وہ اپنے آباؤاجداد اور دیوتاؤں کی پرستش کیا کرتے تھے، لیکن ان کا عقیدہ تھا کہ یہ روحانی ہستیاں زندہ انسانوں کی آواز نہیں سن سکتیں۔ چنانچہ جہاں ہندوستانی دیوی دیوتاؤں کی عبادت زبانی طور پر کرتے تھے، وہیں قدیم چینی تحریری طور پر ان سے رابطہ کرتے تھے۔

جب کوئی چینی سامنت یا جاگیر دار باہر جاتا یا واپس آتا تو اپنے آباواجداد کے گھریلو مندر میں اس کی باقاعدہ تحریری اطلاع دیتا۔ اسی طرح، جب دو فریقوں کے درمیان کوئی معاہدہ ہوتا تو اُس کا تحریری دستاویز(agreement) تین نقول میں تیار کیا جاتا۔ ایک نقل ہر فریق کے پاس رہتی اور تیسری نقل ایک ذبح شدہ جانور کے ساتھ دفن کر دی جاتی، جس کا خون دونوں فریقوں کے چہروں پر لگایا جاتا تاکہ دیوتا اسے پڑھ سکیں۔ ان روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسم الخط کی ایجاد بنیادی طور پر روحانی اور مذہبی روابط کی ضرورت کے تحت ہوئی۔

چینی رسم الخط کو عمومی طور پر ہانزی(Han-zi) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ لفظ دو حصوں پر مشتمل ہے : ہان قوم یا ہان خاندان، جو چین کی اکثریتی نسلی قوم ہے۔ زی مطلب "لفظ" یا "علامت"۔ لہٰذا ہانزی کا مطلب ہے: "ہان قوم کے الفاظ" یا "چینی کردار" (Chinese characters)۔ چینی رسم الخط کا آغاز دوسری قدیم تحریری نظاموں کی طرح تصویری علامات(pictographs) سے ہوا، جن کے ذریعے درخت، سورج، پہاڑ، چاند، پرندے جیسی مادی اشیاء(concrete objects) کو ظاہر کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں انہی تصویروں میں معمولی تبدیلیاں یا اضافی لکیریں و نقاط شامل کر کے غیر مادی تصورات(abstract ideas) کو بھی ظاہر کیا جانے لگا۔ مثال کے طور پر درخت کی تصویر کے اوپر ایک نقطہ لگا کر "آخری حصہ" یا "اختتام" کا تصور دیا گیا۔ اسی طرح ایک لکیر کے اوپر نقطہ لگا کر "اوپر" اور نیچے لگا کر "نیچے" کا مفہوم ظاہر کیا گیا۔ دوسرا مرحلہ "تصویری تصورات"(Ideograms) کا تھا، جس میں دو یا زیادہ تصویری علامات کو ملا کر ایک نیا تصور ظاہر کیا جاتا تھا۔ مثلاً، آنکھ کے اوپر ہاتھ کی تصویر سے "دیکھنا"، درخت کے پیچھے سورج کی تصویر سے "مشرق" اور دو درختوں کی تصویر سے "جنگل" کا مفہوم نکالا گیا۔ اگلا مرحلہ "آواز سے مراد لینے والی علامات"(Phonetic Symbols) کا تھا۔ چینی زبان میں بہت سے ایسے الفاظ تھے جنہیں صرف تصویروں سے ظاہر کرنا مشکل تھا، اس لیے ایسے الفاظ کے لیے انہی آوازوں والے دوسرے الفاظ کی تصویری علامات استعمال کی جانے لگیں۔ رفتہ رفتہ یہ طریقہ عام ہو گیا اور جن علامات کا اصل مطلب کچھ اور تھا، ان کے لیے نئے الفاظ

مختص کیے گئے۔ ایسے بہت سے علامات ایک ہی وقت میں پرانے اور نئے دونوں معنوں میں استعمال ہونے لگے، جن کے درمیان فرق صرف آواز کے اتار چڑھاؤ(tone) سے کیا جاتا تھا۔ چاؤ(Chou) دور کے ادب میں ایسے الفاظ کی مثالیں عام ملتی ہیں جن کی شکل ایک ہوتی ہے مگر آواز اور معنی مختلف ہوتے ہیں۔

چینی رسم الخط کی خاصیت (Characteristics of Chinese Script)

چینی رسم الخط کبھی بھی حروف تہجی(alphabet) کی صورت اختیار نہ کر سکی، جیسا کہ دنیا کے بیشتر زبانوں میں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں بھی کسی غیر ملکی کے لیے چینی رسم الخط سیکھنا ایک دشوار عمل ہے۔ ایک تعلیم یافتہ چینی شخص کو کم از کم پانچ ہزار علامات (characters) پر عبور حاصل ہوتا ہے، جبکہ مجموعی طور پر چینی رسم الخط میں پچاس ہزار سے زائد علامات موجود ہیں، اگرچہ ان میں سے اکثر کا استعمال روزمرہ میں نہیں ہوتا۔ چینی رسم الخط دنیا کے ان چند تحریری نظاموں میں سے ایک ہے جو مسلسل ہزاروں سالوں سے ترقی پذیر ہونے کے باوجود اپنی اصل ساخت میں باقی رہی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد محض مواصلات(communication) نہیں بلکہ روحانی، ثقافتی اور سماجی پہلوؤں کو محفوظ کرنا بھی رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ رسم الخط محض زبان کی نمائندگی نہیں کرتا بلکہ ایک تہذیبی ورثے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

6.4.4 چینی ادب: تہذیب کا آئینہ (Chinese Literature: A Mirror of Civilisation)

چینی ادب دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک چینی تہذیب کا ایک نہایت اہم اور گہرا حصہ ہے۔ یہ ادب نہ صرف زبان و بیان کا حسین مظہر ہے بلکہ اس کے ذریعے چینی معاشرت، اخلاقیات، مذہب، فلسفہ اور سماجی ڈھانچے کی جھلک بھی ملتی ہے۔ چین میں ادب کا آغاز شنگ اور چاؤ ادوار میں ہوا، جب لکڑی، بانس اور ہاتھی دانت پر تحریریں کھدی جاتی تھیں۔ بعض اوقات ریشمی کپڑے پر بھی لکھا جاتا تھا، جو عام طور پر مردوں کی آخری رسومات میں استعمال ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی "بُرش"(Brush) سے لکھنے کا فن بھی وجود میں آیا، جس نے چینی تحریری روایت کو نئی جہت دی۔ چینی ادب کی قدیم ترین تحریری مثالوں میں "شُو جِنگ"(Shu Jing) یا "کتابِ تاریخ"(Book of History) شامل ہے، جو قدیم شاہی دستاویزات اور خطبات کا مجموعہ ہے۔ روایت ہے کہ اس کا انتخاب اور ترتیب معروف فلسفی کنفیوشس نے کی تھی۔ اس کے ساتھ "گوؤیو"(Guo Yu) یعنی "ریاستوں پر مکالمے"(Discourses on the States) اور "چان گوؤتسی"(Zhan Guo Ce) یعنی "جنگی ریاستوں کے سیاسی مراسلات"(Documents of the Fighting States) بھی اہم تاریخی و ادبی مصادر میں شمار ہوتے ہیں۔

چینی ادب میں رسم و رواج اور اخلاقیات پر مبنی کتابیں بھی نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ جیسے "ئی لی"(Yi Li)، "لی چی"(Li Ji)، اور "چاؤلی"(Zhou Li) جن میں مختلف تہواروں، درباری آداب اور سماجی رسومات کا تفصیلی بیان موجود ہے۔ شاعری کو چینی ادب میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ چاؤ عہد میں نظم کو نہ صرف ادبی بلکہ سیاسی و سفارتی مقام بھی حاصل تھا۔ ریاستوں کے درمیان مذاکرات میں یا

درباری گفتگو میں اشعار کا استعمال قابلِ تعریف سمجھا جاتا تھا۔ "شی جِنگ"(Shi Jing) یا "کتابِ شاعری"(Book of Poetry) چینی شاعری کا سب سے قدیم اور اہم مجموعہ ہے، جو محبت، جنگ، فطرت اور دیہی زندگی جیسے موضوعات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے میں بادشاہوں، کسانوں اور سپاہیوں کے جذبات کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ چینی شاعری کی ترقی کا نقطہ عروج تانگ(Tang) دور میں دیکھا گیا، جسے چینی ادب کا سنہری دور سمجھا جاتا ہے۔ اس دور میں لی بائی(Li Bai) اور دوفو(Du Fu) جیسے عظیم شعرا نے فطرت، فلسفہ، زندگی اور انسانی جذبات کو ایسی سادگی اور اثر انگیزی سے بیان کیا کہ ان کا کلام آج بھی زندہ ہے۔ تانگ شاعری کی ایک اہم خوبی اس کی جذباتی گہرائی اور سماجی شعور تھا۔ ادب کا ایک اور عظیم شعبہ فلسفہ ہے۔ کنفیوشس کے اقوال پر مبنی کتاب "لن یو"(Lunyu - Analects) چینی معاشرتی و اخلاقی نظریات کی بنیاد ہے، جبکہ لاؤزو (Laozi) کی کتاب "تاؤ تے چِنگ"(Tao Te Ching) تاؤازم (Taoism) کے اصولوں کو بیان کرتی ہے۔ اس کے علاوہ، بدھ مت کی آمد نے چینی ادب کو مزید فکری گہرائی عطا کی، اور "دھماپادا" (Dhammapada) جیسے متون نے مذہبی فکر کو وسعت دی۔ ادب صرف تفریح کا ذریعہ نہیں تھا، بلکہ یہ چینی معاشرے کے اخلاقی، سماجی اور فلسفیانہ نظریات کا عکاس بھی تھا۔ اس میں محبت، دوستی، خاندانی رشتوں اور انسانی تعلقات پر نہایت باریک بینی سے اظہار کیا گیا۔ ادب نے فرد اور سماج کے درمیان توازن قائم کرنے، روحانی ارتقاء کو سمجھنے اور قدرتی حسن کی قدر دانی میں اہم کردار ادا کیا۔ چینی ادب اور فنونِ لطیفہ کا اثر صرف چین تک محدود نہ رہا بلکہ اس نے کوریا، جاپان، ویتنام اور دیگر ایشیائی اقوام کے ساتھ ساتھ عالمی ادب و ثقافت پر بھی گہرے اثرات چھوڑے۔ چینی ادب کی یہ عالمی رسائی اسے صرف ایک قوم کی ادبی میراث نہیں بلکہ انسانی تہذیب کا مشترکہ ورثہ بنا دیتی ہے۔

6.4.5 قدیم چین کا فکری نظام (Philosophical Thought in Ancient China)

چین دنیا کی قدیم ترین اور عظیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے۔ اس کا فکری نظام (دَرسِ حیات) زندگی، فطرت اور توازن کے اصولوں پر قائم ہے۔ "تاؤازم"(Taoism) میں قدرتی بہاؤ، سادگی اور غیر مداخلت کو بنیادی اہمیت دی جاتی ہے، جبکہ "کنفیوشس ازم" اخلاقیات، فرض شناسی اور سماجی نظم و ضبط کو زندگی کی اساس قرار دیتا ہے۔ بدھ مت نے روحانی سکون، ہمدردی اور رحم دلی جیسے افکار کو مستحکم کیا۔ ان تمام فلسفیانہ نظریات نے فرد اور معاشرے کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دیا اور زندگی کو توازن کے ساتھ گزارنے کی راہ دکھائی۔ چینی فلسفہ محض علم کا ذریعہ نہیں، بلکہ ایک ایسا طرزِ فکر ہے جو انسان اور فطرت کے درمیان توازن کو لازمی تصور کرتا ہے۔ اس نظامِ فکر میں اخلاق، ضبطِ نفس، صبر اور ہمدردی جیسے اوصاف کو نہایت اہم مقام حاصل ہے—اور یہی اوصاف آج بھی نہایت معنویت رکھتے ہیں۔

چین کا فکری ورثہ: کنفیوشس ازم، تاؤازم اور دیگر فلسفیانہ مکاتبِ فکر

کنفیوشس ازم(Confucianism)

کنفیوشس(551–479 قبل مسیح) چینی فلسفے کی سب سے مؤثر شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ ریاست "لو"(Lu) کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ کم عمری میں والد کے انتقال کے بعد ان کی پرورش والدہ نے کی۔ بچپن سے ہی ان کی دلچسپی قدیم رسومات

اور تاریخ کے مطالعے میں تھی۔ 22 سال کی عمر میں انھوں نے طلبہ کو تعلیم دینا شروع کیا، جن کی تعداد تین ہزار تک بتائی جاتی ہے۔ ان کے تعلیمی مضامین میں شاعری، تاریخ اور آداب شامل تھے۔ کنفیوشس نے 54 سال کی عمر میں ریاست لو میں سرکاری عہدہ حاصل کیا، مگر بادشاہ کے غیر اخلاقی رویّے کے سبب استعفیٰ دے دیا۔ بعد ازاں وہ ایک نیک حکمران کی تلاش میں مختلف ریاستوں کا سفر کرتے رہے، مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

ان کا فلسفہ مذہبی کم اور اخلاقی و سیاسی زیادہ تھا۔ وہ روح، خدا یا آخرت جیسے غیبی موضوعات سے گریز کرتے تھے اور عملی زندگی کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ ان کے مطابق معاشرتی اصلاح کا آغاز فرد کی اصلاح سے ہوتا ہے، کیونکہ سماجی بگاڑ کی جڑ ذاتی خود غرضی اور تنگ نظری ہے۔ ان کے نزدیک مثالی انسان وہ ہے جو اپنی بھلائی کے ساتھ انسانیت کی بھلائی بھی چاہے اور جس میں عقل، ہمت اور ہمدردی کے اوصاف ہوں۔ وہ نرمی، سچائی، خودداری، رحم اور عدل جیسے اوصاف کو زندگی کا بنیادی حصہ مانتے تھے۔ کنفیوشس کے سیاسی نظریات بھی اخلاقیات سے جڑے ہوئے تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ حکومت صرف طاقت کے ذریعے نہیں چل سکتی، بلکہ حکمران کا کردار اور نظم و ضبط عوامی اعتماد کی بنیاد ہوتا ہے۔ اگر حکمران بدکردار ہو تو وہ آسمانی اختیار کھو دیتا ہے۔ اس کے برعکس نیک حکمران اپنی رعایا کے لیے مثالی ہوتا ہے۔ اس لیے حکمران کو چاہیے کہ وہ خود بااخلاق ہو اور بدعنوان افسروں کو ہٹا کر نیک افراد کو عہدے دے۔

تاؤازم (Taoism)

تاؤازم کے بانی لاؤزے (Laozi) تھے جن کا وجود تاریخی لحاظ سے متنازعہ ہے، مگر روایات کے مطابق وہ کنفیوشس کے ہم عصر تھے۔ ان کی بنیادی تعلیمات "تاؤ تے چنگ" (Tao Te Ching) نامی کتاب میں ملتی ہیں۔ تاؤ (Tao) کا مطلب ہے "راستہ" یا "کائناتی اصول"۔ لاؤزے کے مطابق انسان کو عقل، قانون اور رسمی مذہبی اعمال کے بجائے سادگی، فطری بہاؤ اور خود احتسابی کو اپنانا چاہیے۔ ان کے مطابق فطرت نے انسان کو پُرامن زندگی دی تھی، مگر انسان نے علم کے ذریعے اسے پیچیدہ بنا دیا۔ وہ سادہ، فطری زندگی کو حقیقی دانش کہتے تھے اور قانون سازی و فلسفیانہ حکومتوں کو فطری نظام کے خلاف سمجھتے تھے۔ ان کے مطابق انسان کو دوسروں کی خامیوں کے بجائے خود کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اُن کا فلسفہ معافی، نرمی، محبت اور صبر پر مبنی تھا، جسے وہ انسانی زندگی کا سب سے مؤثر ہتھیار مانتے تھے۔

دیگر فلسفیانہ مکاتبِ فکر

موازم (Mohism)

مو-تی (Mozi)، کنفیوشس کا ہم عصر فلسفی تھا۔ اس کا زور معاشرتی فلاح اور عالمی بھائی چارے (Universal Brotherhood) پر تھا۔ اس کے مطابق خدا (Shang Di) تمام انسانوں سے محبت کرتا ہے، اس لیے انسانوں کو بھی ایک دوسرے سے محبت کرنی چاہیے۔ وہ حملہ آور جنگوں کے خلاف اور دفاعی جنگوں کے حق میں تھا۔ اگرچہ وہ روحوں کے وجود کو تسلیم کرتا تھا، مگر ان کی خوشنودی کے لیے فضول رسومات کا مخالف تھا۔ بعد میں، کنفیوشس کے پیروکار "مینشئیس" (Mencius) نے مو-تی کے خیالات کو

خاندانی نظام کے لیے خطرہ قرار دے کر اس کی سخت مخالفت کی۔

یانگ ازم (Yangism)

یانگ-چُو ایک الگ مکتبِ فکر سے وابستہ فلسفی تھا جو محض ذاتی خوشی (individual pleasure) کا قائل تھا۔ اس کے مطابق زندگی دکھوں سے بھری ہوئی ہے اور ان سے نجات کی کوشش لاحاصل ہے۔ وہ کہتا تھا کہ مرنے کے بعد نیک و بد سب برابر ہو جاتے ہیں، اس لیے انسان کو دنیاوی زندگی میں زیادہ سے زیادہ خوشی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

لیگلزم (Legalism)

یہ مکتبِ فکر "فا-چیا" (Fa Jia) کہلاتا ہے، جس کا سب سے نمایاں نمائندہ ہان فے زے (Han Feizi) تھا۔ لیگلزم کنفیوشس کے اس نظریے کو رد کرتا ہے کہ حکومت اخلاقی کردار سے چل سکتی ہے۔ اس کے مطابق انسان فطری طور پر خود غرض ہوتا ہے، اور اس کی اصلاح صرف سخت قوانین کے ذریعے ممکن ہے۔ اس کے مطابق قانون حکمران کے کردار سے زیادہ مؤثر اور مستقل ہوتا ہے، اسی لیے حکومت کو قانون کی بنیاد پر چلنا چاہیے، نہ کہ اخلاقی اصولوں پر۔ چینی فلسفہ صرف خیالی یا مابعد الطبیعاتی (metaphysical) بحثوں تک محدود نہیں، بلکہ اس میں عملی زندگی، معاشرتی ہم آہنگی اور حکومتی اصولوں پر گہرا زور دیا گیا ہے۔ کنفیوشس نے اخلاق و سماج کی بنیاد رکھی، لاؤزے نے فطری سادگی کا راستہ دکھایا، جبکہ مو-تی، یانگ-چُو اور ہان فے زے جیسے مفکرین نے انسان اور ریاست کے مختلف پہلوؤں پر نئی روشنی ڈالی۔ یہ تمام نظریات آج بھی انسان، معاشرہ اور حکمرانی کے مسائل پر سوچنے کے لیے قیمتی رہنما اصول فراہم کرتے ہیں۔

6.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

چین کی قدیم تہذیب دنیا کی چند قدیم ترین اور مستقل طور پر ترقی پانے والی تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کی تاریخ ہزاروں سال پر محیط ہے اور یہ تہذیب نہ صرف ایشیا بلکہ پوری دنیا کی تہذیبی و ثقافتی ترقی میں اپنا منفرد کردار ادا کرتی ہے۔ چین کے سماجی، اقتصادی، ثقافتی اور مذہبی پہلو نہایت ہم آہنگی، فکری گہرائی اور عملی دانشمندی کے مظہر ہیں۔ چینی معاشرہ مضبوط خاندانی نظام، روایتی اقدار، اور سماجی درجہ بندی پر قائم تھا۔ خاندان کو معاشرتی زندگی کا مرکز تصور کیا جاتا تھا، جہاں والدین، خاص طور پر باپ کو ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ کنفیوشس کی تعلیمات نے چینی سماج کو اخلاقی بنیادیں فراہم کیں، جن کی روشنی میں والدین کی اطاعت، بڑوں کا احترام، دیانتداری، اور رواداری جیسے اصولوں کو فوقیت حاصل ہوئی۔ اس معاشرے میں اشرافیہ، کاریگر، کسان، اور مزدوروں کے درمیان ایک واضح درجہ بندی موجود تھی، لیکن ہر طبقے کو اپنی اہمیت کے اعتبار سے تسلیم کیا جاتا تھا۔ معاشی اعتبار سے چین ایک زرخیز ملک تھا۔ زراعت یہاں کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی سمجھی جاتی تھی۔ دریائے زرد اور دریائے یانگتسی کے کنارے واقع زمینیں فصلوں کے لیے نہایت موزوں تھیں۔ کسان چاول، گندم، جو، اور کپاس جیسی اہم اجناس اگاتے تھے۔ اس کے علاوہ مویشی پالنا اور ماہی گیری بھی معیشت کا اہم جز تھے۔ تجارت و صنعت بھی خاصی ترقی یافتہ تھی۔ ریشم، چائے، چینی مٹی کے برتن، اور کاغذ نہ صرف ملکی استعمال کے لیے بلکہ بیرونی دنیا کے ساتھ تجارت کے لیے بھی تیار کیے جاتے تھے۔

مشہور 'ریشم کی راہ (Silk Road) ' کے ذریعے چین نے دنیا کے مختلف خطوں سے تجارتی و ثقافتی روابط قائم کیے۔

چینی ثقافت ایک انتہائی متنوع اور گہرائی رکھنے والی ثقافت تھی جس میں مذہب، فلسفہ، فنونِ لطیفہ اور علم و ادب سب شامل تھے۔ مذہبی اعتبار سے چین میں ابتدائی طور پر فطرت پرستی، آبا پرستی (Ancestor Worship) اور روحانیت کا غلبہ تھا۔ بعد ازاں، کنفیوشسیت، تاؤازم (لاؤتسے کی تعلیمات)، بدھ مت، موحزم، ینگ ازم، اور لیگل ازم جیسے فکری و مذہبی نظریات نے عوام کی ذہن سازی میں اہم کردار ادا کیا۔ ان فلسفوں نے نہ صرف مذہبی رجحانات کو جنم دیا بلکہ ریاستی نظام اور اخلاقی اقدار کو بھی تشکیل دیا۔ فنونِ لطیفہ میں چین نے دنیا کو کئی نادر و نایاب چیزیں عطا کیں۔ چینی مصوری، سنگ تراشی، خطاطی، اور نقاشی اپنی مثال آپ تھیں۔ چینی فن تعمیر میں معبد، محلات، اور دیوارِ چین جیسے عظیم الشان تعمیراتی کارنامے شامل ہیں۔ لپی اور ادب کے میدان میں چینیوں نے ابتدا سے ہی زبردست ترقی کی۔ اُن کی قدیم لپی علامتی (Pictographic) نوعیت کی تھی، جو وقت کے ساتھ ساتھ ترقی پاتی گئی۔ ادب میں شاعری، فلسفہ، تاریخی داستانیں، اور اخلاقی تعلیمات پر مبنی نصوص شامل تھے، جنہوں نے چینی معاشرے کی فکری اور روحانی سطح کو بلند کیا۔ چینی فلسفہ نے دنیا بھر کے دانشوروں کو متاثر کیا۔ کنفیوشس کی تعلیمات نے اخلاقیات اور معاشرتی ہم آہنگی کی بنیاد رکھی، لاؤتسے نے فطرت کے ساتھ ہم آہنگ زندگی گزارنے کا پیغام دیا، موحزم نے برابری، محبت، اور فلاحِ عامہ کی بات کی، جبکہ ینگ ازم اور لیگل ازم نے انسان کے ذاتی مفاد یا قانون کی حکمرانی کو مرکزیت دی۔ ان تمام نظریات نے مل کر چین کے فکری خدوخال کو متعین کیا۔

آخر میں، یہ کہا جا سکتا ہے کہ چین کی قدیم تہذیب ایک ہمہ جہت، متوازن اور ترقی یافتہ تہذیب تھی، جس نے انسانی تاریخ کے مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ چین کا سماجی نظام، اس کی معیشت، اس کی مذہبی روایات، ثقافتی مظاہر اور فلسفیانہ نظریات نہ صرف اس وقت کے چین کو منظم رکھنے میں کارآمد ثابت ہوئے بلکہ آج بھی ان کی بازگشت چین کی موجودہ شناخت میں سنائی دیتی ہے۔ چین کی تہذیب نے عالمی تہذیبی ورثے میں جو گرانقدر اضافہ کیا ہے، وہ تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ سنہرے الفاظ میں لکھا جائے گا۔

6.6 کلیدی الفاظ (Keywords)

کنفیوشیس : قدیم چینی تہذیب کا ایک فلسفہ

ہوانگ : چینی شہنشاہ کو ہوانگ کہا جاتا تھا

ہانزی : چینی تہذیب کی رسم الخط

موحزم : موزی کے خیالات پر مبنی ایک فلسفہ جو عالمی محبت، افادیت اور جنگ کی مخالفت کا قائل تھا۔

تائزی : بادشاہ کا بیٹا یا ولی عہد

6.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

6.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. قدیم چینی معاشرے میں خاندان کی سربراہی عموماً کس کے پاس ہوتی تھی؟

(الف)سب سے بڑا بیٹا (ب)والدہ (ج)عمر رسیدہ مرد (د)منتخب نمائندہ

2. چین کو دنیا سے جوڑنے والی مشہور تجارتی گزر گاہ کا نام کیا تھا؟

(الف) گرینڈ کینال (ب)چائے کا راستہ (ج)شاہراہِ ریشم (د)مصالحہ جات کا راستہ

3. کاغذ، بارود، قطب نما اور پرنٹنگ کس تہذیب کی اہم ایجادات ہیں؟

(الف)مصری تہذیب (ب)میسوپوٹیمیائی تہذیب (ج)چینی تہذیب (د)وادی سندھ کی تہذیب

4. کنفیوشسس ازم کی تعلیمات کا بنیادی محور کیا تھا؟

(الف)فطرت سے ہم آہنگی (ب)قوانین کا سخت نفاذ

(ج)اخلاقیات، سماجی نظم اور فرض شناسی (د)روحانی نجات

5. قدیم چینی مذہب میں "تیئن (T'ien) "کا تصور کس چیز کی نمائندگی کرتا تھا؟

(الف)زمین کی دیوی (ب)آباواجداد کی روحیں (ج)آسمان یا اعلیٰ طاقت (د)دریا کا دیوتا

6.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. چینی تہذیب میں زرعی نظام پر ایک نوٹ تحریر کریں۔
2. قدیم چینی تہذیب میں غلامی نظام پر ایک مختصر مضمون لکھیں۔
3. قدیم چینی تہذیب میں مصوری کی ترقی پر نوٹ لکھیں۔

6.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. قدیم چینی تہذیب کی معیشت میں تجارت اور صنعت کا کیا کردار تھا۔
2. چینی فن تعمیر اور مصوری پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

تجویز کردہ اکتسابی مواد

Suggested Learning Resources

English Books

1. Amar Farooqui, *Early Social Formations*, Manak Publications, New Delhi, 2001.
2. Arthur Cotterell (ed.), *The Encyclopedia of Ancient Civilisations*, W. H. Smith & Son Limited, England, 1980.
3. Burns, Edward McNall, *World Civilisations: Their History and Their Culture*, Norton, New York, 1982.
4. C. P. Fitzgerald, *China: A Short Cultural History*, Cresset Press, London, 1961.
5. Chang, K. C., *Shang Civilisation*, Yale University Press, New Haven, 1987.
6. Chang, K. C., *The Archaeology of Ancient China*, Yale University Press, New Haven, 1986.
7. Charls Keith Maisels, *Early Civilisation of the World*, Routledge, 1999.
8. Donald A. Mackenzie, *Ancient Civilisations*, Blackie & Son Limited, London, 1927.
9. Feng, Li, *Early China*, Cambridge University Press, Cambridge, 2013.
10. Hugh Bowden (ed.), *Ancient Civilisations*, Barnes & Noble, New York, 2002.
11. Keightly, D. N., "The Shang: China's First Historical Dynasty," in Michael Loewe and Edward L. Shaughnessy (eds.), *The Cambridge History of Ancient China: From the Origins of Civilisation to 221 BC*, Cambridge University Press, Cambridge, 1999.
12. Michael Loewe and Edward L. Shaughnessy (eds.), *The Cambridge History of Ancient China*, Cambridge University Press, Cambridge, 1999.
13. R. L. Thorp, *China in the Early Bronze Age: Shang Civilisation*, University of Pennsylvania Press, Pennsylvania, 2006.

نمونہ پرچہ امتحان

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

بی۔اے۔(آنرس) تاریخ، دوسرا سمسٹر

قدیم دنیا: مصری اور چینی تہذیبیں

DSE II, Ancient World: Egyptian and Chinese Civilisations

Paper Code: BNHS201DET

وقت: دو گھنٹے Time: 2 hours

Marks 35: نشانات

ہدایات:

یہ پرچہ تین حصوں پر مشتمل ہے: حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہے۔

1. حصہ اول کے تمام سوالات لازمی ہیں۔ ہر سوال کے لیے 1 نمبر مختص ہے۔ (5 x 1 =5 Marks)
2. حصہ دوم میں 06 سوالات ہیں۔ طالب علم کو کوئی 04 سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کے لیے 5 نمبرات مختص ہیں۔ (4x5=20 Marks)
3. حصہ سوم میں دو سوالات ہیں۔ طالب علم کو کسی 01 سوال کا جواب دینا ہے۔ ہر سوال کے لیے 10 نمبرات مختص ہیں۔ (1x10=10 Marks)

حصہ اول

سوال: 1

i۔ قدیم مصر کی تاریخ کو متحد کرنے کا سہرا کس بادشاہ (فرعون) کے سر جاتا ہے، جسے 'مینیس' بھی کہا جاتا ہے؟

(الف) جوسر　(ب) نارمر　(ج) رامسیس دوم　(د) اخناتون

ii۔ کس فرعون نے روایتی کثیر خدائی نظام کو ترک کر کے صرف ایک دیوتا "آتن" (Aten) کی عبادت کو فروغ دیا؟

(الف) رامسیس دوم　(ب) توتنخمون　(ج) اخناتون　(د) مینتوہوتپ دوم

iii۔ قدیم مصری تحریری نظام (رسم الخط) کیا کہلاتا تھا؟

(الف) کیونیفارم　(ب) خطِ میخی　(ج) ہیروگلیفکس　(د) سنسکرت

iv۔ گیزہ کے عظیم اہرام میں سب سے بڑا اہرام کس فرعون نے تعمیر کروایا؟

(الف) خفرع　(ب) منکاؤر　(ج) خوفو　(د) جوسر

v۔ چینی تہذیب کی ابتدا کس دریا کے کنارے ہوئی؟

(الف) یانگسی　(ب) دریائے نیل　(ج) دریائے زرد (ہوانگ ہو)　(د) دریائے سندھ

حصہ دوم

2. قدیم مصر کی تاریخ جاننے کے اہم ادبی اور آثاری ماخذ بیان کیجیے۔

3. فرعون نارمر (مینیس) کے مصر کو متحد کرنے کے کارنامے پر مختصر نوٹ لکھیں۔

4. قدیم مصر کے سماجی ڈھانچے (طبقاتی نظام) کی وضاحت کیجیے۔

5. قدیم مصر میں خواتین کے مقام پر روشنی ڈالیں۔

6. فرعون اخناتون کی مذہبی اصلاحات (آتن کی عبادت) کیا تھیں؟

7. شانگ خاندان (Shang Dynasty) کی ثقافت کی اہم خصوصیات (مثلاً کانسی کے برتن، آباواجداد کی پوجا) کیا تھیں؟

حصہ سوم

8. قدیم مصر کی معاشی زندگی یعنی زراعت، تجارت، صنعت و دستکاری کا تفصیلی جائزہ لیں۔

9. چینی تہذیب کے آغاز میں دریائے زرد (ہوانگ ہو) کے جغرافیائی کردار اور شانگ خاندان کے سماجی ڈھانچے پر بحث کیجیے۔

اہم نکات